لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

سِیرَۃُ الرَّسُول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد دہم

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاج القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : سیرۃُ الرّسول ﷺ (جلد دہُم)

تصنیف : ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین : محمد علی قادری، محمد تاج الدّین کالامی، محمد فاروق رانا (منہاجینز)

نظر ثانی : ریاض حسین چودھری، ضیاء نیّر

معاون تخریج : شبیر احمد جامی (منہاجین)

کمپوزنگ : محمد یامین (منہاجین)، عبدالخالق بلتستانی، بصیر احمد

ٹائٹل : ابو اویس محمد اکرم قادری (منہاجین)

زیرِ اہتمام : فریدِ ملتؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ، لاہور www.Research.com.pk

مطبع : منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعت اوّل : نومبر 2002ء (1,100)

اِشاعت دوم : جنوری 2004ء (1,100)

اِشاعت سوم : اکتوبر 2004ء (1,100)

قیمت : -/320 روپے

❁❁❁

نوٹ: ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے ریکارڈ شدہ آڈیو / ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلیکیشنز)

sales@minhaj.biz

جلد دہُم

﴿شمائل و خصائص﴾

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین

محمد علی قادری، محمد تاج الدین کالامی، محمد فاروق رانا (منہاجینز)

منہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، فون: 7237695

http://www.minhaj.org, e-mail: tehreek@minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

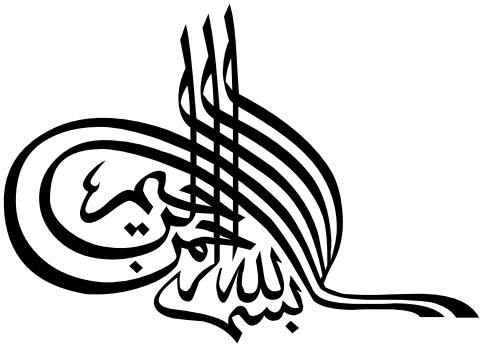

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَ صُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ أَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

﴿اُس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے۔﴾

فہرست

عنوانات	صفحہ
حصہ اَوّل: شمائلِ مصطفیٰ ﷺ	۳۱
اِبتدائیہ	۳۳
انسان حُسنِ صورت و سیرت کا حسین اِمتزاج ہے	۳۶
باب اَوّل : پیکرِ حُسن و جمال	۳۹
۱۔ افضلیت و اکملیت کا معیارِ آخر	۴۲
۲۔ حُسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل	۴۶
۳۔ کسی آنکھ میں مشاہدۂ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ تھی	۵۰
۴۔ حُسنِ سراپا کے بارے میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا قول	۵۶
۵۔ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کا راز دان	۵۸
۶۔ حسنِ مصطفیٰ ﷺ اور تقاضائے ایمان	۶۰
۷۔ پیکرِ مقدس کی رنگت	۶۳
۸۔ حضور ﷺ: پیکر نظافت و لطافت	۶۹
۹۔ بے سایہ پیکرِ نور	۷۱
۱۰۔ پیکرِ دلنواز کی خوشبوئے عنبریں	۷۲
(۱) وادیٔ بنوسعد میں خوشبوؤں کے قافلے	۷۳
(۲) خوشبو حضور ﷺ کے پیکرِ اطہر کا حصہ تھی	۷۴
(۳) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسمِ رسول ﷺ عنبر فشاں تھی	۷۶

عنوانات	صفحہ
(۴) جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز	۷۷
(۵) عطر کا بدلِ نفیس ..... پسینۂ مبارک	۷۹
(۶) خوشبو والوں کا گھر	۸۱
(۷) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے	۸۲
(۸) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ	۸۳
باب دُوُم : حسنِ سراپا کا ذکرِ جمیل	۸۵
۱۔ حلیۂ مبارک کا حسین تذکرہ	۸۸
۲۔ چہرۂ اقدس ..... ماہِ تاباں	۹۹
❁ اصحابِ رسول، اوراقِ قرآن اور چہرۂ انور	۱۰۱
❁ روئے منور کی ضَوء فشانیاں	۱۰۴
❁ چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی چاند سے تشبیہ	۱۰۹
❁ چہرۂ مبارک: صداقت کا آئینہ	۱۱۴
❁ سالارِ قافلہ کی بیوی کی شہادت	۱۱۵
۳۔ سرِ انور	۱۱۶
۴۔ موئے مبارک	۱۱۸
۵۔ جبینِ پُرنور	۱۲۳
۶۔ اَبرُو مبارک	۱۲۷
۷۔ چشمانِ مقدسہ	۱۲۹
۸۔ بصارتِ مصطفیٰ ﷺ کا غیر معمولی کمال	۱۳۳
۹۔ ناک مبارک	۱۳۸

عنوانات	صفحہ
۱۰۔ رُخسارِ روشن	۱۳۹
۱۱۔ لبِ اقدس	۱۴۱
۱۲۔ دہنِ مبارک	۱۴۲
۱۳۔ دندانِ اقدس	۱۴۴
۱۴۔ زبان مبارک	۱۴۶
۱۵۔ آواز مبارک	۱۴۷
۱۶۔ ریشِ اقدس	۱۵۱
۱۷۔ گوشِ اقدس	۱۵۵
۱۸۔ گردنِ اقدس	۱۵۸
۱۹۔ دوش مبارک	۱۶۰
۲۰۔ بازوئے مقدّس	۱۶۲
۲۱۔ دستِ اقدس	۱۶۳
❁ خوشبوئے دستِ اقدس	۱۶۵
❁ دستِ مبارک کی ٹھنڈک	۱۶۶
۲۲۔ دستِ اقدس کی برکتیں	۱۶۷
(۱) دست مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دوسروں کو فیض یاب کرتے رہے	۱۶۸
(۲) دست مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بال عمر بھر سیاہ رہے	۱۶۹
(۳) دست مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے خشک تھنوں میں دودھ اتر آیا	۱۷۰

عنوانات	صفحہ
(۴) دستِ مصطفیٰ ﷺ کے لمس سے لکڑی تلوار بن گئی	۱۷۲
(۵) دستِ اقدس کے لمس سے کھجور کی شاخ روشن ہوگئی	۱۷۳
(۶) توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ	۱۷۴
(۷) دست شفا سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی جڑ گئی	۱۷۶
(۸) دست اقدس کی فیض رسانی	۱۷۶
(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوتِ حافظہ	۱۷۷
۲۳۔ انگشتانِ مبارک	۱۷۸
۲۴۔ ہتھیلیاں مبارک	۱۸۰
۲۵۔ بغل مبارک	۱۸۱
۲۶۔ سینۂ اقدس	۱۸۳
۲۷۔ قلبِ اطہر	۱۸۴
۲۸۔ بطنِ اقدس	۱۸۷
❁ ایک ایمان افروز واقعہ	۱۸۹
❁ شکمِ اطہر پر ایک کی بجائے دو پتھر	۱۹۱
۲۹۔ ناف مبارک	۱۹۳
۳۰۔ پشت اقدس	۱۹۴
۳۱۔ مہرِ نبوت	۱۹۵
❁ مہرِ نبوت: آخری نبی کی علامت	۱۹۸
۳۲۔ مبارک رانیں	۱۹۸
۳۳۔ زانوئے مبارک	۲۰۰

عنوانات	صفحہ
۳۴۔ پنڈلیاں مبارک	۲۰۱
۳۵۔ قدمین شریفین	۲۰۲
۳۶۔ انگشتانِ پا مبارک	۲۰۴
۳۷۔ مبارک تلوے	۲۰۵
۳۸۔ مبارک ایڑیاں	۲۰۶
۳۹۔ قدمین شریفین کی برکات	۲۰۶
۴۰۔ قدِ زیبائے محمد ﷺ	۲۰۹
باب سوُم: اسیرانِ حسن مصطفیٰ ﷺ	۲۱۵
۱۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نماز اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر	۲۲۳
۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا	۲۲۸
❁ ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا	۲۳۱
۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار	۲۳۲
۴۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی	۲۳۵
۵۔ ہجرِ رسول ﷺ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری	۲۳۸
❁ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا دیدارِ محبوب ﷺ کا منفرد اعزاز	۲۴۱
۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ..... اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ	۲۴۲
۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشقی	۲۴۴
❁ سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی	۲۴۵
۸۔ وارفتگیٔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلال رضی اللہ عنہ	۲۴۸

عنوانات	صفحہ
۹۔ اسیرِ حسن مصطفیٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ	۲۵۰
۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت اضطراب	۲۵۲
۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ	۲۵۴
۱۲۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبۂ حبِ رسول ﷺ	۲۶۱
۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشقِ رسول ﷺ	۲۶۳
۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشق رسول ﷺ	۲۶۷
۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبت رسول ﷺ	۲۶۹
۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامیٔ رسول ﷺ	۲۷۰
۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق	۲۷۳
۱۸۔ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ	۲۷۵
۱۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جاں نثاری	۲۷۸
۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ''قصاص''	۲۷۸
۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات	۲۷۹
۲۲۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ اِیثار و محبت	۲۸۱
۲۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ	۲۸۲
۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت	۲۸۲
۲۵۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کا پاسِ عہد	۲۸۳
۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار	۲۸۴
۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے رُوح ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا	۲۸۷

عنوانات	صفحہ
۲۸۔ حضرت عداس رضی اللہ عنہ مضروبِ طائف ﷺ کے قدموں میں	۲۸۹
۲۹۔ حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو	۲۹۰
۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت	۲۹۱
۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقامِ عشق و مستی	۲۹۳
۳۲۔ فراقِ رسول ﷺ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی	۲۹۴
۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان	۲۹۵
۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات	۲۹۷
۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق	۲۹۸
۳۶۔ جبرئیلِ امین علیہ السلام کا شوقِ زیارت	۳۰۰
۳۷۔ آئینہ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی	۳۰۱
۳۸۔ بعد از حضور ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں	۳۰۱
۳۹۔ سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا جذبِ دروں	۳۰۲
۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ	۳۰۳
❁ وصالِ محبوب ﷺ پر سواری کا غم	۳۰۶
❁ اُستن حنانہ ایک ایمان افروز واقعہ	۳۰۶
❁ مثنوی مولانا روم: ہجر نبی کا پیکر شعری	۳۱۰
باب چہارم: محبوبِ خدا ﷺ کی محبوب ادائیں	۳۱۳
۱۔ مزاجِ اقدس	۳۱۶
۲۔ حسنِ تکلم اور شریں گفتاری	۳۱۸

عنوانات	صفحہ
۳۔ تبسم اور خوش مزاجی	۳۲۴
۴۔ گریہ و زاری	۳۲۸
۵۔ عبادت و خشیتِ الٰہی	۳۳۰
۶۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی قرأت	۳۳۲
۷۔ رفتار مبارک	۳۳۴
۸۔ اندازِ نشست و برخاست	۳۳۶
۹۔ حضور ﷺ کا چھینک لینا	۳۳۷
۱۰۔ حضور ﷺ کا اِستراحت فرمانا	۳۴۰
❁ بستر مبارک	۳۴۴
۱۱۔ دورانِ سفر معمولاتِ نبوی ﷺ	۳۴۹
۱۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سواریاں	۳۵۳
۱۳۔ خیمۂ اقدس	۳۵۹
۱۴۔ طعامِ نبوی ﷺ	۳۶۰
❁ بسم اللہ کی برکت	۳۶۱
❁ پسندیدہ روٹی	۳۶۴
❁ پسندیدہ سبزیاں	۳۶۶
❁ پسندیدہ گوشت	۳۶۷
❁ ثرید سے محبت	۳۶۹
❁ پسندیدہ پھل	۳۶۹
❁ پسندیدہ شیرینی	۳۷۱

عنوانات	صفحہ
۱۵۔ مشروباتِ نبوی ﷺ	۳۷۲
❁ پسندیدہ مشروبات	۳۷۳
۱۶۔ ظروف مبارک	۳۷۴
۱۷۔ حضور ﷺ کے مبارک ملبوسات	۳۷۷
❁ قمیص مبارک	۳۷۸
❁ جبہ مبارک	۳۸۰
❁ کملی مبارک	۳۸۳
❁ ازار مبارک	۳۸۷
❁ عمامہ شریف	۳۸۹
❁ ٹوپی شریف	۳۹۵
عمامے کے بغیر صرف ٹوپی پہننا بھی سُنت ہے	۳۹۶
❁ نعلینِ مقدسہ	۳۹۷
❁ موزے	۴۰۰
۱۸۔ حضور ﷺ کا بال بنوانا	۴۰۰
۱۹۔ حضور ﷺ کا خضاب لگانا	۴۰۵
۲۰۔ کنگھی فرمانے کا معمول	۴۰۸
۲۱۔ خوشبو استعمال کرنے کا معمول	۴۱۰
۲۲۔ آئینہ دیکھنے کا معمول	۴۱۳
۲۳۔ انگوٹھی پہننے کا معمول	۴۱۴
۲۴۔ چشمانِ مقدسہ میں سرمہ ڈالنے کا معمول	۴۲۱

عنوانات	صفحہ
۲۵۔ مسواک فرمانے کا معمول	۴۲۴
۲۶۔ عصا مبارک	۴۲۶
۲۷۔ حضور ﷺ کا دوا استعمال فرمانا	۴۲۷
۱۔ شہد	۴۳۰
۲۔ زیتون	۴۳۲
۳۔ زیتون	۴۳۲
۴۔ مہندی	۴۳۴
۵۔ سنا مکی	۴۳۵
حصہ دوم: خصائص مصطفیٰ ﷺ	۴۳۷
باب اَوّل: دنیوی خصائص	۴۴۱
۱۔ تخلیق میں اَوّلیت	۴۴۳
۲۔ نبوت میں اَوّلیت	۴۵۶
۳۔ عالمِ اَرواح میں تصدیقِ رِسالت کا اِعزاز	۴۶۲
۴۔ عمومیتِ رسالت	۴۶۵
۵۔ نسبی شرف وفضیلت	۴۶۸
۶۔ کثیر الاسماء ہونا	۴۷۷
❁ حضور ﷺ کے متعدّد اَسماء 'حمد' سے مشتق ہیں	۴۸۰
❁ حضور ﷺ کا نام اور کنیت جمع کرنے کی ممانعت	۴۸۱
۷۔ سابقہ کتبِ سماویہ میں ذکرِ خیر الوریٰ ﷺ	۴۸۵

عنوانات	صفحہ
۸۔ختمِ نبوت	۵۱۲
۱۔حضور ﷺ کا کسی مرد کا باپ نہ ہونا	۵۱۳
۲۔ میثاق انبیاء اور اعلانِ ختم نبوت	۵۱۵
۳۔ تکمیلِ دین اور اِتمام نعمت کی نوید	۵۱۶
۴۔حضور ﷺ کا خاتم الوحی ہونا	۵۱۷
۵۔قرآن کریم کی شان مصدقیت	۵۱۹
۶۔قرآن حکیم کی اُلوہی حفاظت	۵۲۰
۷۔نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی نشاندہی	۵۲۱
۸۔حضور ﷺ قصرِ نبوت کی تکمیلی اینٹ ہیں	۵۲۱
۹۔حضور ﷺ عاقب ہیں	۵۲۲
۱۰۔ختمِ نبوت اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	۵۲۴
۱۱۔ختمِ نبوت اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ	۵۲۵
۱۲۔حضور ﷺ کے بعد نبوت نہیں خلافت ہے	۵۲۶
۱۳۔ اُمت مسلمہ آخری اُمت ہے	۵۲۷
۹۔اعجازِ قرآن	۵۲۸
❁ اعجازِ قرآن کے دلائل	۵۳۰
۱۔عدمِ مثلیت	۵۳۰
۲۔حفاظت کا اُلوہی اہتمام	۵۳۲
۳۔ عدمِ اِختلاف و تناقض	۵۳۴
۴۔ندرتِ اُسلوب و نظمِ کلام	۵۳۶

عنوانات	صفحہ
۵۔ فصاحت و بلاغت	۵۳۹
۶۔ صوتی حسن و ترنم	۵۴۱
۷۔ اَحوالِ غیب کا بیان	۵۴۳
الف) اُممِ سابقہ کے اَحوال و واقعات	۵۴۴
ب) مستقبل کی پیشین گوئیاں	۵۴۵
۱) غلبۂ روم کی پیشین گوئی	۵۴۵
۲) فتحِ مکہ کی پیشین گوئی	۵۴۶
۳) فتحِ خیبر کی پیشین گوئی	۵۴۷
۴) غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی	۵۴۸
۸۔ نتیجہ خیزی کی ضمانت	۵۴۹
۹۔ اُمیّتِ صاحبِ قرآن	۵۵۲
۱۰۔ غیر معمولی رعب و دبدبہ	۵۵۴
❁ اچانک دیکھنے والوں کا مرعوب ہونا	۵۵۸
❁ میدانِ جنگ میں دشمن پر رعب طاری ہونا	۵۵۹
❁ ایک کافر کا مرعوب ہونا	۵۶۱
❁ سردارانِ قریش کا مرعوب ہونا	۵۶۲
❁ قیصرِ روم کا مرعوب ہونا	۵۶۳
❁ والیٔ یمن کے سفیر کے تاثرات	۵۶۴
۱۱۔ جوامعُ الکلم (کلام کی جامعیت و اختصار کا حُسن)	۵۶۵
❁ جوامعُ الکلم کی چیدہ چیدہ مثالیں	۵۶۶

عنوانات	صفحہ
۱۲۔ مالِ غنیمت کا حلال ہونا	۵۷۷
۱۳۔ تمام روئے زمین کا مسجد ہونا	۵۸۱
۱۴۔ حفاظت کا اُلوہی اِہتمام	۵۸۳
❁ حضور ﷺ کا خود حفاظتی تدابیر اِختیار فرمانا	۵۸۴
❁ ذاتی حفاظت کا فریضہ انجام دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۵۸۷
❁ حفاظتِ مصطفیٰ ﷺ کا اِعلانِ خداوندی	۵۹۰
❁ ذاتی حفاظت کی تدابیر خلافِ توکل نہیں	۵۹۲
❁ حفاظت کا قرآنی تصور	۵۹۲
❁ احادیثِ نبویہ میں حفاظت کا تصور	۵۹۴
۱۵۔ حضور ﷺ کے معترضین کو خود اللہ تعالیٰ کا جواب دینا	۵۹۷
۱۶۔ بے مثال فہم وفراست	۶۱۵
❁ فہم وفراست مصطفیٰ ﷺ کی چند تاریخی مثالیں	۶۱۶
۱۔ حجرِ اسود کی تنصیب	۶۱۶
۲۔ مواخاتِ مدینہ	۶۱۷
۳۔ میثاقِ مدینہ	۶۱۹
❁ میثاقِ مدینہ کے اثرات	۶۱۹
۴۔ دشمن کی تعداد معلوم کرنے کا حیرت انگیز طریقہ	۶۲۲
۵۔ غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کی دفاعی حکمتِ عملی	۶۲۲
۶۔ خندق کی تجویز قبول کرنا	۶۲۳
۷۔ صلح حدیبیہ	۶۲۴

عنوانات	صفحہ
۸۔ فتحِ مکہ	۶۲۵
۹۔ ایک شبہ کا اِزالہ	۶۲۶
۱۷۔ خازن و قاسم ہونا	۶۲۷
❁ کوثر کا حقیقی مفہوم	۶۳۲
۱۸۔ تشریعی اختیارات	۶۳۸
۱۔ تشریعِ جنائی	۶۴۶
۲۔ تشریعِ سبب	۶۴۸
۳۔ تشریعِ کفارہ	۶۴۹
۴۔ تشریعِ اَمر	۶۵۱
۵۔ تشریعِ نہی	۶۵۳
۶۔ تشریعِ شہادت	۶۵۴
۷۔ تشریعِ اِستثناء	۶۵۴
۱۔ ریشمی کپڑا پہننے کا اِستثنائی حکم	۶۵۴
۲۔ سونا پہننے کا اِستثنائی حکم	۶۵۵
۱۹۔ تکوینی اِختیارات	۶۵۸
۱۔ ایک لڑکی کا قبر میں زندہ ہونا	۶۵۸
۲۔ مردہ کا کلام کرنا	۶۵۹
۳۔ ذبح شدہ بکری کا زندہ ہونا	۶۶۱
۴۔ لکڑی کی شاخ کا تلوار بننا	۶۶۲
۵۔ اُحد پہاڑ کا وجد میں آنا	۶۶۳

عنوانات	صفحہ
۶۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر آگ کا ٹھنڈا ہونا	۶۶۳
۷۔ کھجور کے خشک تنے کا گریہ و زاری کرنا	۶۶۴
۸۔ ایک گستاخِ رسول کا چہرہ بگڑنا	۶۶۶
۲۰۔ ہوائے نفس سے حفاظت	۶۶۷
۲۱۔ شیطان سے حفاظت	۶۷۲
۲۲۔ ہمہ وقت مستجابُ الدعوات ہونا	۶۸۰
۱۔ عطائے علم وحکمت کی دعا	۶۸۲
۲۔ مال واولاد میں کثرت و برکت کی دُعا	۶۸۳
۳۔ قحط سالی میں بارش کی دُعا	۶۸۶
۴۔ موسمی شدائد سے بچنے کی دُعا	۶۸۸
۵۔ مغفرت و رحمت اور غنائے قلب کی دُعا	۶۸۹
۶۔ درازیٔ عمر اور چہرے کی خوبصورتی کے لئے دُعا	۶۹۰
۷۔ تحفظِ عفت وعصمت کی دُعا	۶۹۱
۸۔ صحت و شفایابی کی دُعا	۶۹۲
۹۔ ہدایت یابی کے لئے دعا	۶۹۳
۱۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کے لئے دعا	۶۹۴
۱۱۔ بچے کی ہدایت یابی کی دعا	۶۹۶
۱۲۔ سردارانِ مکہ کے حق میں بددعا اور اُس کا اثر	۶۹۶
۲۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی جسمانی قوت	۶۹۷
۱۔ خندق کا پتھر توڑنا	۶۹۸

عنوانات	صفحہ
۲۔ رکانہ پہلوان کو پچھاڑنا	۶۹۸
۳۔ ابوالاسود جمحی پہلوان کو پچھاڑنا	۷۰۱
۲۴۔ طہارتِ فضلات	۷۰۲
۱۔ زمین کا فضلات نگل جانا اور وہاں سے خوشبو کا آنا	۷۰۲
۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فضلاتِ مبارکہ سے حصولِ برکت	۷۰۵
❁ فضلات کی طہارت کا سائنسی و عقلی اِستدلال	۷۰۹
۱۔ کیمیائی تبدیلیوں اور عملِ اِنہضام سے اِستدلال	۷۰۹
۲۔ صیامِ وصال سے اِستدلال	۷۱۰
۳۔ پسینہ مبارک کی خوشبو سے اِستدلال	۷۱۲
۴۔ لعابِ دہن سے شفایابی سے اِستدلال	۷۱۶
۵۔ جسم کی معجزانہ لطافت سے اِستدلال	۷۱۷
۶۔ لمسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہونے والی خوشبو سے اِستدلال	۷۲۰
۷۔ بعدازِ وصال جسدِ اَقدس کے سلامت رہنے سے اِستدلال	۷۲۲
۸۔ نباتات کی نشوونما سے اِستدلال	۷۲۳
۹۔ بدبودار کھاد اور پھولوں کی مہک سے اِستدلال	۷۲۴
۱۰۔ پاکیزہ فضاء کی صحبت سے اِستدلال	۷۲۴
۲۵۔ نیند میں بھی قلبِ اَطہر کا بیدار رہنا	۷۲۴
۲۶۔ حالتِ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل	۷۲۶
۲۷۔ نزولِ اسرافیل علیہ السلام	۷۲۷

عنوانات	صفحہ
۲۸۔ چودہ نقباء یا وزراء کا عطا کیا جانا	۷۲۷
۲۹۔ کثرتِ معجزات	۷۲۸
۳۰۔ دجّال کے بارے میں تمام انبیاء سے زیادہ معلومات	۷۳۰
۳۱۔ اَفضلیتِ عہدِ نبوی ﷺ	۷۳۱
۳۲۔ ازواجِ مطہرات سے تاابد حرمتِ نکاح	۷۳۳
۳۳۔ صاحبزادی سے نسبی سلسلہ کا اِجراء	۷۳۴
باب دُوُم: برزخی خصائص	۷۳۵
❁ موت کے بعد حیات کیسے؟	۷۳۸
❁ اُصولِ شہادت پر اَولیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟	۷۴۰
❁ اُصولِ شہادت پر اَنبیاء کرام کی حیاتِ جاوداں کیسے؟	۷۴۲
❁ شہید کی موت تلوار سے حیات میں بدلتی ہے یا دیدار سے؟	۷۴۳
۱۔ قبر میں جسم اَطہر کا سلامت رہنا	۷۴۷
۲۔ قبر مبارک میں رِزق کی فراہمی	۷۵۳
۳۔ قبرِ اَنور میں نماز کی ادائیگی	۷۵۵
❁ علماء و محدثین کے اَقوال سے تائید	۷۶۰
❁ ایک اِشکال اور اُس کا جواب	۷۶۴
۴۔ روضۂ اقدس سے اَذان و اِقامت کی صدا	۷۶۶
۵۔ حیات و وِصال کا اُمت کیلئے موجبِ خیر ہونا	۷۷۰
۶۔ سلامِ اُمت کی سماعت	۷۷۵
۷۔ اُمتیوں کے سلام کا جواب عطا فرمانا	۷۷۷

عنوانات	صفحہ
۸۔ ملائکہ کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں سلام پیش کرنا	۷۸۰
۹۔ اُمتیوں کے درود و سلام کا بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں خود پہنچنا	۷۸۵
۱۰۔ اَحوالِ اُمت کا علم ہونا	۷۹۵
۱۱۔ درود بھیجنے والوں کے نام و نسب کا علم ہونا	۷۹۸
۱۲۔ روضۂ اقدس پر ستر ہزار ملائکہ کی حاضری	۷۹۹
۱۳۔ قبر میں ذریعۂ نجات ..... پہچانِ مصطفیٰ ﷺ	۸۰۱
باب سوُم: اُخروی خصائص	۸۰۵
فصل اَوّل: قیامت میں ظاہر ہونے والے خصائص	۸۰۷
۱۔ قبرِ انور سے اُٹھنے میں اَوّلیّت	۸۱۰
۲۔ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں ظہورِ قدسی	۸۱۲
۳۔ براق پر سواری	۸۱۲
۴۔ تمام نوعِ انسانی کی قیادت	۸۱۳
۵۔ تمام اولاد آدم کی سرداری	۸۱۳
۶۔ لواءِ حمد کے علم بردار	۸۱۴
۷۔ جملہ اُمم حضور ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوں گی	۸۱۵
۸۔ بارگاہِ ایزدی میں سجدہ کی سب سے پہلے اِجازت	۸۱۶
۹۔ انبیاء علیہم السلام کے اِمام اور خطیب	۸۱۷
۱۰۔ اہلِ محشر کے لیے نجات کی بشارت	۸۱۷
۱۱۔ پل صراط سے گزرنے میں اَوّلیت	۸۱۸
۱۲۔ پل صراط، میزان اور حوضِ کوثر پر غمگسارِ اُمت	۸۱۸

عنوانات	صفحہ
۱۳۔ مقامِ محمود کے منصب اعلیٰ پر فائز ہونا	۸۱۹
۱۴۔ تمام اوّلین و آخرین حضور ﷺ کی مدح سرائی کریں گے	۸۲۲
۱۵۔ شفاعت میں اَوّلیت	۸۲۳
۱۶۔ شفاعتِ کبریٰ کا شرفِ عظیم	۸۲۴
۱۷۔ روزِ قیامت تمام انبیاء و اُمم حضور ﷺ سے مدد طلب کریں گے	۸۳۱
۱۸۔ حضور ﷺ کو خصوصی کلماتِ حمد کا عطا کیا جانا	۸۳۱
۱۹۔ اللہ تعالیٰ خود روزِ محشر حضور ﷺ کی رضا کو مقصود ٹھہرائے گا	۸۳۲
۲۰۔ روزِ قیامت خلعتِ فاخرہ کا عطا کیا جانا	۸۳۳
۲۱۔ عرش پر کرسیٔ رحمان کے دائیں جانب حضور ﷺ کے مسند کا رکھا جانا	۸۳۴
۲۲۔ ایک ہزار فرشتوں کا حضور ﷺ کا طواف کرنا	۸۳۶
۲۳۔ تمام اُمتوں اور پیغمبروں پر گواہی	۸۳۷
۲۴۔ تمام اُمتوں پر اُمتِ محمدی ﷺ کی عددی کثرت	۸۳۷
فصل دُوُم: جنت میں ظاہر ہونے والے خصائص	۸۴۱
۱۔ جنت کی کنجیاں دستِ مصطفیٰ ﷺ میں	۸۴۳
۲۔ جنت کا اِفتتاح دستِ مصطفیٰ ﷺ سے	۸۴۴
۳۔ جنت کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہونا	۸۴۶
۳۔ عطائے کوثر و تسنیم	۸۴۸
۴۔ رسولِ معظم ﷺ کے لئے جنت میں منبر کی تنصیب	۸۵۲
۵۔ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو 'ابو محمد' کے لقب سے پکارا جائے گا	۸۵۴
۷۔ تمام اہلِ جنت کا وظیفہ مصحفِ محمدی ﷺ (قرآن مجید) ہو گا	۸۵۵

عنوانات	صفحہ
۸۔ تمام اہل جنت کی زبان، زبانِ محمدی ﷺ (عربی) ہو گی	۸۵۵
باب چہارم: قرابت وصحبت مصطفیٰ ﷺ کے خصائص	۸۵۷
فصل اوّل: خصائصِ اہلِ بیتِ اطہار	۸۵۹
۱۔ اہلِ بیت سے محبت ومودّت احسانِ رسول ﷺ کا صلہ	۸۶۵
۲۔ نفوس اہلِ بیت کی نفس محمدی ﷺ سے نسبت	۸۶۶
۳۔ نسبِ اہلِ بیت روزِ حشر بھی قائم رہے گا	۸۶۸
۴۔ اہلِ بیت نبوی ﷺ اُمت کے لئے گہوارۂ امن	۸۶۹
۵۔ اہلِ بیت اطہار..... شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے اوّلین حقدار	۸۶۹
۶۔ اہلِ بیت جنتیوں کی قیادت کرنے والا ہراول دستہ	۸۷۰
۷۔ جنت میں محبانِ اہلِ بیت کا اعزاز	۸۷۱
۸۔ نماز میں اہلِ بیت پر درود کی خصوصیت	۸۷۲
۹۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصائص	۸۷۳
۱۰۔ سیدۂ عالم فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے خصائص	۸۷۴
۱۱۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے خصائص	۸۷۷
فصل دوم: خصائصِ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن	۸۸۱
۱۔ دنیا بھر کی خواتین میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی امتیازی شان	۸۸۴
۲۔ امہات المومنین ہونے کا اعزاز	۸۸۴
۳۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بعداز وصال رسول ﷺ امتیوں کا نکاح حرام ٹھہرایا گیا	۸۸۵
۴۔ حبیب خدا ﷺ کی دائمی رفاقت کا شرف	۸۸۵

عنوانات	صفحہ
۵۔قرآن میں ازواج مطہرات کی قیام گاہوں کا ذکر	۸۸۶
فصل سوم : خصائص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۸۸۹
۱۔قرآن مجید میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خصوصی تذکرے	۸۹۲
۲۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے رضائے الٰہی کی نوید	۸۹۳
۳۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت الفردوس کے بشارت یافتگان	۸۹۴
۴۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم .....قائدینِ اہلِ محشر	۸۹۴
۵۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منصبِ شفاعت عطا کیا گیا	۸۹۵
۶۔اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان ہدایت کے ستارے	۸۹۵
۷۔اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے آتشِ دوزخ سے آزادی کی بشارت	۸۹۶
۸۔ بدری صحابہ کرام ہ رضی اللہ عنہم کا امتیاز	۸۹۷
۹۔گستاخیٔ صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت وعید	۸۹۸
۱۰۔انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت ایمان کی علامت	۹۰۰
۱۱۔عشرہ مبشرہ کا امتیاز	۹۰۱
باب پنجم : نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص (خصائص اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام)	۹۰۳
۱۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا خیرالامم ہونا	۹۰۴
۲۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں نزول	۹۰۶
۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا فرمائیں گے	۹۰۸
۴۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے اموال غنیمت کی حلّت	۹۱۳

عنوانات	صفحہ
۵۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بحیثیتِ مجموعی گمراہ ہونے سے محفوظ کر دی گئی ہے	۹۱۴
۶۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے عملِ قلیل پر اجرِ کثیر	۹۱۵
۷۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے خطا ونسیان سے درگذر	۹۱۷
۸۔ توبہ و استغفار سے گناہوں کی معافی	۹۱۸
۹۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے ہر زمانے کو اولیاء و ابدال کی موجودگی سے نوازا گیا ہے	۹۲۱
۱۰۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مجذوبین وفقراء اگر قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اُسے پورا کرتا ہے	۹۲۲
۱۱۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے اولیاء سے عداوت اللہ تعالیٰ سے عداوت ہے	۹۲۳
۱۲۔ دین اسلام کی تجدید کے لئے ہر صدی میں ایک مجدد کی آمد	۹۲۴
۱۳۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لئے طاعون کی موت کو شہادت قرار دیا گیا	۹۲۶
۱۴۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا	۹۲۷
۱۵۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا جنت میں سب سے پہلے داخلہ	۹۲۸
۱۶۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا جنت میں باب اَیمن سے داخلہ	۹۲۹

عنوانات	صفحہ
۱۷۔ اُمت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی کثیر تعداد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گی	۹۳۱
حرفِ آخر	۹۳۲
مآخذ و مراجع	۹۳۳

حصہ اوّل

شمائلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

اِبتدائیہ

اُس حسنِ مطلق نے دنیا کے نظاروں کو اِس قدر حسین بنایا ہے کہ اِنسان اس دِل کش اور جاذبِ نظر ماحول میں بار بار گم ہو جاتا ہے۔ کبھی زمین کی دلفریب رعنائیاں اُس کے دامنِ دل کو کھینچتی ہیں تو کبھی اَفلاک کی دِلکش وُسعتیں، کبھی ہواؤں کی جاوداں و جانفزا کیفیتیں اُس کے لئے راحتِ جاں بنتی ہیں تو کبھی فضاؤں میں گونجنے والے نغماتِ حسن اس کی توجہ کو مہمیز عطا کرتے ہیں۔ یہ کائناتِ آب و گِل حسن و عشق کے ہنگاموں کا مرکز ہے جس میں حسن کبھی گلِ لالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں سے عیاں ہوتا ہے اور کبھی اُن کی دلفریب مہک سے۔ نغماتِ حسن کبھی آبشاروں میں سنائی دیتے ہیں اور کبھی دریاؤں اور نہروں کے سکوت میں۔ کہیں باغات کی دِلکش رونقیں چہرۂ حسن کو بے نقاب کرتی ہیں اور کہیں صحراؤں کی خاموشیاں۔ کہیں سمندروں کا بہاؤ حسن میں ڈھلتا دِکھائی دیتا ہے تو کہیں سبزہ زاروں کا پھیلاؤ۔ الغرض ہر سُو حسن کی جلوہ سامانیاں ہیں اور نگاہ و دِل خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

عالمِ آفاق کے نغماتِ حُسن کی صدائے بازگشت اَنفسی کائنات کے نہاں خانوں میں سنائی دے رہی ہے اور کائناتِ خارجی کی بے کراں وُسعتوں میں بھی، غرض یہ کہ حسین خواہشات ہر سُو مچل رہی ہیں۔ یہی خواہشات خوگرِ حُسن بھی ہیں اور پیکرِ حُسن بھی۔ تخیلات بھی حُسن سے سکون پاتے ہیں اور تصوّرات بھی اُسی کے مشتاق ہیں۔ اہلِ دل کبھی حُسن کو جلوَت میں تلاش کرتے ہیں، کبھی خلوَت میں۔ کوئی جلوۂ حُسن میں مست ہے اور کوئی تصورِ حُسن میں بے خود۔ اِس کارگہِ حیات میں ہر کوئی حُسن کا متلاشی ہے۔ کوئی ذوق و شوق کے مرحلے میں ہے تو کوئی جذب و کیف کے مقام پر، کوئی سوز و مستی میں ہے، کوئی وجد و حال میں، لیکن شبستانِ عشق میں ہر کسی کو نورِ حسن ہی کی کوئی نہ کوئی شعاع میسر ہے۔ دل کہتا ہے

کہ حُسن کے دِلفریب جلوے جو اِس قدر کثرت سے ہر طرف بکھرے پڑے ہیں، کہیں نہ کہیں اُن کا منبع ضرور ہو گا، کہیں نہ کہیں وہ سرچشمۂ حُسن یقیناً موجود ہو گا جہاں سے سب کے سب جمالیاتی سُوتے پھوٹ رہے ہیں۔ ہر خوب سے خوب تر کا وجود اور حسیں سے حسیں تر کا نشان یہ بتلاتا ہے کہ کہیں نہ کہیں حُسن و رعنائی کا آخری نظارہ بھی ہو گا، تلاشِ حُسن کا سفر کہیں تو ختم ہوتا ہو گا۔ آنکھیں کہتی ہیں، بیشک کہیں وہ آخری تصویرِ حسن بھی ہو گی جسے دیکھ کر جذبۂ تسکین کو بھی سکوں آ جائے۔ رُوح پکارتی ہے بلاشبہ کہیں وہ حریمِ ناز بھی ہو گا جہاں سب بے چینیاں ختم ہو جائیں اور راحتیں تکمیل کو پہنچ جائیں۔

آؤ! اُس حسن کی تلاش میں نکلیں اور اُس جمال کو اپنائیں جس کی ادائے ناز سے جہانِ رنگ و بو میں ہر سُو حسن و جمال کی جلوہ آرائی ہے۔ آؤ! جادۂ عشق کے رَہ نوردو! اِس صحرائے حیات میں دیکھو، وہ طُور پر سے ایک عاشق کی ندا آ رہی ہے، فضائے طلب میں اُس کی صدائے عشق بلند ہو رہی ہے، رُوح کے کانوں سے سنو، آواز آ رہی ہے:

رَبِّ أَرِنِیْ أَنْظُرْ إِلَیْكَ ۔ (۱)

''اے میرے ربّ! مجھے (اپنا جلوہ) دِکھا کہ میں تیرا دِیدار کر لوں۔''

نظارۂ حسن کی طلب کرنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام کس حسن کو پکار رہے ہیں؟ اُسی حُسن کو جو حُسنِ مطلق ہے، حُسنِ ازل ہے، حُسنِ کامل ہے، حُسنِ حقیقت ہے، اور جو ہر حُسن کا منبع و مصدر ہے، اور ہر حُسن کی اصل ہے۔ حسین جس کے حُسن کا تصوّر نہیں کر سکتے، جمیل جس کے جمال کا گمان نہیں کر سکتے۔

آپ علیہ السلام کو حریمِ ناز سے کیا جواب ملتا ہے! اِرشاد ہوا:

لَنْ تَرَانِیْ ۔(۲)

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۱۴۳

(۲) القرآن، الاعراف، ۷:۱۴۳

''تم مجھے (براہِ راست) ہرگز دیکھ نہ سکو گے۔''

پھر..... عشق کی بیتابی دیکھ کر، اُس نے حُسنِ ذات کی بجائے حُسنِ صفات کا صرف ایک نقاب اُلٹا مگر

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا(۱)

''پھر جب اُس کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حُسن کا) جلوہ فرمایا تو (شدتِ اَنوار سے) اُسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔''

موسیٰ زِ هوش رفت بیک پرتوِ صفات

رُوحِ بیتاب پکارنے لگی: اے حسنِ مطلق! بیشک تو ہی حسین و جمیل ہے اور تو حسن و جمال سے محبت کرتا ہے، لیکن آنکھیں ترس گئی ہیں کہ تیرے حسنِ کامل کا نظارہ کسی پیکرِ محسوس میں دِکھائی دے تو اُسے دیکھیں۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر! نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اے لامکاں میں بسنے والے حسنِ تمام! عالمِ مکاں میں بھی اپنے حسنِ کامل کی جلوہ سامانی کر۔ تو عالمِ ہوّیت میں تو نور فگن ہے ہی، مطلعِ بشریت کو بھی اپنے پرتوِ حُسن و نور سے روشن کر۔ تو حسنِ بے مثال ہے، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اُس کے جیسا کوئی نہیں) کا مصداق تیرا ہی جمال ہے، تو ہی ہے جو کسی کے حسنِ سراپا کو اپنی شانِ مظہریت سے نوازتا ہے تاکہ عاشقانِ صادِق عالمِ ہست و بود میں تیرے حسن کا نقشِ کامل دیکھ سکیں، تیرے نور کا مظہرِ اَتمّ دیکھ سکیں۔ حریمِ ناز سے صدا آتی ہے: اَے حسن و جمالِ حق کے متلاشی! تیری تلاش تجھے مل چکی، تیرا سوال پورا ہو چکا، تیری مُراد بر آ چکی۔ اے متلاشیٔ حسنِ مطلق! یوں تو ہر سُو میرے ہی حسن کے جلوے ہیں:

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ(۲)

(۱) القرآن، الاعراف، ۷:۱۴۳

(۲) القرآن، البقرہ، ۲:۱۱۵

’’تم جدھر بھی رُخ کرو اُدھر ہی اللہ کی توجہ ہے (یعنی ہر سمت ہی اللہ کی ذات جلوہ گر ہے)۔‘‘

لیکن میرے محبوبِ مکرم **محمد** ﷺ کا حسنِ سراپا عالمِ خلق میں میرے پرتوِ حسن کی کامل جلوہ گاہ ہے۔ **محمد** ﷺ کے مطلعِ ذات پر میرا آفتابِ حُسن شباب پر ہے۔ اُس پیکرِ حسن و نور کو دیکھ، یہی مظہرِ حسنِ حقیقت ہے اور یہی منظرِ جمالِ مطلق۔

جب یہ حقیقت واضح ہو چکی تو آؤ اُس حسنِ سراپا کی بات کریں جس سے مُردہ دِلوں کو زندگی، پژمُردہ رُوحوں کو تازگی و شیفتگی اور بے سکون ذِہنوں کو اَمن و آشتی کی دولت میسر آتی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے حضرتِ اِنسان کو اَشرفُ المخلوقات بنایا ہے اور اُس کی تخلیق و تقویم بہترین شکل وصورت میں فرمائی ہے، اِرشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍO (۱)

’’بیشک ہم نے اِنسان کو بہترین (اِعتدال اور توازُن والی) ساخت میں پیدا فرمایاo‘‘

اِس آیۂ کریمہ کا مفہوم بصراحت اِس اَمر پر دلالت کر رہا ہے کہ خلاّقِ عالم نے اِنسان کو دِیگر اَوصاف کے علاوہ بہترین شکل وصورت عطا فرمائی ہے اور اُسے بہ اِعتبارِ حسنِ صورت کائنات میں تخلیق کردہ ہر ذِی رُوح پر فوقیت اور برتری سے نوازا ہے۔

اِنسان حسنِ صورت و سیرت کا حسین اِمتزاج ہے

اِنسانی شخصیت کے دو پہلو ہیں: ایک ظاہر اور دُوسرا باطن۔ ظاہری پہلو اَعضاء و جوارِح سے تشکیل پاتا ہے۔ اِس تشکیل و ترتیب میں سر سے پاؤں تک تمام اَعضاء کے باہمی تناسب سے جو ہیئت ہمارے سامنے آتی ہے اُسے شکل وصورت کا نام دیا جاتا ہے۔ اَعضاء کے تناسب میں اگر اِعتدال و توازُن کارفرما ہو اور کوئی عضو ایسا نہ ہو جو بے جوڑ ہونے کی بنا پر اِنسانی جسم میں بے اِعتدالی کا مظہر قرار پائے تو ایسی صورت بلاشبہ حسین

(۱) القرآن، التین، ۹۵:۴

صورت سے تعبیر کی جائے گی جبکہ اِنسان کی باطنی شخصیت میں اَوصاف حمیدہ اور پسندیدہ عادات وخصائل کا جمع ہو جانا حسنِ سیرت کہلاتا ہے۔

تاریخ کے مختلف اَدوار میں اُن تمام برگزیدہ انبیاء و رُسل کی شخصیات، جو راہِ اِنسانیت سے ہٹے ہوئے لوگوں کی رُشد و ہدایت پر مامور ہوتے رہے، حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کا حسین اِمتزاج ہیں۔ یہ وہ اَفراد تھے جن کا مقصدِ بعثت اور نصبُ العین ہر دَور میں گمراہی و ضلالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے اِنسانوں کو نورِ ہدایت سے حق و راستی کی جانب رہنمائی عطا کرنا تھا۔ اِس لئے اُن کے باطن کے ساتھ ساتھ اُن کے ظاہر کو بھی ہمیشہ پُرکشش بنایا گیا تاکہ لوگوں کی طبیعتیں مکمل طور پر اُن کی طرف راغب اور مانوس ہوں۔

اِس بزمِ ہستی میں وہ مبارک شخصیت جس میں حسنِ صورت اور حسنِ سیرت کے تمام محامد و محاسن بدرجۂ اَتمّ سمو دیئے گئے، پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اگر تمام ظاہری و باطنی محاسن کو ایک وُجود میں مجتمع کر دیا جائے اور شخصی حُسن و جمال کے تمام مظاہر جو جہانِ آب و گِل میں ہر سُو منتشر دِکھائی دیتے ہیں، ایک پیکر میں اِس طرح یکجا دِکھائی دیں کہ اُس سے بہتر ترکیب و تشکیل ناممکن ہو تو وہ حُسن و جمال کا پیکرِ اَتمّ **محمد مصطفیٰ** ﷺ کے وجود میں ڈھلتا نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عالمِ اِنسانیت میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات نبیٔ آخر الزماں ﷺ بحیثیتِ عبدِ کامل ظاہری و باطنی حسن و جمال کے اُس مرتبۂ کمال پر فائز ہیں جہاں سے ہر حسین کو خیراتِ حُسن مل رہی ہے۔ حُسن و جمال کے سب نقش و نگار آپ ﷺ کی صورتِ اَقدس میں بدرجۂ اَتمّ اِس خوبی سے مجتمع کر دیئے گئے ہیں کہ ازل تا اَبد اِس خاکدانِ ہستی میں ایسی مثال ملنا ناممکن ہے۔ گویا عالمِ بشریت میں آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات جامعِ کمالات بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی اور آپ ﷺ ہی وہ شاہکار قرار پائے جسے دیکھ کر دِل و نگاہ پکار اُٹھتے ہیں:

زِ فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

باب اَوّل

پیکرِ حسن و جمال

جان لینا چاہئے کہ سرورِ دوعالم ﷺ کے علوِ مرتبت، رُوحانی کمالات و خصائص اور باطنی فضائل و محامد کے علاوہ آپ ﷺ کا بے مثل حسن و جمال بھی آپ ﷺ کا زِندۂ جاوید معجزہ ہے، جس کا تذکرہ کم و بیش سیرت کی تمام کتب میں موجود ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم آپ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کو جاننے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی صورتِ طیبہ کا ایک تحریری مرقع دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ سیرت کے ساتھ صورت سے بھی پیار پیدا ہو۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت بھی ہے کہ صورت، سیرت کی عکاس ہوتی ہے اور ظاہر سے باطن کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کیونکہ اِنسان کا چہرہ اُس کے مَن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پہلی نظر ہمیشہ کسی شخصیت کے چہرے پر پڑتی ہے، اُس کے بعد سیرت و کردار کو جاننے کی خواہش دِل میں جنم لیتی ہے۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اَحوال و فضائل اس نقطۂ نظر سے معلوم کرنے سے پہلے یہ جاننے کی خواہش فطری طور پر پیدا ہوتی ہے کہ اُس مبارک ہستی ﷺ کا سراپا، قد و قامت اور شکل وصورت کیسی تھی، جس کے فیضانِ نظر سے تہذیب وتمدّن سے نا آشنا خطہ ایک مختصر سے عرصے میں رشکِ ماہ و اَنجم بن گیا، جس کی تعلیمات اور سیرت و کردار کی روشنی نے جاہلیت اور توّہم پرستی کے تمام تیرہ و تار پردے چاک کر دیئے اور جس کے حیات آفریں پیغام نے چہار دانگِ عالم کی کایا پلٹ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ خداوندی نے اُس عبدِ کامل اور فخرِ نوعِ اِنسانی کی ذاتِ اَقدس کو جملہ اَوصافِ سیرت سے مالا مال کر دینے سے پہلے آپ ﷺ کی شخصیت کو ظاہری حُسن کا وہ لازوال جوہر عطا کر دیا تھا کہ آپ ﷺ کا حسنِ صورت بھی حسنِ سیرت ہی کا ایک باب بن گیا تھا۔ سرورِ کائنات

حضرت **محمد** ﷺ کے حسنِ سراپا کا ایک لفظی مرقع صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ جو شخص بھی آپ ﷺ کو پہلی مرتبہ دور سے دیکھتا تو مبہوت ہو جاتا اور قریب سے دیکھتا تو مسحور ہو جاتا۔

۱۔ افضلیت و اکملیت کا معیارِ آخر

حضور نبیٔ اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب اور مقرب نبی ہیں، اِس لئے باری تعالیٰ نے اَنبیائے سابقین کے جملہ شمائل وخصائص اور محامد ومحاسن آپ ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں اِس طرح جمع فرما دیئے کہ آپ ﷺ افضلیت و اکملیت کا معیارِ آخر قرار پائے۔ اِس لحاظ سے حسن و جمال کا معیارِ آخر بھی آپ ﷺ ہی کی ذات ہے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی اِس شانِ جامعیت و کاملیت کے بارے میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ۔ (۱)

’’(یہی) وہ لوگ (پیغمبرانِ خدا) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، پس (اے رسولِ آخرالزماں!) آپ اُن کے (فضیلت والے سب) طریقوں (کو اپنی سیرت میں جمع کر کے اُن) کی پیروی کریں (تاکہ آپ کی ذات میں اُن تمام انبیاء ورُسل کے فضائل و کمالات یکجا ہو جائیں)۔‘‘

آیتِ مبارکہ میں ہدایت سے مُراد انبیائے سابقہ کے شرعی اَحکام نہیں کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی منسوخ ہو چکے ہیں، بلکہ اِس سے مُراد وہ اَخلاقِ کریمانہ اور کمالاتِ پیغمبرانہ ہیں جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو تمام مخلوق پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ وہ کمالات و اِمتیازات جو دِیگر انبیاء علیہم السلام کی شخصیات میں فرداً فرداً موجود تھے آپ ﷺ میں وہ سارے کے سارے جمع کر دیئے گئے اور اِس طرح حضور نبیٔ اکرم ﷺ جملہ کمالاتِ

(۱) القرآن، الانعام، ۶: ۹۰

نبوّت کے جامع قرار پا گئے۔

۱۔ **علامہ آلوسی** رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کے تحت اِمام قطبُ الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

أنه يتعين أن الإقتداء المأمور به ليس إلا فی الأخلاق الفاضلة و الصفات الكاملة، كالحلم و الصبر و الزهد و كثرة الشكر و التضرع و نحوها، و يكون فی الآية دليل على أنه ﷺ أفضل منهم قطعا لتضمنها، أن الله تعالٰی هدى أولئك الأنبياء عليهم الصلٰوة و السلام إلٰی فضائل الأخلاق و صفات الكمال، و حيث أمر رسول الله ﷺ أن يقتدى بهداهم جميعًا امتنع للعصمة أن يقال: أنه لم يتمثل، فلا بدّ أن يقال: أنه عليه الصلوٰة والسلام قد امتثل و أتى بجميع ذالك، و حصل تلك الأخلاق الفاضلة التی فی جميعهم، فاجتمع فيه من خصال الكمال ما كان متفرقاً فيهم، و حينئذٍ يكون أفضل من جميعهم قطعا، كما أنه أفضل مِن كل واحدٍ منهم۔(۱)

’’یہ اَمر طے شدہ ہے کہ اِس آیت میں شریعت کے اَحکام کی اِقتداء کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اَخلاقِ حسنہ اور صفاتِ کاملہ مثلاً حلم، صبر، زُہد، کثرتِ شکر، عجز و اِنکساری وغیرہ کے حاصل کرنے کا حکم ہے۔ یہ آیتِ مقدسہ اِس اَمر پر قطعی دلیل کا درجہ رکھتی ہے کہ اِس اِعتبار سے حضور ﷺ تمام انبیاء ورُسل سے اَفضل و اَعلیٰ ہیں کیونکہ ربِ کائنات نے جو اَوصاف اور فضیلتیں اُن نبیوں اور رسولوں کو عطا کی ہیں اُن کے حصول کا آپ ﷺ کو حکم فرمایا گیا ہے، حضور ﷺ کی عصمت کے پیشِ نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ ﷺ نے اُن (فضیلتوں) کو حاصل نہیں کیا

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۷: ۲۱۷

بلکہ یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے وہ خصائص اور کمالات جو دِیگر انبیاء و رُسل میں جدا جدا تھے اُن سب کو اپنی سیرت و کردار کا حصہ بنا لیا، اِس لئے حضور ﷺ جس طرح ہر نبی سے اُس کے اِنفرادی کمالات کے اعتبار سے اَفضل ہوئے اُسی طرح تمام انبیاء و رُسل سے اُن کے اِجتماعی کمالات کے اعتبار سے بھی افضل قرار پائے۔''

درجِ بالا عبارت تحریر کرنے کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو إستنباطٌ حسنٌ۔

''یہ بہت ہی خوبصورت اِستنباط ہے۔''

۲۔ آیتِ مذکورہ کے حوالے سے اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إحتج العلماء بهذه الآية علٰى أن رسولنا ﷺ أفضل من جميع الأنبياء عليهم السلام۔(۱)

''اہلِ علم نے اِس آیتِ مقدسہ سے اِستدلال کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے اَفضل ہیں۔''

۳۔ اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اِس موقف کی وجہِ اِستدلال کا ذِکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أنه تعالٰى لما ذكر الكل أمر محمداً عليه الصلوة والسلام بأن يقتدى بهم بأسرهم، فكان التقدير كأنه تعالٰى أمر محمداً ﷺ أن يجمع من خصال العبودية و الطاعة كل الصفات التى كانت مفرقة فيهم بأجمعهم۔(۲)

''آیتِ مذکورہ سے قبل اللہ رب العزت نے دیگر جلیل القدر انبیاء و رسل کا

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۳:۷۰

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۱۳:۷۱

اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ذِکر فرمایا اور آخر میں حضور ﷺ کو یہ حکم دیا کہ (محبوب!) اُن (انبیاء و رُسل) کی ذواتِ مطہرہ میں جو بھی فرداً فرداً اَوصافِ حمیدہ ہیں اُن اَوصافِ حمیدہ کو اپنی ذات کے اندر جمع فرما لیجئے۔''

اِمام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر آیتِ مذکورہ کا مفہوم اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فكأنه سبحانه قال: "إنا أطلعناك على أحوالهم و سيرهم، فاختر أنت منها أجودها و أحسنها، وكن مقتديا بهم فى كلها'' و هذا يقتضى أنه اجتمع فيه من الخصال المرضية ما كان متفرقاً فيهم فوجب أن يكون أفضل منهم.(۱)

''گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے نبیِ مکرم! ہم نے آپ کو انبیاء و رُسل کے اَحوال اور سیرت و کردار سے آگاہ کر دیا۔ اَب آپ ان تمام (انبیاء و رُسل) کی سیرت و کردار کو اپنی ذات میں جمع فرما لیں۔'' اِسی آیت سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ تمام اَخلاقِ حسنہ اور اَوصاف حمیدہ جو متفرق طور پر انبیاء و رُسل میں موجود تھے آپ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ میں اپنے شباب و کمال کے ساتھ جمع ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو تمام انبیاء و رُسل سے اَفضل ماننا لازمی ہے۔''

۴۔ رسولِ اوّل و آخر ﷺ کے محامد و محاسن کے ضمن میں شیخ عبدالحق محدث دِہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

آں حضرت ﷺ را فضائل و کمالات بود، که اگر مجموع فضائلِ انبیاء صلوات اللہ علیہم اجمعین را در جنب آن بنہند راجح آید۔(۲)

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۶: ۱۹۶

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح سفر السعادت: ۴۴۲

''حضور ﷺ کے محاسن و فضائل اِس طرح جامعیت کے مظہر ہیں کہ کسی بھی تقابل کی صورت میں آپ ﷺ کے محاسن وفضائل کو ہی ترجیح حاصل ہوگی۔''

اِس کائناتی سچائی کے بارے میں کوئی دُوسری رائے ہی نہیں کہ جملہ محامد ومحاسن اور فضائل و خصائل جس شان اور اِعزاز کے ساتھ آقائے محتشم ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں ہیں اِس شان اور اِعزاز کے ساتھ کسی دُوسرے نبی یا رسول کی ذات میں موجود نہ تھے۔

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

خلائق درکمالاتِ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام حیران، و انبیاء همه در ذاتِ وے۔ کمالاتِ انبیاءِ دیگر محدود و معین است، اما ایں جا تعین و تحدید نگنجد و خیال و قیاس را بدرکِ کمالِ وے را نه بود۔(۱)

''(اللہ رب العزت کی) تمام مخلوقات کمالاتِ انبیاءعلیہم السلام میں اور تمام انبیاء و رُسل حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں متحیر ہیں۔ دِیگر انبیاء و رُسل کے کمالات محدُود اور متعین ہیں، جبکہ حضور ﷺ کے محاسن و فضائل کی کوئی حد ہی نہیں، بلکہ ان تک کسی کے خیال کی پرواز ہی ممکن نہیں۔''

۲۔ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہورِ کامل

حضور سرورِ کونین ﷺ کی ذات حسن وکمال کا سرچشمہ ہے۔ کائناتِ حُسن کا ہر ہر ذرّہ دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ کا ادنیٰ سا بھکاری ہے۔ چمنِ دہر کی تمام رعنائیاں آپ ﷺ ہی کے دم قدم سے ہیں۔ ربِ کریم نے آپ ﷺ کو وہ جمالِ بے مثال عطا فرمایا کہ اگر اُس کا ظہورِ کامل ہو جاتا تو اِنسانی آنکھ اُس کے جلووں کی تاب نہ لاسکتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے کمالِ حسن و جمال کو نہایت ہی خوبصورت اَنداز میں بیان کیا ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مرج البحرین

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأيتُ رسول اللهﷺ في ليلة إضحيان، فجعلت أنظر إلى رسول اللهﷺ و إلى القمر، و عليه حلة حمراء، فإذا هو عندي أحسن من القمر۔(۱)

’’ایک رات چاند پورے جوبن پر تھا اور اِدھر حضور ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ اُس وقت آپ ﷺ سرخ دھاری دار چادر میں ملبوس تھے۔ اُس رات کبھی میں رسول اللہ ﷺ کے حسنِ طلعت پر نظر ڈالتا تھا اور کبھی چمکتے ہوئے چاند پر، پس میرے نزدیک حضور ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین لگ رہے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيتُ من ذي لمة أحسن في حلّة حمراء من رسول اللهﷺ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۱۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۱
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۹، رقم: ۱۰
۳۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۴، مقدمہ، رقم: ۵۷
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۱۳: ۴۶۴، رقم: ۷۴۷۷
۵۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۹۶
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۰، رقم: ۱۴۱۷
۷۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۶۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۵
۴۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۸۱، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۸۳
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۴

’’میں نے کوئی زلفوں والا شخص سرخ جوڑا پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔‘‘

۳۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا:

أکان وجه رسول اللهﷺ مثل السیف؟

’’کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک تلوار کی مثل تھا؟‘‘

تو اُنہوں نے کہا:

لا، بل مثل القمر۔(۱)

’’نہیں‘‘، بلکہ مثلِ ماہتاب تھا۔‘‘

۴۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی بعداز وِلادت پہلی زیارت کے تأثرات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

……۶۔ دارمی، السنن، ۱:۳۳

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۰۰

۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۲:۱۶۰

۹۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۴۱۲، رقم: ۹۳۲۵

۱۰۔ نسائی، السنن، ۸:۱۸۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۳۳

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۰

۱۲۔ ابن قدامہ، المغنی، ۱:۳۴۱

۱۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۵۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، أبواب المناقب، رقم: ۳۶۳۶

۳۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۹

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۸۱

فأشفقتُ أن أوقظه من نومه لحسنه و جماله، فدنوتُ منه رويداً، فوضعتُ يدی علی صدره فتبسّم ضاحکاً، ففتح عينيه ينظر إلیّ، فخرج من عينيه نورٌ حتی دخل خلال السماء۔(۱)

''حضور ﷺ کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا پس میں آہستہ سے ان کے قریب ہوگئی۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ مبارک پر رکھا پس آپ ﷺ مسکرا کر ہنس پڑے اور آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھنے لگے۔ حضور ﷺ کی آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان کی بلندیوں میں پھیل گیا۔''

۵۔ حضور ﷺ کے حسنِ دلرُبا کو چاندی سے ڈھال کر بنائی گئی دِیدہ زیب اشیاء سے تشبیہ دیتے ہوئے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ كأنّما صِيغَ من فضة۔(۲)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ (مجموعی جسمانی حسن کے لحاظ سے) یوں معلوم ہوتے تھے

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۸، رقم: ۶۲۸۷
۶۔ دارمی، السنن، ۱:۴۵، رقم: ۶۴
۷۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱۳:۴۵۱، رقم: ۷۴۵۶
۸۔ رویانی، المسند، ۱:۲۲۵، رقم: ۳۱۰
۹۔ ابن الجعد، المسند، ۱:۳۷۵، رقم: ۲۵۷۲
۱۰۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱:۱۰
۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۷
۱۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴:۳۸۱
۱۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۷۳، رقم: ۳۳۵۹
۱۴۔ ابو علا مبارک پوری، تحفۃ الاحوذی، ۱۰:۸۰
(۱) نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۹
(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۴۱

گویا چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔‘‘

۳۔ کسی آنکھ میں مشاہدۂ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ تھی

ربِ کائنات نے وہ آنکھ تخلیق ہی نہیں کی جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے حسن و جمال کا مکمل طور پر مشاہدہ کر سکے۔ اَنوارِ محمدی ﷺ کو اس لئے پردوں میں رکھا گیا کہ اِنسانی آنکھ جمالِ مصطفےٰ ﷺ کی تاب ہی نہیں لا سکتی۔ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ کا حقیقی حسن و جمال مخلوق سے مخفی رکھا۔

۱۔ اِمام زرقانی نے اپنی کتاب میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایمان افروز قول نقل کیا ہے:

لم يظهر لنا تمام حسنهﷺ، لأنّه لو ظهر لنا تمام حسنه لما أطاقت أعيننا رؤيتهﷺ (۱)

’’حضور کا حسن و جمال مکمل طور پر ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا اور اگر آقائے کائنات ﷺ کا تمام حسن و جمال ہم پر ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں حضور ﷺ کے جلوؤں کا نظارہ کرنے سے قاصر رہتیں۔‘‘

۲۔ قولِ مذکور کے حوالے سے اِمام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ حافظ اِبن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا

------ ۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۱۲

۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۰: ۲۹۷، رقم: ۵۴۳۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۹

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲

۶۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۶۹

(۱) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵: ۲۴۱

قول نقل کرتے ہیں:

وَ ما أحسن قول بعضهم: لم يظهر لنا تمام حسنه ﷺ۔(۱)

''بعض ائمہ کا یہ کہنا کہ حضور ﷺ کا تمام حسن و جمال ہم (یعنی مخلوق) پر ظاہر نہیں کیا گیا نہایت ہی حسین وجمیل قول ہے۔''

۱۔ نبیٔ بے مثال ﷺ کے حسن و جمال کا ذکرِ جمیل حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اِن اَلفاظ میں کرتے ہیں:

وَ ما كان أحد أحبّ إليّ مِن رسول الله ﷺ و لا أجل في عيني منه، و ما كنت أطيق أن أملأ عيني منه إجلالا لهٗ و لو سئلت أن أصفه ما أطقت لأني لم أكن أملأ عيني منه(۲)

''میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نگاہوں میں کوئی آپ ﷺ سے حسین تر تھا، میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے مقدس چہرہ کو اُس کے جلال و جمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ اگر کوئی مجھے آپ ﷺ کے محامد ومحاسن بیان کرنے کے لئے کہتا تو میں کیونکر ایسا کرسکتا تھا کیونکہ (حضور رحمت عالم ﷺ کے حسنِ جہاں آرا کی چمک دمک کی وجہ سے) آپ ﷺ کو آنکھ بھر کر دیکھنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔''

---

(۱) نبھانی، جواہر البحار،۲:۱۰۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۱۲، کتاب الإیمان، رقم: ۱۲۱

۲۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۷۰، ۷۱، رقم: ۲۰۰

۳۔ ابراہیم بن محمد الحسینی، البیان والتعریف، ۱:۱۵۷، رقم: ۴۱۸

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴:۲۵۹

۵۔ ابونعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، ۱:۱۹۰، رقم: ۳۱۵

۶۔ قاضی عیاض، الشفاء،۲:۳۰

۲۔ اِنسانی آنکھ کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اپنے آقا ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں دُرودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے وہ آپ ﷺ کا رُوئے منوّر دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے، وہ خود فرماتے ہیں:

لما نظرتُ إلی أنوارہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضعتُ کفی علی عینی خوفاً من ذھاب بصری۔(۱)

''میں نے جب حضور ﷺ کے اَنوار و تجلیات کا مُشاہدہ کیا تو اپنی ہتھیلی اپنی آنکھوں پر رکھ لی، اِس لئے کہ (رُوئے منوّر کی تابانیوں سے) کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے کمالِ حسن کو بڑے ہی دِلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِیْ
وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ (۲)

(آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ ﷺ سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔ آپ ﷺ کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے، (یوں دِکھائی دیتا ہے) جیسے آپ ﷺ کے ربّ نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ ﷺ کی صورت بنائی ہے۔)

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۲: ۴۵۰

(۲) حسان بن ثابت، دیوان: ۲۱

آنحضرت بتمام از فرق تا قدم همه نور بود، که دیدهٔ حیرت درجمالِ با کمالِ وی خیره میشد مثل ماه و آفتاب تاباں و روشن بود، و اگر نه نقاب بشریت پوشیده بودی هیچ کس را مجال نظر و اِدراكِ حسنِ اُو ممکن نبودی۔(۱)

''حضور رحمتِ عالم ﷺ سرِ انور سے لے کر قدمِ پاک تک نور ہی نور تھے، آپ ﷺ کے حُسن و جمال کا نظارہ کرنے والے کی آنکھیں چندھیا جاتیں، آپ ﷺ کا جسمِ اَطہر چاند اور سورج کی طرح منوّر و تاباں تھا۔ اگر آپ ﷺ کے جلوہ ہائے حسن لباس بشری میں مستور نہ ہوتے تو رُوئے منوّر کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا ناممکن ہو جاتا۔''

۶۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علماءِ محققین کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أنَّ جمال نبينا ﷺ كان في غاية الكمال ..... لكن الله سترعن أصحابه كثيرًا من ذالك الجمال الزاهر و الكمال الباهر، إذ لو برز إليهم لصعب النظر إليه عليهم۔(۲)

''ہمارے نبی اکرم ﷺ کا حسن و جمالِ اَوجِ کمال پر تھا..... لیکن ربِ کائنات نے حضور ﷺ کے جمال کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخفی رکھا، اگر آپ ﷺ کا جمال پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا تو حضور ﷺ کے روئے تاباں کی طرف آنکھ اُٹھانا بھی مشکل ہو جاتا۔''

۷۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایک دُوسرے مقام پر 'قصیدہ بُردہ شریف' کی شرح میں لکھتے ہیں:

أنه إذا ذكر على ميت حقيقي صارحياً حاضراً، و إذا ذكر علىٰ

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۱:۱۳۷

(۲) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۲:۹

كافر و غافل جعل مؤمنا و هول ذاكرًا لكن الله تعالىٰ ستر جمال هذا الدر المكنون و كمال هذا الجوهر المصون لحكمة بالغة و نكتة سابقة و لعلها ليكون الايمان غيبيًّا و الأمور تكليفيًّا لا لشهود عينيا و العيان بديهيا أولئلا يصيرمزلقة لأقدام العوام و مزلة لتضر الجمال بمعرفة الملك العلّام ۔(۱)

''اگر خدائے رحیم و کریم حضور ﷺ کے اسمِ مبارک کی حقیقی برکات کو آج بھی ظاہر کردے تو اُس کی برکت سے مُردہ زندہ ہوجائے، کافر کے کفر کی تاریکیاں دُور ہوجائیں اور غافل دل ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوجائے لیکن ربِ کائنات نے اپنی حکمتِ کاملہ سے حضور ﷺ کے اِس اَنمول جوہر کے جمال پر پردہ ڈال دیا ہے، شاید ربِ کائنات کی یہ حکمت ہے کہ معاملات کے برعکس اِیمان بالغیب پردہ کی صورت میں ہی ممکن ہے اور مشاہدۂ حقیقت اُس کے منافی ہے۔ حضور ﷺ کے حسن و جمال کو مکمل طور پر اِس لئے بھی ظاہر نہیں کیا گیا کہ کہیں ناسمجھ لوگ غلوّ کا شکار ہوکر معرفتِ اِلٰہی سے ہی غافل نہ ہو جائیں۔''

۸۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو اُنہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بعض لوگ اُنہیں دیکھ کر بیہوش بھی ہو جاتے تھے، لیکن کیا سبب ہے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتیں۔ اس پر نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے اللہ نے غیرت کی وجہ سے میرا جمال لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اگر وہ کماحقہٗ آشکار ہو جاتا تو لوگوں پر محویت و بے خودی کا عالم اِس سے کہیں بڑھ کر طاری ہوتا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا کرتا تھا۔'' (۲)

(۱) ملا علی قاری، النزبدۃ فی شرح البردۃ: ۶۰

(۲) شاہ ولی اللہ، الدرّ الثمین: ۳۹

۹۔ اِمام محمد مہدی الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے الشیخ ابو محمد عبدالجلیل القصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

و حسن يوسف علیہ السلام وغيره جزء من حسنه، لأنه على صورة اسمه خلق، و لو لا أن الله تبارك و تعالىٰ ستر جمال صورة محمد ﷺ بالهيبة و الوقار، و أعمىٰ عنه آخرين لما استطاع أحد النظر إليه بهذه الأبصار الدنياوية الضعيفة(۱)

’’حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر حسینانِ عالم کا حسن و جمال حضور ﷺ کے حسن و جمال کے مقابلے میں محض ایک جز کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے اسم مبارک کی صورت پر پیدا کئے گئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حسن کو ہیبت اور وقار کے پردوں سے نہ ڈھانپا ہوتا اور کفار و مشرکین کو آپ ﷺ کے دیدار سے اندھا نہ کیا گیا ہوتا تو کوئی شخص آپ ﷺ کی طرف ان دنیاوی اور کمزور آنکھوں سے نہ دیکھ سکتا۔‘‘

۱۰۔ مولانا اشرف علی تھانوی شیم الحبیب کے حوالے سے اِس بات کی تائید یوں کرتے ہیں:

أقول: و أمَّا عَدَمُ تعشُّقِ العوام عليه كما كان على يوسف علیہ السلام فلغيرة الله تعالىٰ حتى لم يظهر جماله كما هو على غيره، كما أنه لم يظهر جمال يوسف كما هو إلا على يعقوب أو زليخا(۲)

’’میں کہتا ہوں کہ (باوُجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا آپ ﷺ پر اُس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرتِ الٰہی کے ہے کہ آپ ﷺ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا، جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت

(۱) محمد مہدی الفاسی، مطالع المسرّات: ۳۹۴

(۲) اشرف علی تھانوی، نشر الطیب: ۲۱۷

یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔‘‘

بقول شاعر:

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ ستر ہزار پردے
جہاں میں لاکھوں ہی طور بنتے جو اِک بھی اُٹھتا حجاب تیرا

۴۔ حسنِ سراپا کے بارے میں حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کا قول

سرخیلِ قافلۂ عشق حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رِوایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لئے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکارِ دوعالم ﷺ کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اُس عاشقِ زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وِصال کے بعد اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اُسے یہ خرقہ دے دینا اور اُسے میری اُمت کے لئے دعائے مغفرت کے لئے کہنا۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے وِصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے اُن کے آبائی وطن ’قرن‘ پہنچے اور اُنہیں آپ ﷺ کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی فخرِ موجودات ﷺ کا دِیدار بھی کیا ہے؟ اُنہوں نے اِثبات میں جواب دِیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَيَا مِن رسولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِلَّا ظِلَّهٗ۔ (۱)

’’تم نے حضور ﷺ کے حسن و جمال کا محض پرتو دیکھا ہے۔‘‘

(۱) نبھانی، جواہر البحار، ۳: ۶۷

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بعض صوفیا کرام کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال بعض الصوفية: أكثر الناس عرفوا اللهَ عزّ وجلّ و ما عرفوا رسول اللهِ ﷺ، لأنّ حجابَ البشريّةِ غطتْ أبصارَهم۔(۱)

''بعض صوفیا فرماتے ہیں: اکثر لوگوں نے اللہ ربّ العزت کا عرفان تو حاصل کرلیا لیکن حضور ﷺ کا عرفان اُنہیں حاصل نہ ہوسکا اِس لئے کہ بشریت کے حجاب نے اُن کی آنکھوں کو ڈھانپ رکھا تھا۔''

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ إنَّ مجموع نورهﷺ لو وضع على العرش لذاب ..... و لو جمعت المخلوقات كُلَّها و وضع عليها ذٰلِكَ النور العظيم لتهافتت و تساقطت۔(۲)

''اگر حضور ﷺ کے نورِ کامل کو عرشِ عظیم پر ظاہر کردیا جاتا تو وہ بھی پگھل جاتا۔ اِس طرح اگر تمام مخلوقات کو جمع کرکے اُن پر حضور ﷺ کے اَنوارِ مقدّسہ کو ظاہر کردیا جاتا تو وہ فنا ہوجاتے۔''

سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟

شیخ عبدالحق محدّث دِہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِسی بات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انبياء مخلوق اند از أسماءِ ذاتيه حق و أولياء از أسماءِ صفاتيه و بقيه كائنات از صفاتِ فعليه و سيد رسل مخلوق ست از ذاتِ حق و ظهورِ حق در وے بالذات ست۔(۳)

''تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام تخلیق میں اللہ ربّ العزت کے اَسمائے ذاتیہ کے

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۱۰

(۲) عبدالعزیز دباغ، الابریز: ۲۷۲

(۳) محدث دہلوی، مدارج النبوۃ، ۲: ۷۱

فیض کا پرتو ہیں اور اولیاء (اللہ کے) اَسمائے صفاتیہ کا اور باقی تمام مخلوقات صفاتِ فعلیہ کا پَرتَو ہیں لیکن سید المرسلین ﷺ کی تخلیق ذاتِ حق تعالیٰ کے فیض سے ہوئی اور حضور ﷺ ہی کی ذات میں اللہ ربّ العزت کی شان کا بالذّات ظہور ہوا۔‘‘

اِسی مسئلے پر اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لمّا تعلّقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه و تقدير رزقه، أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية فى الحضرة الأحدية، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها و سفلها على صورة حكمه(۱)

’’جب خدائے بزرگ و برتر نے عالم خلق کو ظہور بخشنے اور اپنے پیمانۂ عطا کو جاری فرمانے کا ارادہ کیا تو اپنے انوارِ صمدیت سے براہ راست حقیقتِ محمدیہ ﷺ کو بارگاہِ احدیت میں ظاہر فرمایا اور پھر اس ظہور کے فیض سے تمام عالم پست و بالا کو اپنے امر کے مطابق تخلیق فرمایا۔‘‘

اِسی لئے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا تھا:

يا أبابكر! و الذى بعثنى بالحق! لم يعلمنى حقيقةً غير ربى(۲)

’’اے ابوبکر! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت میرے پروردگار کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔‘‘

حضور ﷺ کا فرمان مذکورہ بالا تمام اَقوال کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ اُن پر مہرِ تصدیق بھی ثبت کرتا ہے۔

۵۔ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کا راز دان

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کی حقیقت کو

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱: ۵۵

(۲) محمد فاسی، مطالع المسرات: ۱۲۹

اپنی مخلوقات سے مخفی رکھا اور تجلیاتِ مصطفیٰ ﷺ کو پردوں میں مستور فرمایا، اِسی طرح آپ ﷺ کے اوصافِ ظاہری کو بھی وہی پروردگارِ عالم خوب جانتا ہے۔ محدثین، مفسرین اور علمائے حق کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کے اوصافِ ظاہری کی حقیقت بھی مکمل طور پر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ بطور تمثیل ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ رسولِ محتشم ﷺ کی حقیقت کو اُن کے خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

۱۔ امام ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و من وصفه ﷺ فإنما وصفه على سبيل التمثيل وإلا فلا يعلم أحد حقيقة وصفه إلا خالقه (۱)

’’جس کسی نے حضور ﷺ کے اَوصاف بیان کئے بطور تمثیل ہی کئے ہیں، اُن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا۔‘‘

۲۔ امام علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كانت صفاته ﷺ الظاهرة لا تدرك حقائقها ۔(۲)

’’حضور ﷺ کی صفاتِ ظاہرہ کے حقائق کا اِدراک بھی ممکن نہیں۔‘‘

۳۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه التشبيهات الواردة في حقه عليه الصلوة والسلام إنما هي على سبيل التقريب و التمثيل و إلا فذاته أعلى۔(۳)

’’اَسلاف نے آقا ﷺ کے اَوصاف کا جو تذکرہ کیا ہے یہ بطورِ تمثیل ہے، ورنہ

(۱) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۴

(۳) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱: ۲۴۹

آقا ﷺ کی ذاتِ اقدس اور مقام اُس سے بہت بلند ہے۔‘‘

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مرا در تکلم در اَحوال و صفاتِ ذاتِ شریفِ وی و تحقیق آں حرجے تمام است که آں مُتشابه ترین مُتشابہات است نزدِ من که تأویلِ آں ہیچ کس جُز خدا نداند و ہر کسے ہر چه گوید بر قدر و اندازۂ فہم و دانش گوید و اُو ﷺ از فہم و دانشِ تمام عالم برتر است۔ (۱)

’’میں نے حضور علیہ السلام کے محامد و محاسن پر اِظہارِ خیال کرتے ہوئے ہمیشہ ہچکچاہٹ محسوس کی ہے، کیونکہ (میں سمجھتا ہوں کہ) وہ ایسے اہم ترین متشابہات میں سے ہیں کہ اُن کی حقیقت پروردگارِ عالم کے سوا کوئی دُوسرا نہیں جانتا۔ جس نے بھی حضور ﷺ کی توصیف بیان کی اُس نے اپنے فہم و فراست کے مطابق بیان کی اور حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس تمام اہلِ عالم کی فہم و دانش سے بالا ہے۔‘‘

۶۔ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ اور تقاضائے اِیمان

اَقلیمِ رسالت کے تاجدار حضور رسالت مآب ﷺ مسندِ محبوبیت پر یکتا و تنہا جلوہ اَفروز ہیں۔ آپ ﷺ کا باطن بھی حسنِ بے مثال کا مرقع اور ظاہر بھی اَنوار و تجلیات کا آئینہ دار ہے۔ جہاں نقطۂ کمال کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی اِبتدا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال کو بے مثل ماننا اِیمان و اِیقان کا بنیادی جزو ہے۔ کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبیٔ بے مثال ﷺ کو باعتبار صورت و سیرت اِس کائناتِ ہست و بود کی تمام مخلوقات سے اَفضل و اَکمل تسلیم نہ

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شرح فتوح الغیب: ۳۴۰

کرلے۔

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من تمام الإيمان به إعتقادٌ أنه لم يجتمع فِيْ بَدَنِ آدمی من المحاسن الظاهرة الدالة على محاسنه الباطنة، ما اجتمع فی بَدَنِهٖ عليه الصلوة و السلام۔(۱)

''کسی شخص کا اِیمان اُس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ اِعتقاد نہ رکھے کہ بلاشبہ آپ ﷺ کے وُجودِ اَقدس میں ظاہری و باطنی محاسن و کمالات ہر شخص کی ظاہری و باطنی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں۔''

۲۔ شیخ اِبراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و مِمَّا يتعيّن على كلّ مكلّف أن يعتقد أنّ الله سبحانه تعالى أوجد خَلْقَ بدنه ﷺ على وجه لم يُوجد قبله ولا بعده مثله(۲)

''مسلمانانِ عالم اِس بات پر متفق ہیں کہ ہر شخص کے لئے سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ ربِ کائنات نے حضور ﷺ کے بدنِ اطہر کو اِس شان سے تخلیق فرمایا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی کو آپ ﷺ کے مثل نہ بنایا۔''

۳۔ اِمام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

إنّ من تمام الإيمان به ﷺ الإيمان بأنّ الله تعالىٰ جعل خلق بدنه الشريف على وجه لم يظهر قَبْلَهٗ و لا بعده خلق آدمی

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۰

(۲) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۴

مثلہ ﷺ۔(۱)

’’یہ یقینی اور قطعی بات ہے کہ اِیمان کی تکمیل کے لئے (بندۂ مومن کا) یہ اِعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو حضور ﷺ سے پہلے اور نہ بعد میں ہی کسی کو آپ ﷺ کی مثل حسین وجمیل بنایا۔‘‘

۴۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر اِیمان کی تکمیل کے موضوع پر اِمام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مِن تمامِ الإيمان به عليه الصلوة و السلام: الإيمان به بأنّه سبحانهٗ خلق جسدهٗ على وجهٍ لم يظهرْ قبلهٗ و لا بعدهٗ مِثلهٗ(۲)

’’اِیمان کی تکمیل کے لئے اِس بات پر اِیمان لانا ضروری ہے کہ ربِ کائنات نے حضور ﷺ کا وُجودِ اقدس حسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال تخلیق فرمایا ہے۔‘‘

۵۔ اِمام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و قد صرّحوا بأنّ مِن كمال الإيمان إعتقاد أنه لم يجتمعْ فى بدن إنسان من المحاسن الظاهرة، ما اجتمع فى بدنه ﷺ۔(۳)

’’تمام علماء نے اِس اَمر کی تصریح کر دی ہے کہ کسی اِنسان کا اِیمان اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ کی ذاتِ اَقدس میں پائے جانے والے محامد و محاسن کا کسی دُوسرے شخص میں موجود ہونا ممکن ہی نہیں۔‘‘

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۱:۲۴۸

(۲) سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۷

(۳) مناوی، شرح الشمائل برحاشیہ جمع الوسائل، ۱:۲۲

۶۔ مذکورہ عقیدے پر پختہ یقین رکھنے کے حوالے سے حافظ ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

انه يجب عليك أن تعتقد أنّ من تمام الإيمان به عليه الصلوة و السلام: الإيمان بأن الله تعالٰى أوجد خلق بدنه الشريف على وجه، لم يظهر قبله و لا بعده فى آدمى مثله ﷺ(۱)

''(اے مسلمان!) تیرے اُوپر واجب ہے کہ تو اِس اِعتقاد کو حضور ﷺ پر اِیمانِ کامل کا تقاضا سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضور ﷺ کے جسم مبارک کو حسین وجمیل اور کامل بنایا ہے اُس طرح آپ ﷺ سے پہلے یا بعد میں کسی بھی شخص کو نہیں بنایا۔''

۷۔ پیکرِ مقدّس کی رنگت

نبیٔ اکرم ﷺ کے جسمِ مبارک کی رنگت سفید تھی، لیکن یہ دودھ اور چونے جیسی سفیدی نہ تھی بلکہ ملاحت آمیز سفیدی تھی جو سُرخی مائل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی رنگت کو چاندی اور گلاب کے حسین امتزاج سے نسبت دی ہے، کسی نے سفید مائل بہ سُرخی کہا ہے اور کسی نے سفید گندم گوں بیان کیا ہے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان أنورهم لونًا۔(۲)

''حضور ﷺ رنگ روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ پُرنور تھے۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جسمِ اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

---

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۲:۱۰۱

(۲) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۰۰

كان رسول اللهﷺ أحسن الناس لوناً۔(۱)

''حضور ﷺ رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔''

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

كان رسول اللهﷺ أزهر اللون۔(۲)

''حضور ﷺ کا رنگ سفید چمکدار تھا۔''

۴۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے:

و لا بالأبيض الأمهق و ليس بالادم۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۱

۲۔ یہی روایت ابن سعد نے 'الطبقات الکبریٰ (۱:۹۴۱۵)' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۴۵، رقم: ۶۱

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۲۸

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۳، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۵

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۹۸، رقم: ۶۳۸۷

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۴۰۹، رقم: ۹۳۱۰

۶۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱:۲۰۵، رقم: ۳۲۸

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۸، رقم: ۱۴۱۲

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۳، ۴۱۸

۹۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۶۹، رقم: ۳۳۵۴

۱۰۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۱، رقم: ۱۷

۱۱۔ طبری، تاریخ، ۲:۲۲۱

’’آپ ﷺ کا رنگ نہ تو بالکل سفید اور نہ ہی گندمی تھا۔‘‘

۵۔ حضرت جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ کو جب یہ کہتے سنا:

رأیتُ رسول اللہ ﷺ و ما علی وجه الأرض رجل رأه غیری۔

’’میں نے رسولِ محتشم ﷺ کی زیارت کی ہے اور آج میرے سوا پوری دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسے حضور ﷺ کی زیارت کا شرف نصیب ہوا ہو۔‘‘

تو میں عرض پرداز ہوا:

فکیف رأیته؟

آپ نے حضور ﷺ کو کیسا دیکھا؟

تو اُنہوں نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا:

کان أبیض ملیحا مقصَّدًا۔(۱)

’’حضور ﷺ کا رنگ مبارک سفید، جاذبِ نظر اور قد میانہ تھا۔‘‘

۷۔ امام ترمذی حضرت ابوطفیل رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کرتے ہیں:

کان أبیض ملیحا مقصدًا۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۰، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۵۴

۳۔ بزار، المسند، ۷: ۲۰۵، رقم: ۲۷۷۵

۴۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۲۷۶، رقم: ۷۹۰

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۷، ۴۱۸

۶۔ فاکہی، اخبار مکہ، ۱: ۳۲۶، رقم: ۶۶۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۶

۲۔ خطیب بغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ، ۱: ۱۳۷

’’حضور ﷺ کا رنگ مبارک سفید، جاذب نظر اور قد میانہ تھا۔‘‘

۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ أبيض مُشرباً بِحُمْرة۔(۱)

’’حضور ﷺ کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین امتزاج تھا۔‘‘

۹۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أبيض تعلوه حمرة۔(۲)

’’حضور ﷺ کا رنگ سفیدی اور سُرخی کا حسین مرقع تھا۔‘‘

۱۰۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان لونُ رسولِ اللهﷺ أسمر۔(۳)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۱۶، رقم: ۹۴۴

۲۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳:۸

۳۔ ابن حبان، الثقات، ۷:۴۴۸، رقم: ۱۰۸۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۹

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۷۰

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۳

۷۔ امام صالحی، سُبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۱۰

(۲) ۱۔ رویانی، مسند الرویانی، ۲:۳۱۸، رقم: ۱۲۸۰

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۸۳، رقم: ۱۰۳۹۷

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۶

۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۳

(۳) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۷، رقم: ۶۲۸۶

۲۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۵:۳۰۹، رقم: ۱۹۵۵

۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۵۲۱، رقم: ۲۱۱۵

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۱۰

''نبیٔ اکرم ﷺ کی رنگت (کی سفیدی) گندم گوں تھی۔''

۱۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أبيض كأنّما صيغ مِن فضّةٍ(۱)

''آپ ﷺ سفید رنگت والے تھے گویا آپ ﷺ کا جسم مبارک چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اما لونِ آنحضرت روشن و تاباں بود و اتفاق دارند جمہور اصحاب بربیاض لونِ آں ﷺ، و وصف کردند او را بابیض و بعضے گفتند **کان ابیض ملیحا** و در روایتے **أبيض مليح الوجه** و ایں احتمال دارد کہ مراد وصف کہ بیاض و ملاحت و صفت زائدہ برائے بیان حسن و جمال و لذت بخشی و دلربائی دیدار جان افزای وے ﷺ باشد۔(۲)

''حضور ﷺ کا مبارک رنگ خوب روشن اور چمکدار تھا۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کا رنگ سفید تھا، اسی چیز کو احادیثِ نبوی میں لفظ ''**أبيض**'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں ''**كان أبيض مليحاً**'' اور بعض روایات میں ''**أبيض مليح الوجه**'' جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ ان سے مراد بھی حضور ﷺ کے رنگ کی سفیدی بیان کرنا مقصود ہے، باقی ملاحت کا ذکر بطور صفتِ زائدہ ہے اور اس لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ حضور ﷺ کی زیارت سے جو لذت اور تسکینِ روح و جاں حاصل ہوتی ہے، اس پر دلالت

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۵، رقم: ۱۱
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲
(۲) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱: ۲۶

کرے۔‘‘

نبیٔ اکرم ﷺ کا حُسن و جمال بے مثال تھا۔ جسمِ اطہر کی رنگت، نور کی کرنوں کی رِم جھم اور شفق کی جاذبِ نظر سُرخی کا حسین امتزاج تھی۔ آپ ﷺ کے حُسن و جمال کو کائنات کی کسی مخلوق سے بھی تشبیہ نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی الفاظ میں جلوہ ہائے محبوب ﷺ کا نقشہ کھینچا جا سکتا ہے، اس لئے کہ ہر لفظ اور ہر حرف حضور ﷺ کی شانِ اقدس سے فروتر ہے۔ یہاں جذبات واحساسات کی بیساکھیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

روایات میں تطبیق

امام عبدالروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ ان تمام روایات کو بیان فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں:

فثبت بمجموع هذه الروايات أن المراد بالسمرة حمرة تخالط البياض، و بالبياض المثبت ما يخالط الحمرة، و أما وصف لونه فی أخبار بشدة البياض فمحمول علی البريق و اللمعان كما يشير إليه حديث كأن الشمس تحرك فی وجهه ۔(۱)

’’ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ جن میں لفظ سمرہ کا ذکر ہے، وہاں اس سے مراد وہ سُرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو، اور جن میں سفیدی کا ذکر ہے اس سے مُراد وہ سفید رنگ ہے جس میں سُرخی ہو اور بعض روایات میں جو حضور ﷺ کے مبارک رنگ کو بہت زیادہ سفید بیان کیا گیا ہے، اس سے مراد اس کی چمک دمک ہے، جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور میں آفتاب محوِخرام رہتا ہے۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ’جمع الوسائل‘ میں امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

(۱) مناوی، حاشیہ بر جمع الوسائل، ۱:۱۳

قال العسقلانی: تبین من مجموع الروایات أنّ المراد بالبیاض المنفی ما لا یخالطه الحمرة، و المراد بالسمرة الحمرة التی یخالطها البیاض۔(۱)

''امام عسقلانی نے فرمایا: ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صرف سفیدی سے مراد وہ سفید رنگت ہے جس میں سرخی کی آمیزش نہ ہو اور ''سمرہ'' سے مراد وہ سرخ رنگ ہے جس کے ساتھ سفیدی کی آمیزش ہو۔''

۸۔ حضور ﷺ : پیکرِ نظافت و لطافت

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی جسمانی وجاہت اور حسن و رعنائی قدرت کا ایک عظیم شاہکار تھی جس کو آپ ﷺ کی نفاست پسندی اور نظافت وطہارت کی عادت شریفہ نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ آپ ﷺ سرتاپا پاکیزگی کا پیکر تھے۔ جسم اطہر ہر طرح کی آلائشوں سے پاک وصاف تھا۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ رقیق البشرة۔(۲)

''حضور ﷺ کا جسمِ اقدس نہایت نرم و نازک تھا۔''

۲۔ آپ ﷺ کے عم محترم حضرت ابوطالب فرماتے ہیں:

واللہ ما ادخلته فراشی فاذا هو فی غایة اللین۔(۳)

''خدا کی قسم! جب بھی میں نے حضور ﷺ کو اپنے ساتھ بستر میں لٹایا تو آپ ﷺ کے جسم اطہر کو نہایت ہی نرم و نازک پایا۔''

---

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۳۰

(۲) ابن جوزی، الوفا:۴۰۹

(۳) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۴

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ما مَسِسْتُ حريرًا ولا ديباجا ألين من كف رسول الله ﷺ۔(۱)

''میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو مَس نہیں کیا جو نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک ہتھیلی سے زیادہ ملائم ہو۔''

حضور ﷺ ظاہری صفائی و پاکیزگی کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے، نفاست پسندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ جسمِ اطہر ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا، تاہم حضور ﷺ اپنے لباس اور جسم کی ظاہری پاکیزگی کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے۔

شبِ میلاد جب آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بھی ہر لحہ پاکیزگی اور طہارت کا مظہر بن گیا، عام بچوں کے برعکس جسمِ اطہر ہر قسم کی آلائش اور میل کچیل سے پاک تھا۔

۴۔ حضور ﷺ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ولدته نظيفاً ما به قذر۔(۲)

''میں نے آپ ﷺ کو اس طرح پاک صاف جنم دیا کہ آپ کے جسم پر کوئی میل

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۶۸، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۳۰، رقم: ۱۳۸۲۳
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸
۷۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۲۸، رقم: ۳۴۰۰
۸۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۳۶۳

نہ تھا۔‘‘

۵۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

ولدته أمّه بغير دم و لا وجع۔(۱)

’’آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کو بغیر خون اور تکلیف کے جنم دیا۔‘‘

تاجدارِ کائنات ﷺ کے جسم اطہر کی سی شانِ نظافت اللہ رب العزت نے آج تک کسی کو عطا نہیں کی۔ آپ ﷺ جہاں حسن و جمال کے پیکر اتم تھے وہاں نظافت و طہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

۹۔ بے سایہ پیکرِ نور

کتب احادیث میں درج ہے کہ آپ ﷺ کا مقدس جسم اتنا لطیف تھا کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

۱۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان لا ظلّ لشخصه في شمس و لا قمر لأنه كان نورًا۔(۲)

’’سورج اور چاند (کی روشنی میں) آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ سراپا نور تھے۔‘‘

۲۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الخصائص الکبریٰ میں روایت نقل فرماتے ہیں:

ان ظله كان لا يقع على الأرض، وأنه كان نورًا فكان إذا مشى في

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۱۶۵

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۵۲۲

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۱۲

۳۔ خازن، لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۳:۳۲۱

۴۔ نسفی، المدارک، ۳:۱۳۵

۵۔ مقری، تلمسانی، فتح المتعال فی مدح النعال: ۵۱۰

الشمس أو القمر لا ينظر له ظلّ۔(۱)

’’حضور ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا، کیونکہ آپ ﷺ سراپا نور تھے، پس جب آپ ﷺ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا۔‘‘

۳۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لم يكن لها ظل في شمس و لا قمر۔(۲)

’’شمس و قمر (کی روشنی) میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہوتا۔‘‘

۱۰۔ پیکرِ دلنواز کی خوشبوئے عنبریں

تاجدارِ کائنات ﷺ جہاں خوشبو کو پسند فرماتے وہاں آپ ﷺ کے بدن مبارک سے بھی نہایت نفیس خوشبو پھوٹتی تھی جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشامِ جاں معطر رہتا۔ جسمِ اطہر کی خوشبو ہی اتنی نفیس تھی کہ کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ دُنیا کی ساری خوشبوئیں جسمِ اطہر کی خوشبوئے دلنواز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے صبحِ میلاد کے حوالے سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی والدہ ماجدہ کا ایک دلنشین قول یوں نقل کیا ہے:

نظرتُ إليه فإذا هو كالقمر ليلة البدر، ريحه يسطع كالمسك الأذفر۔(۳)

’’میں نے آپ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کو

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۲

۲۔ ابن شاہین، غایۃ السؤل فی سیرۃ الرسول، ۱:۲۹۷

(۲) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۵۲۴

(۳) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۵۳۱

چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تروتازہ کستوری کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔‘‘

(۱) وادیٔ بنو سعد میں خوشبوؤں کے قافلے

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب حضور ﷺ کو رضاعت کے لئے اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادیٔ بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے بدنِ اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔

۱۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

و لما دخلت به إلى منزلى لم يبق منزل من منازل بنى سعد إلا شممنا منه ريح المسك ۔(۱)

’’جب میں حضور ﷺ کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔‘‘

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے بچپن کے بارے میں ایک روایت حضرت ابو طالب کے حوالے سے بھی ملتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

فإذا هو فى غاية اللين وطيب الرائحة كأنه غمس فى المسك ۔(۲)

’’آپ ﷺ کا جسمِ اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبو دار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہوا ہو۔‘‘

۳۔ خوشبوؤں کا قافلہ عمر بھر قدم قدم آپ ﷺ کے ہمرکاب رہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱:۳۸۷

(۲) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۱۴

كان رسول اللهﷺ أحسن الناس لوناً و أطيب الناس ريحاً(۱)

''رسول اللہ ﷺ رنگ کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے اور خوشبو کے لحاظ سے سب سے زیادہ خوشبودار۔''

(۲) خوشبو حضور ﷺ کے پیکرِ اطہر کا حصہ تھی

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ خوشبو آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی تھی نہ کہ وہ خوشبو جو آپ استعمال کرتے۔ ذاتِ اقدس کسی خوشبو کی محتاج نہ تھی بلکہ خود خوشبو جسمِ اطہر سے نسبت پاکر معتبر ٹھہری۔ اگر حضور ﷺ خوشبو کا استعمال نہ بھی فرماتے تب بھی جسمِ اطہر کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر رہتے۔

۱۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كانت هذه الريح الطيبة صفتها و إن لم يمس طيبا(۲)

''مہک حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی صفات میں سے تھی، اگرچہ آپ ﷺ نے خوشبو استعمال نہ بھی فرمائی ہوتی۔''

۲۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کی تصریح کرتے ہیں:

ان هذه الرائحة الطيبة كانت رائحة رسول اللهﷺ من غير طيب۔(۳)

''یہ پیاری مہک آپ ﷺ کے جسمِ مقدسہ کی تھی نہ کہ اُس خوشبو کی جسے آپ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔''

۳۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس منفرد خصوصیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتے

(۱) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۲۱
(۲) نووی، شرح صحیح مسلم، ۲:۲۵۶
(۳) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۸۸

ہیں:

ریحها الطیبة طبعیاً خلقیاً خصه الله به مکرمة و معجزة لهلا(۱)

''اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت ومعجزہ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر میں خلقتاً اور طبعاً مہک رکھ دی تھی۔''

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یکے از طبقاتِ عجیبِ آنحضرت طیبِ ریح است که ذاتی وے ﷺ بود بی آنکه استعمال طیب از خارج کند و هیچ طیب بداں نمی ر سد۔(۲)

''حضور ﷺ کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔''

۵۔ علامہ احمد عبدالجواد الدومی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

کان رسول اللهﷺ طیبا من غیر طیب، و لکنه کان یتطیب و یتعطر توکیدا للرائحة و زیادة فی الإذکاء۔(۳)

''حضور ﷺ کا جسمِ اقدس خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا لیکن حضور ﷺ اس کے باوجود پاکیزگی و نظافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرمالیتے تھے۔''

۶۔ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(۱) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۳۴۸

(۲) محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱:۲۹

(۳) دومی، الاتحافات الربانیہ: ۲۶۳

و قد كان ﷺ طيب الرائحة، و ان لم يمس طيبا كما جاء ذلك في الأخبار الصحيحة لكنه كان يستعمل الطيب زيادة في طيب الرائحة۔(۱)

''احادیثِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے جسمِ اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہتی۔ ہاں، آپ ﷺ خوشبو کا استعمال فقط خوشبو میں اضافہ کے لئے کرتے۔''

(۳) بعد از وصال بھی خوشبوئے جسمِ رسول ﷺ عنبر فشاں تھی

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

غسلت النبي ﷺ، فذهبت أنظر ما يكون من الميت، فلم أجد شيئا، فقلت: طبت حيا و ميتا۔(۲)

''میں نے رسالت مآب ﷺ کو غسل دیا، جب میں نے حضور ﷺ کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی کوئی ایسی چیز نہ پائی جو دیگر مُردوں سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب! آپ ﷺ ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں پاکیزگی کا سرچشمہ ہیں۔''

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

وسطعت منه ريح طيبة لم نجد مثلها قط۔(۳)

''(غسل کے وقت) حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے ایسی خوشبو کے حلّے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہے۔''

---

(۱) ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ:۱۰۹

(۲) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۸۹

(۳) قاضی عیاض، الشفا، ۱:۸۹

۳۔ ایک دوسری روایت میں مذکور ہے:

فاح ريح المسك فی البيت لما فی بطنه ۔(۱)

''تمام گھر اس خوشبو سے مہک اٹھا جو آپ ﷺ کے شکمِ اطہر میں موجود تھی۔''

۴۔ یہ روایت ان الفاظ میں بھی ملتی ہے کہ جب شکمِ اطہر پر ہاتھ پھیرا تو:

إنتشر فی المدينة۔

''پورا مدینہ اس خوشبو سے مہک اٹھا۔''

۵۔ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

وضعت يدی علی صدر رسول اللهﷺ يوم مات، فمر بی جمع أكل وأتوضأ ما يذهب ريح المسك من يدی ۔(۲)

''میں نے وصال کے بعد حضور ﷺ کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ اس کے بعد مدت گزر گئی، کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں (یعنی سارے کام کاج کرتی ہوں) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو نہیں گئی۔''

(۴) جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبوئے دلنواز

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان ريح عرق رسول اللهﷺ ريح المسك، بأبی و أمی! لم أر قبله و لا بعده أحدا مثله(۳)

''حضور ﷺ کے مبارک پسینے کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی، حضور ﷺ جیسا نہ کوئی آپ ﷺ سے پہلے میں نے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔''

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۱۶۱

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۲۷۴

(۳) ابن عساکر، السیرۃ النبویۃ، ۱:۳۱۹

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا مبارک پسینہ کائناتِ ارض و سماوات کی ہر خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ یہ خوشبو خوشبوؤں کے جھرمٹ میں اعلیٰ اور افضل ترین تھی۔ پسینے کی خوشبو لاجواب اور بے مثال تھی۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما شممت عنبراً قط و لا مسکا و لا شیئا أطیب من ریح رسول اللہ ﷺ۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ (کے پسینے) کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبودار عنبر اور کستوری یا کوئی اور خوشبودار چیز کبھی نہیں سونگھی۔''

۳۔ تاجدارِ کائنات ﷺ کے مبارک پسینے کا ذکرِ جمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

کان عرق رسول اللہ ﷺ فی وجھه اللؤلؤ، و ریح عرق رسول اللہ ﷺ أطیب من ریح المسك الأذفر۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۶۸، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۰۰
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸
۶۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۴۶۳، رقم: ۳۸۶۶
۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹
۹۔ ابونعیم، مسند أبي حنیفۃ، ۱: ۵۱
۱۰۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۸۵، رقم: ۳۴۶
۱۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۲۱، رقم: ۶۳۰۳
(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۸۶

''حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے خوبصورت موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔''

(۵) عطر کا بدلِ نفیس.....پسینہ مبارک

صحابہ کرام ﷺ جسمِ اطہر کے مقدس پسینے کو محفوظ کر لیتے اور وقتاً فوقتاً اُسے بطور عطر استعمال میں لاتے کہ اُس جیسا عطر روئے زمین پر دستیاب نہیں ہوسکتا۔

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ آقائے محتشم حضور رحمتِ عالم ﷺ اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ عموماً آپ ﷺ ہمارے ہاں قیلولہ بھی فرماتے۔ ایک دن میری والدہ ماجدہ حضرت امِ سلیم رضی اللہ عنہا کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، اُن کی عدم موجودگی میں تاجدارِ کائنات ﷺ ہمارے گھر میں جلوہ افروز ہوئے اور قیلولہ فرمایا:

فقيل لها: هذا النبی ﷺ نائم فی بيتك على فراشك ۔

''انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو سرورِ کونین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں۔''

انہوں نے یہ مژدۂ جانفزا سنا تو جلدی جلدی اپنے گھر کی طرف لوٹیں اور دیکھا کہ سیدالمرسلین حضور رحمتِ عالم ﷺ استراحت فرما رہے ہیں اور جسمِ مقدس پر پسینے کے شفاف قطرے موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں اور یہ قطرے جسمِ اطہر سے جدا ہوکر بستر میں جذب ہو رہے ہیں۔

آگے حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

جاءت أمی بقارورة فجعلت تَسلُت العرق فيها

''میری والدہ ماجدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں حضور ﷺ کے پسینے کو جمع کرنا شروع کر دیا۔''

اس اثنا میں والیٔ کونین ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے میری امی جان کو مخاطب کر کے فرمایا:

ما هذا الذی تصنعین؟

''تو یہ کیا کر رہی ہے؟''

امی جان نے احتراماً عرض کی:

هذا عرقك نجعله فی طیبنا و هو من أطیب الطیب ۔

''(یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم!) یہ آپ کا مبارک پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبوؤں میں ملاتے ہیں اور یہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔''

ایک روایت کے مطابق حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا جواب کچھ یوں تھا:

نرجو برکته لصبیاننا۔

''ہم اسے (جسمِ اطہر کے پسینے کو) اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں گے۔''

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

أصبتِ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۱
۲۔ نسائی، السنن، ۸:۲۱۸، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۷۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۲۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۵۴، رقم: ۱۱۳۵
۵۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۶، رقم: ۲۰۷۸
۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۷۸، رقم: ۱۲۶۸
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵:۱۱۹، رقم: ۲۸۹
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۲۹
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۴۲۸

''تو نے درست کیا۔''

(۶) خوشبو والوں کا گھر

ایک صحابی سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، عنقریب میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی خوشبو نہیں، یا رسول اللہ ﷺ اس سلسلے میں میری مدد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

إيتني بقارورة واسعة الرأس و عود شجرة

''ایک کھلے منہ والی شیشی اور لکڑی کا کوئی ٹکڑا لے آؤ۔''

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی سنتے ہی وہ صحابی مطلوبہ شیشی اور لکڑی لے کر پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آقا ﷺ نے لکڑی سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ ..... جو خوشبوؤں کا خزینہ تھا ..... اس شیشی میں جمع فرمایا۔ وہ شیشی حضور ﷺ کے مبارک پسینے سے بھر گئی۔ نبی آخرالزماں ﷺ نے فرمایا:

خذه و أمر بنتك تطيب به ۔

''اِسے لے جا اور اپنی بیٹی سے کہہ کہ اسے خوشبو کے طور پر استعمال کرے۔''

خوش نصیب صحابی وہ شیشی جس میں تاجدارِ کائنات ﷺ نے اپنی کلائی مبارک کا پسینہ اپنے دستِ اقدس سے جمع فرمایا تھا لے کر اپنے گھر پہنچے اور گھر والوں کو عطائے رسول کی نوید سنائی۔ اس صحابی کے افرادِ خانہ نے حضور ﷺ کی کلائی مبارک کے پسینے کو بطور خوشبو استعمال فرمایا تو ان کے گھر کی فضا جسمِ اقدس کے پسینے کی خوشبو سے مہک اٹھی، در و دیوار جھوم اٹھے۔ یہ مقدس خوشبو صرف ان کے گھر تک محدود نہ رہی بلکہ ساکنانِ شہرِ خنک نے بھی اس خوشبوئے رسول کو محسوس کیا اور اس کی کیفیت میں گم رہے۔ پورے شہر میں ان کا گھر **بيت المطيبين** (خوشبو والوں کا گھر) کے نام سے مشہور ہو گیا، کتب احادیث میں درج ہے:

فكانت اذا تطيب شم أهل المدينة رائحة ذلك الطيب فسموا

بیت المطیبین۔(۱)

’’جب بھی وہ خوش نصیب خاتون خوشبو لگائی تو جملہ اہل مدینہ اس مقدس خوشبو کو محسوس کرتے، پس اس وجہ سے وہ گھر ’خوشبو والوں کا گھر‘ سے مشہور ہو گیا۔‘‘

یوں نسبتِ رسول نے ان کا نام تاریخ اسلام میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

(۷) اب تک مہک رہے ہیں مدینے کے راستے

حضور نبیٔ اکرم ﷺ جدھر سے گزرتے وہ راستے بھی مہک اُٹھتے، راہیں قدم بوسی کا اعزاز حاصل کرتیں اور خوشبوئیں جسمِ اطہر کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتیں۔ مدینے کی گلیاں آج بھی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خوشبوؤں سے معطر ہیں۔ شہرِ دلنواز کے بام و در سے لپٹی ہوئی خوشبوئیں آج بھی کہہ رہی ہیں کہ حضور ﷺ انہی راستوں سے گزرا کرتے تھے، انہی فضاؤں میں سانس لیا کرتے تھے، اسی آسمان کے نیچے خلقِ خُدا میں دین و دُنیا کی دولت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول اللهﷺ إذا مرّ في طريق من طرق المدينة وجدوا منه رائحة الطيب، و قالوا: مرّ رسول اللهﷺ من هذا الطريق ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابویعلی، المسند، ۱۱:۱۸۵، ۱۸۶، رقم:۶۲۹۵

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۱۹۰، ۱۹۱، رقم: ۲۸۹۵

۳۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱:۵۹، رقم:۴۱

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۲۵۵، ۲۵۶

۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۸۳

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۴، رقم: ۲۷

۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۸۰

۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳:۸۶

(۲) سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۶۷

''رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کے جس کسی راستے سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی پیاری مہک پاتے کہ پُکار اُٹھتے کہ ادھر سے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ ہی کا گزر ہوا ہے۔''

۲۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

لم يكن النبی ﷺ يمر فی طريق فيتبعه أحد إلا عُرف أنه سلكه من طيب عرفه۔(۱)

''آپ ﷺ جس راستے سے بھی گزر جاتے تو بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ ﷺ کا گزر ہوا ہے۔''

(۸) آرزوئے جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ

اظہارِ عشق کے انداز بھی مختلف ہوتے ہیں، خوشبوئے وفا کے پیرائے بھی جدا جدا ہوتے ہیں، کبھی کوئی صحابی حضور ﷺ سے چادر مانگ لیتے ہیں کہ میں اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور کوئی حصولِ برکت کے لئے جسمِ اطہر کے پسینے کو شیشی میں جمع کر لیتا ہے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں قیلولہ فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں ﷺ کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتے تھے اور اُنہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتے تھے۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی:

أن يجعل فی حنوطه من ذٰلك السُّكِ ۔(۲)

''(اُن کے وصال کے بعد) وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے۔''

---

(۱) بخاری، التاریخ الکبیر، ۱:۳۹۹۔۴۰۰، رقم: ۱۲۷۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۱۶، کتاب الاستیذان، رقم: ۵۹۲۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲:۴۶۱، رقم: ۱۱۰۳۶

ان کی اس آرزو کو بعد از وصال پورا کیا گیا۔ حضرت حمید سے روایت ہے:

لما توفی أنس بن مالك جعل فی حنوطه مسك فيه من عرق رسول اللهﷺ۔(۱)

''جب حضرت انس رضی اللہ عنہ وصال کر گئے تو ان کی میت کے لئے اس خوشبو کو استعمال کیا گیا جس میں آپ ﷺ کے پسینے کی خوشبو تھی۔''

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۴۰۶، رقم: ۶۵۰۰
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۴۹، رقم: ۷۱۵
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۲۵
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۲۱
۵۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۴:۲۳۸، رقم: ۲۲۳۱

باب دُوم

حُسنِ سراپا کا ذکرِ جمیل

نہ تو قلم میں اِتنی سکت ہے کہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کو حیطۂ تحریر میں لا سکے اور نہ زبان ہی میں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرنے کا یارا ہے۔ سلطانِ عرب و عجم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات محاسنِ ظاہری و باطنی کی جامع ہے۔ کائناتِ ارض و سماوات آپ ﷺ کے حسن کے پَرتو سے ہی فیض یاب ہے اور آپ ﷺ کی نسبت کے فیضان سے ہی کائناتِ رنگ و بو میں حسن کی خیرات تقسیم ہوتی ہے۔ اِسی حقیقت کو حکیم الاُمت علامہ محمد اِقبالؒ یوں بیان کرتے ہیں:

هر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں که از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ اُو را بہاست
یا هنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ ﷺ است

(دُنیائے رنگ و بو میں جہاں بھی نظر دوڑائیں اس کی مٹی سے جو بھی آرزو ہویدا ہوتی ہے، وہ یا تو نورِ مصطفیٰ ﷺ سے چمک دمک رکھتی ہے یا ابھی تک مصطفیٰ ﷺ کی تلاش میں ہے۔)

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حسنِ لامحدود کا اِحاطہ ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے حسن کی مثال تو بحرِ بیکراں کی سی ہے جس میں کوئی ایک آدھ موج اچھل کر اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے اور دور دور تک پھیلے سمندر کی گہرائیوں میں اترنا کسی کے لئے ممکن ہی نہیں۔ بعینہٖ حقیقتِ حسنِ محمدی ﷺ تک رسائی کسی فردِ بشر کی بات نہیں کہ محدود نظر اس کا کماحقہٗ اِدراک

کر ہی نہیں سکتی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ شمائل اور حلیہ مبارک کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ ہر امتی کے دل میں آپ ﷺ کی ذات سے عشق و محبت کا تعلق پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جائے اور اس کے شوقِ زیارت کو جِلا ملتی رہے۔ ذیل میں حلیۂ مبارک کا ذکرِ جمیل ہم اس امید پر کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے لئے توشۂ آخرت بن جائے اور ہماری یہ ادنیٰ سی کاوش بارگہ ایزدی میں شرف قبولیت پا کر ہمارے لئے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی شفاعت کا موجب بنے۔

ا۔ حلیۂ مبارک کا حسین تذکرہ

کتبِ اَحادیث و سیر میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک کے حوالے سے بیان کردہ روایات کے مطالعہ سے جو کچھ ہم جان سکے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کا جسمِ اقدس نہ تو مائل بہ فربہی تھا اور نہ ہی نحیف و ناتواں، بلکہ آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی ساخت سرتا پا حسنِ اِعتدال کا مرقع تھی۔ آپ ﷺ کے جملہ اعضائے مبارکہ میں ایسا حسین تناسب پایا جاتا تھا کہ دیکھنے والا یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ فلاں عضو دُوسرے کے مقابلے میں فربہ یا نحیف ہے۔ آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی ساخت اِتنی متناسب اور کمالِ موزونیت کی مظہر تھی کہ اُس پر فربہی یا کمزوری کا حکم نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ فربہی اور دُبلا پن کی دونوں کیفیتیں شخصی وجاہت اور جسمانی حسن و وقار کے منافی سمجھی جاتی ہیں، چنانچہ اللہ ربّ العزت کو یہ بات کیونکر گوارا ہوسکتی تھی کہ کوئی اُس کے کارخانۂ قدرت کے شاہکارِ عظیم کی طرف کسی خلافِ حسن و وقار اَمر کا گمان بھی کر سکے۔

خدائے عزوجل نے بالیقین اپنے محبوب ﷺ کو بے مثل اور تمام عیوب و نقائص سے مبّرا تخلیق کیا تھا۔ آپ ﷺ کا سراپا، کمال درجہ حسین و متناسب اور دِلکشی و رعنائی کا حامل اور حسن و خوبی کا خزینہ تھا۔ آپ ﷺ کے اَعضائے مبارکہ کی ساخت اِس قدر مثالی اور حسنِ مناسبت کی آئینہ دار تھی کہ اُسے دیکھ کر ایک حسنِ مجسم پیکرِ اِنسانی میں ڈھلتا دکھائی دیتا تھا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے حسین سراپا کی مدح میں ہر وقت رطبُ اللّساں رہتے تھے۔

اُن کی بیان کردہ روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ حسنِ ساخت کے اِعتبار سے آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کی خوبصورتی اور رعنائی و زیبائی اپنی مثال آپ تھی۔ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس اور شکم مبارک دونوں ہموار تھے، تاہم سینہ نہایت حسنِ اِعتدال کے ساتھ بطنِ مبارک کی نسبت ذرا آگے کی طرف اُبھرا ہوا تھا۔ طب وصحت کے مسلمہ اُصولوں کے اِعتبار سے آپ ﷺ کامل و اَکمل طور پر متناسبُ الاعضاء اور وجیہُ الصورت تھے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات میں حسنِ تام اپنی تمام تر دلآویزیوں اور رعنائیوں کے ساتھ یوں متشکل نظر آتا تھا کہ بقولِ شاعر:

ز فرق تا به قدم هر کجا که می نگرم
کرشمه دامنِ دل می کشد که جا اینجاست

آپ ﷺ سرتا قدم حسنِ مجسم تھے اور یہ فیصلہ کرنا محال تھا کہ صوری حسن جسدِ اطہر کے کس کس مقام پر کمالِ حسن کی کن کن بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سراپائے حسن کو دیکھ کر بیخود اور مبہوت ہو کر رہ جاتے اور آپ ﷺ کے حسن سراپا کے بیان میں اپنے عجز اور کم مائیگی کا اِعتراف کرتے۔ حق تو یہ ہے کہ ذاتِ مصطفوی ﷺ کا حسنِ سرمدی اِظہار و بیان سے ماورا تھا اور اہلِ عرب زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کے اپنے تمام تر دعوؤں کے باوُجود بھی اُسے کماحقہٗ بیان کرنے سے عاجز تھے:

دامانِ نگه تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار!
گلچینِ بهار تو زداماں گله دارد!

(نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول کثیر ہیں، تیری بہار سے پھول چننے والوں کو اپنے دامن کی تنگی کی شکایت ہے۔)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سراپائے جمیل اور صورتِ زیبا کے دیدار

سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتے تھے۔ اپنے من کی تشنگی کا مداوا کرتے کشتِ دیدہ و دل میں آپ ﷺ کی محبت کے گلاب بوتے، آپ ﷺ کے دیدار سے اُنہیں سکون وطمانیت اور فرحت وراحت کی دولت نصیب ہوتی، اِیمان کو حلاوَت اور قلب و جاں کو تقوِیت ملتی۔

۱۔ آپ ﷺ کے نواسے سیدنا اِمام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ فخما مفخما، يتلألأ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر، أطوَل من المربوع و أقصر من المشذب، عظيم الهامة، رجل الشعر، إن انفرقت عقيقته فرقها، و إلا فلا يجاوز شعره شحمة أذنيه، إذا هو وفره، أزهر اللون، واسع الجبين، أزج الحواجب سوابغ فی غير قرن، بينهما عرق يدره الغضب، أقنى العرنين، له نور يعلوه يحسبه من لم يتأمله أشم، كث اللحية، سهل الخدين، ضليع الفم، مفلج الأسنان، دقيق المسربة، كأن عنقه جيد دمية فی صفاء الفضة، معتدل الخلق، بادن متماسك، سواء البطن و الصدر، عريض الصدر، بعيد ما بين المنكبين، ضخم الكراديس، أنور المتجرد، موصول ما بين اللبة و السرة بشعر يجری كالخط، عاری الثديين والبطن مما سوى ذالك، أشعر الذراعين والمنكبين و أعالی الصدر، طويل الزندين، رحب الراحة، شثن الكفين و القدمين، سائل الأطراف ..... أو قال: شائل الأطراف ..... خمصان الأخمصين، مسيح القدمين، ينبو عنهما الماء، إذا زال زال قلعا، يخطو تكفيا، و يمشی هونا، ذريع المشية إذا مشی كأنما ينحط من صبب، و إذا التفت التفت جميعا، خافض الطرف، نظره إلى الأرض أكثر من نظره إلى السماء، جل نظره الملاحظة، يسوق أصحابه و يبدأ من لقی

بالسلام۔(۱)

’’حضور ﷺ عظیم المرتبت اور بارعب تھے، آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، قد مبارک متوسط قد والے سے کسی قدر طویل تھا لیکن لمبے قد والے سے نسبتاً پست تھا۔ سرِ اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک قدرے بل کھائے ہوئے تھے، سر کے بالوں میں سہولت سے مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے، جب حضور ﷺ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کانوں کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے، آپ ﷺ کا رنگ مبارک چمکدار، پیشانی کشادہ، ابرو خمدار، باریک اور گنجان تھے، ابرو مبارک جدا جدا تھے، ایک دُوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں کے

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۵۔۳۸، رقم: ۸
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۵
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم: ۲۴
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲
۷۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۵۰، ۵۱
۸۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۸۶، ۲۸۷
۹۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۹۱
۱۰۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۳۰
۱۱۔ مقریزی، اِمتاع الأسماع، ۲: ۱۷۷
۱۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱:۱۵۵
۱۳۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۴۵
۱۴۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴:۲۸۲
۱۵۔ ذہبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۷:۲۵۸، رقم: ۹۷۴۳

درمیان ایک مبارک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔ بینی مبارک مائل بہ بلندی تھی اور اُس پر ایک چمک اور نور تھا، جو شخص غور سے نہ دیکھتا وہ آپ ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا۔ آپ ﷺ کی ریش مبارک گھنی تھی، رخسار مبارک ہموار (اور ہلکے) تھے، دہن مبارک اِعتدال کے ساتھ فراخ تھا، سامنے کے دانتوں میں قدرے کشادگی تھی۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک اتنی خوبصورت اور باریک تھی (جیسے کسی گوہرِ آبدار کو تراشا گیا ہو اور) وہ رنگ و صفائی میں چاندی کی طرح سفید اور چمکدار تھی۔ آپ ﷺ کے اعضاء مبارک پُرگوشت اور معتدل تھے اور ایک دُوسرے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھے (لیکن) سینۂ اقدس فراخ (اور قدرے اُبھرا ہوا) تھا، دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں، بدن مبارک کا جو حصہ کپڑوں سے باہر ہوتا روشن نظر آتا۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی (اور اس لکیر کے علاوہ) سینۂ اقدس اور بطن مبارک بالوں سے خالی تھے، البتہ بازوؤں، کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر کچھ بال تھے، کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم پُرگوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ ﷺ کے تلوے قدرے گہرے اور قدم ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان سے فوراً ڈھلک جاتا۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے مگر تواضع کے ساتھ چلتے، زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے، آپ ﷺ سبک رفتار تھے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے، (چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے)۔ جب آپ ﷺ چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔ آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی، گوشۂ چشم سے دیکھنا آپ ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی (یعنی غایتِ حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے)، چلتے وقت آپ ﷺ

اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے کر دیتے اور جس سے ملتے سلام کہنے میں خود ابتدا فرماتے۔‘‘

تاجدارِ کائنات ﷺ کے پیکرِ دلنشیں کو اللہ رب العزت نے ایسا حسین بنایا کہ ہر دیکھنے والا آپ ﷺ کے حسن و جمال کی حلاوتوں میں گم ہو کر رہ جاتا۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے منسوب روایات میں آپ ﷺ کے حسن بے مثال کا تذکرہ حسن بلاغت کا شاہکار ہے۔ انہوں نے کمال جامعیت کے ساتھ حضور نبئ اکرم ﷺ کے جسمِ اطہر کی رعنائیوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حسن مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے سے بھرپور ایک روایت ملتی ہے جس میں انہوں نے حضور نبئ اکرم ﷺ کے حلیہ مبارک، جسمانی تناسب، اعضائے مبارکہ کے حسنِ اِعتدال اور اوصافِ حمیدہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ليس بالطويل الممغّط و لا بالقصير المتردد، و كان ربعة من القوم، و لم يكن بالجعد القطط، و لا بالسبط، كان جعداً رجلاً، و لم يكن بالمطهم و لا بالمكلثم، و كان فی الوجه تدويرٌ، أبيض مشرب، أدعج العينين، أهدب الأشفار، جليل المشاش و الكتد، أجرد ذومسربة، شثن الكفين و القدمين، إذا مشی تقلع، كأنما يمشی فی صبب، و إذا التفت التفت معاً، بين كتفيه خاتم النبوة و هو خاتم النبيين، أجود الناس صدراً، و أصدق الناس لهجة، و ألينهم عريكة، و أكرمهم عشرة، مَن رآه بديهة هابه، و من خالطه معرفة أحبه، يقول ناعته: لم أر قبله ولا بعده مثله ﷺ(۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۹، رقم:۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۲، رقم: ۷
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۰، رقم: ۴۱۶

’’آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قد کے تھے، آپ ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ جسمِ اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ مبارک (بالکل گول نہ تھا بلکہ اُس) میں تھوڑی سی گولائی تھی، رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ کی پلکیں دراز، جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ کندھوں کے سرے اور درمیان کی جگہ پُر گوشت تھی۔ آپ ﷺ کے بدنِ اقدس پر زیادہ بال نہ تھے۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔ آپ ﷺ جب چلتے تو قدموں کو قوت سے اُٹھاتے گویا نیچے اُتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف متوجہ ہوتے پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، سب سے زیادہ سخی دل والے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور خاندان کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل تھے۔ جو آپ ﷺ کو اچانک دیکھتا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا، جوں جوں قریب آتا آپ ﷺ سے مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ (الغرض آپ ﷺ کا) حلیہ بیان کرنے والا یہی کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔‘‘

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

۵۔ ابن عبد البر، التمہید، ۳: ۲۹

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۷

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱

۸۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۶۹

۹۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۴

۱۰۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱: ۱۵۳

۱۱۔ مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۱۰: ۸۲

۳۔ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کا دلنشیں تذکرہ ایک اور مقام پر حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پڑاؤ کیا جہاں ایک پختہ عمر عورت کا خیمہ تھا۔ وہ اکثر مسافروں کی میزبانی کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتی تھی۔ جس روز حضور ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا، اس کا شوہر ریوڑ چرانے کے لئے باہر گیا ہوا تھا، گھر میں صرف ایک لاغر بکری تھی جو ریوڑ کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے معجزتاً اس بکری کا دودھ دوہنا شروع کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں کے لمس سے اُس بکری کے خشک تھنوں میں اِتنا دودھ بھر آیا کہ وہاں موجود تمام لوگ سیر ہو گئے مگر دودھ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ اُمِ معبد کا شوہر بکریاں چرانے کے بعد واپس آیا تو گھر میں دودھ سے لبالب برتن دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس موقع پر اُم معبد نے تاجدارِ کائنات ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا:

رأیتُ رجلاً ظاهر الوضاءة، متبلج الوجه، حسن الخلق، لم تعبه ثجلة و لم تزر به صعلة، وسيم قسيم، في عينيه دعجٌ، و في أشفاره وطفٌ، و في صوته صحلٌ، أحور، أكحل، أزج، أقرن، شديد سواد الشعر، في عُنقه سطعٌ، و في لحيته كثافةٌ، إذا صمت فعليه الوقار، و إذا تكلم سما و علاه البهاء، كان منطقه خرزات نظم يتحدرن، حلو المنطق، فصل، لا نزر و لا هذر، أجهر الناس و أجمله من بعيد، و أحلاه و أحسنه من قريب، ربعة، لا تشنؤه من طول و لا تقتحمه عين من قصر، غصن بين غصنين فهو أنضر الثلاثة منظراً، و أحسنهم قدراً، له رفقاء يحفون به، إذا قال استمعوا لقوله، و إذا أمر تبادروا إلى أمره، محفود محشود، لا عابث و لا مفند۔(۱)

(۱) ا۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۰، ۲۳۱

’’میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جس کا حسن نمایاں اور چہرہ نہایت ہشاش بشاش (اور خوبصورت) تھا اور اَخلاق اچھے تھے۔ نہ رنگ کی زیادہ سفیدی اُنہیں معیوب بنا رہی تھی اور نہ گردن اور سر کا پتلا ہونا اُن میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بہت خوبرو اور حسین تھے۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں۔ اُن کی آواز گونج دار تھی۔ سیاہ چشم و سرمگین، دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے تھے۔ بالوں کی سیاہی خوب تیز تھی۔ گردن چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے اور جب گفتگو فرماتے تو چہرہ اقدس پُر نور اور بارونق ہوتا۔ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی، جس سے موتی جھڑ رہے ہوتے۔ گفتگو واضح ہوتی، نہ بے فائدہ ہوتی نہ بیہودہ۔ دُور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آتے۔ اور قریب سے دیکھیں تو سب سے زیادہ خوبرو، (شیریں گفتار اور) حسین دکھائی دیتے۔ قد درمیانہ تھا، نہ اِتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں معیوب جانیں۔ آپ ﷺ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ تھے جو خوب سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے، جب آپ ﷺ کچھ فرماتے تو

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۰

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:، ۴۹، ۷:۱۰۵

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۹

۵۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۵۸۵۷

۶۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۱۰

۷۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۶:۲۵۳

۸۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۱۲۵

۹۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴:۱۹۵۹

۱۰۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۳۹

۱۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۳:۳۴۸

وہ ہمہ تن گوش ہو کر غور سے سنتے اور اگر آپ ﷺ حکم دیتے تو وہ فوراً اسے بجا لاتے۔ سب آپ ﷺ کے خادم تھے اور آپ ﷺ نہ ترش رو تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے فرمان کی مخالفت کی جاتی۔‘‘

حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمہ وقت حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ رہنے والے صحابہ کرام ﷺ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فرد بھی آپ ﷺ کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا جو آپ ﷺ سے پہلی بار ملاقات کا شرف حاصل کرتا۔ اُمِ معبد بے ساختہ اپنی زبان میں تاجدارِ کائنات ﷺ کی نعت گوئی کر چکی تو اس کے شوہر نے مسحور کن انداز میں انتہائی عقیدت اور وارفتگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ یقیناً یہی وہ شخص ہے قریش جس کی زندگی کے درپے ہیں۔ اگر میں انہیں پا لیتا تو ضرور ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرتا، اگر ممکن ہوا تو میں اب بھی انہیں ضرور پاؤں گا۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو پہلی نظر دیکھنے والا آپ ﷺ کے سراپائے اقدس کی وجاہت اور بے پناہ حسن و جمال سے مبہوت ہو کر رہ جاتا لیکن جوں جوں وہ آپ ﷺ سے قریب ہوتا آپ ﷺ کی پرکشش اور جاذبِ نظر شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ﷺ کا غلام ہو جاتا۔ جسے ایک بار آپ ﷺ کے قرب کی نعمت میسر آتی وہ ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا اور اس پر آپ ﷺ سے جدائی اِنتہائی شاق گزرتی۔

ان روایات سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی سیرتِ پاک اور سراپائے مبارک کو خالقِ کائنات نے ہر قسم کے عیب اور نقص و سقم سے یکسر مبرّا و منزّہ تخلیق کیا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ کے دوران کسی حاسد کو بھی آپ ﷺ پر انگشت نمائی کا حوصلہ نہ ہوا۔

آپ ﷺ کے سراپائے حسن و جمال کو بیان کرنے کے لئے اہلِ قلب و نظر نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے۔ شاعروں نے خامہ فرسائی کی حد کر دی لیکن کوئی بھی اس مہبطِ حسن اِلٰہی کی رعنائیوں کا اِحاطہ نہ کر سکا اور بالآخر سب کو اپنے عجز اور کم مائیگی کا

اِعتراف کرنا پڑا۔ کسی نے یوں کہا:

مصحفے را ورق ورق دیدم
ھیچ سورت نہ مثل صورت اوست

اور کسی کو یوں کہنا پڑا:

حسنِ یوسف، دم عیسٰی، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ھمہ دارند تو تنہا داری

غالب جیسے قادرالکلام شاعر نے اپنی عجز بیانی کا اظہار یوں کیا:

غالبؔ ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدﷺ است

آپ ﷺ کا سراپائے اَقدس تناسبِ اَعضاء کا بہترین شاہکار تھا۔ آپ ﷺ کا حسی و ظاہری پہلو حد درجہ دلکش اور جاذبِ نظر تھا۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ ہر مجلس میں مرکزِ نگاہ ہوتے تھے اور دیکھنے والی ہر آنکھ آپ ﷺ کے سراپائے انور کے حسن و جمال کی رعنائیوں میں کھوئی رہتی اور بیان کرنے والا جہاں بھی ہوتا اُسی حسن کے چرچے کرتا۔ آئندہ صفحات میں ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عمل کی اِتباع میں تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حسین اور متناسب اعضائے مبارکہ کا ذکر کریں گے۔

۲۔ چہرۂ اقدس ..... ماہِ تاباں

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس قُدرتِ خُداوندی کا شاہکارِ عظیم ہے۔ آپ ﷺ کی تخلیق ربِ کائنات کی جملہ تخلیقی رعنائیوں کا مرقعِ زیبائی ہے۔ مخلوقات کے تمام محامد ومحاسن کا نقطۂ کمال آپ ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ کا روئے مقدس جمالِ خُداوندی کا آئینہ دار ہے، آپ ﷺ مرکزِ نگاہِ خاص و عام ہیں۔ ''اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (آپ ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں'') کا خطابِ خداوندی آپ ﷺ کا اعزازِ لازوال ہے۔

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اپنے محبوب نبی ﷺ کے چہرۂ انور کا ذکر بڑی محبت اور اپنائیت کے انداز میں فرمایا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تقریباً سترہ ماہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرتے رہے۔ اس پر یہود طعنہ زن ہوئے کہ مسلمان اوران کا نبی یوں تو ہمارے دین کے مخالف ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہ بات حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی طبیعتِ مبارکہ پر گراں گزری اور آپ ﷺ کے قلبِ اطہر میں تبدیلیٔ قبلہ کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ اتنی شدت اختیار کرگئی کہ اس کو پورا ہوتا دیکھنے کے لئے دورانِ نماز چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب بندے کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ عین نماز کی حالت میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم وارد ہوا، جس میں باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔(۱)

''اے حبیب! ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے۔''

(۱) القرآن، البقرہ، ۲:۱۴۴

ایک اور مقام پر اپنے محبوب ﷺ کے روئے زیبا کا تذکرہ استعاراتی اور علامتی زبان میں انتہائی دلنشین انداز سے کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا:

وَ الضُّحٰی ○ وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ؕ ○(۱)

''قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرۂ زیبا) کی ○ اور سیاہ رات (کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں) کی ○ آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہی ہوا ہے ○''

ملا علی قاریؒ ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والانسب بهذا المقام فی تحقیق المرام أن یقال أن فی الضحی إیماء إلی وجهه ﷺ کما أن فی اللیل أشعارا إلی شعره علیه الصلوٰة والسلام۔(۲)

''اس سورت کا نزول جس مقصد کے لئے ہوا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ ضُحٰی میں آپ ﷺ کے چہرۂ انور اور لیل میں آپ ﷺ کی مبارک زلفوں کی طرف اشارہ ہے۔''

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

الضُّحٰی: بوجهه ﷺ ، و اللیل: شعره۔(۳)

''ضحیٰ سے مُراد آپ ﷺ کا روئے منور اور لَیل سے مُراد آپ ﷺ کی مبارک زلفیں ہیں۔''

---

(۱) القرآن، الضحیٰ، ۹۳:۱۔۳

(۲) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۸۲

(۳) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۸:۴۴۴

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پہلے سوال اُٹھاتے ہیں: کیا کسی مفسر نے ضحیٰ کی تفسیر حضور ﷺ کے چہرۂ انور اور لیل کی تفسیر حضور ﷺ کی زُلفوں کے ساتھ کی ہے؟ اور پھر خود ہی جواب مرحمت فرماتے ہیں:

نعم، و لا إستبعاد فيه و منهم من زاد عليه، فقال: و الضُّحیٰ: ذكور أهل بيته، و الليل: أناثهم۔(۱)

''ہاں، یہ تفسیر کی گئی ہے اور اس میں کوئی بُعد نہیں اور بعض (مفسرین) نے اس میں اضافہ فرمایا ہے کہ وَالضُّحیٰ سے حضور ﷺ کے اہلِ بیت کے مرد حضرات اور وَاللَّيْلِ سے اہلِ بیت کی خواتین مراد ہیں۔''

دیگر تفاسیر مثلاً 'تفسیر نیشا پوری (۳:۱۰۷)'، 'تفسیر روح المعانی (۳۰:۱۷۸)'، 'تفسیر روح البیان (۱۰:۴۵۳)' اور 'تفسیر عزیزی (پارہ عم، ص:۳۱۰)' میں بھی ضحیٰ سے چہرۂ مصطفیٰ ﷺ اور لیل سے آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں مراد لئے گئے ہیں۔

اصحابِ رسول، اوراقِ قرآن اور چہرۂ انور

حضور ﷺ کو چلتا پھرتا قرآن کہا گیا ہے، صحابہ کرام ﷺ چہرۂ انور کو کھلے ہوئے اوراقِ قرآن سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام ﷺ ایامِ وصال میں یارِ باوفا حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک آقائے کائنات ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور اپنے غلاموں کی طرف دیکھا تو ہمیں یوں محسوس ہوا:

كَاَنَّ وجهه ورقةُ مصحفٍ۔(۲)

''گویا حضور ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہے۔''

---

(۱) رازی، التفسیر الکبیر، ۳۱:۲۰۹

(۲) ا۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الاذان، رقم: ۶۴۸

صحابہ کرام ﷺ کے اسی شعورِ جمال کو محدثِ کبیر امام عبدالرؤف المناویؒ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

و وجه التشبيه حسن الوجه و صفا البشرة و سطوع الجمال لما افيض عليه من مشاهدة جمال الذات۔(۱)

''چہرۂ انور کے حسن و جمال، ظاہری نظافت و پاکیزگی اور چمک دمک کا (قرآنِ مجید کے ورق سے) تشبیہ دینا اس وجہ سے ہے کہ یہی وہ روئے مقدس ہے جو جمالِ خُداوندی کے مشاہدہ سے فیض یاب ہوا۔''

آقائے دوجہاں ﷺ کا چہرۂ انور اپنی صورت پذیری میں قرآنِ حکیم کے اوراق جیسی چمک دمک کا مظہرِاتم تھا کیونکہ یہی وہ روئے منور ہے جس نے اللہ رب العزت کے حسن و جمال کے مشاہدے سے فیض پایا۔

..... ۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۱۹
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۵۱۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۲۴
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۲۶۱، رقم: ۷۱۰۷
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۱۰، ۱۶۳، ۱۹۶
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵:۲۹۶، رقم: ۶۸۷۵
۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۴۳۳، رقم: ۹۷۵۴
۸۔ ابویعلی، المسند، ۶:۲۵۰، رقم: ۳۵۴۸
۹۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۱، رقم: ۱۱۸۸
۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۴۵، رقم: ۱۶۴۷
۱۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۷۵، رقم: ۴۸۷۵
۱۲۔ ابونعیم، المسند المستخرج، ۲:۴۳، رقم: ۹۳۶
۱۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۲۱۶
(۱) مناوی، حاشیہ برجمع الوسائل، ۲:۲۵۵

آقائے دوجہاں ﷺ کے روئے تاباں کو قرآن مجید کے ورق سے تشبیہ دینے کے حوالے سے امام نوویؒ نے لکھا ہے:

عبارة عن الجمال البارع و حسن البشرة وصفاء الوجه واستنارته(۱)

(جس طرح ورقِ مصحف کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے حسی اور معنوی نور پر مشتمل ہو کر دیگر تمام کلاموں پر فوقیت رکھتا ہے، اسی طرح) حضور ﷺ (بھی اپنے) حسن و جمال، چہرہ انور کی نظافت و پاکیزگی اور تابانی میں یکتا و تنہا ہیں۔''

آقائے دو جہاں ﷺ میں جمال الٰہیہ کے عکس کا پرتو اور آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس سراپا مظہریتِ حق کی شان کا حامل تھا اس لیے اس چہرۂ انور کے دیدار کو عین دیدارِ حق قرار دیا گیا، جیسا کہ خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من رآنی فقد رأی الحق، فإن الشيطٰن لا يتكوننی۔(۲)

''جس نے مجھے دیکھا، اُس نے حق کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الشيطان لا يستطيع أن يتشبه بی، فمن رآنی فی النوم فقد رآنی۔(۳)

''بیشک شیطان میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو جس نے

---

(۱) نووی، شرح صحیح مسلم، ۱:۱۷۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۶:۲۵۶۸، کتاب التعبیر، رقم: ۶۵۹۶

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۵۵

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۷:۴۵

(۳) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۱، ۳۶۲

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۲۲، رقم: ۳۹۳

خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔‘‘

امام نبہانی، امام احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حدیث مذکورہ کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

من رآنی فقد رآی الحق تعالٰی۔(۱)

’’جس نے مجھے دیکھا یقیناً اُس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔‘‘

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ بھی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، اس لئے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ رب العزت کو دیکھا۔(۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو جمالِ خُداوندی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اما وجهِ شریفِ وے ﷺ مراٰتِ جمالِ الٰہی است، و مظہرِ انوارِ نامتناهی وے بود۔(۳)

’’حضور ﷺ کا روئے منور ربِ ذُوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔‘‘

روئے منور کی ضوء فشانیاں

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرہ تاباں کی ضوفشانی اللہ رب العزت کے انوار و تجلیات سے مستعار و مستنیر ہے جو آفتاب جہاں تاب کے مانند ہر سو جلوہ فگن ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کے دیدار سے فیض یاب ہوتے تو ان کی آنکھوں میں نور اور سینوں

..... ۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۲

(۱) نبہانی، جواہر البحار، ۳:۶۳

(۲) حاجی امداد اللہ، شمائم امدادیہ، ۴۹:۵۰

(۳) محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱:۵

میں ٹھنڈک بھر جاتی، ان کے دل اس حسن جہاں آراء کے جلوؤں سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ یہ پیکرِ حسن ہمیشہ ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ آرا رہے اور وہ اس حسنِ سرمدی کے حیات آفریں چشمے سے زندگی کی خیرات حاصل کرتے رہیں۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی درخشانی و تابانی ہنگامی اور عارضی نہ تھی بلکہ ہر آن آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے انوار کی رِم جھم جاری رہتی تھی۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس میں اس قدر دل آویزی اور کشش و جاذبیت رکھی تھی کہ ہر طالبِ دیدار ہمہ وقت تمنائی رہتا کہ روئے مقدس کو دیکھتا ہی چلا جائے اور وہ جلوہ گاہِ حسن کبھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔

۱۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ أحسن الناس وجهاً و أحسنهم خلقاً(۱)

''حضور پُرنور ﷺ چہرۂ انور اور اپنے اخلاقِ حسنہ کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل ہیں۔''

۲۔ سفرِ ہجرت جاری تھا، کاروانِ ہجرت اُمِ معبد کے پڑاؤ پر رُکا تو اُمِ معبد حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئی اور تصویرِ حیرت بن گئی۔ وہ بے ساختہ پکار اُٹھی:

رأيت رجلا ظاهر الوضاءة، متبلج الوجه.(۲)

''میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کی صفائی و پاکیزگی بہت صاف اور کھلی ہوئی ہے، چہرہ نہایت ہشاش بشاش ہے۔''

حضور ﷺ کا ظاہری حُسن و جمال جو با وجود اس کے کہ کئی پردوں میں مستور تھا،

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۳۰، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷
۳۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۶۰

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴
۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۷۹

دیکھ کر انسانی آنکھ حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتی اور کائنات کی جملہ رعنائیاں قدومِ مصطفیٰ ﷺ پر نثار ہو ہو جاتیں۔

۳۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا رَأَيتُ شَيأً أحسن من رسول اللهِ ﷺ كأنّ الشمس تجری فی وجهه۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر حسین و جمیل کسی اور کو نہیں پایا (یعنی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روئے منور کی زیارت کر کے یوں محسوس ہوتا) گویا حضور ﷺ کے روئے منور میں آفتابِ روشن محوِ خرام ہے۔''

۴۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ربیع بنت معوذ سے حضور ﷺ کے شمائل پوچھے تو اُنہوں نے کہا:

يا بنی! لو رأيته رأيت الشمس طالعة(۲)

''اے میرے بیٹے! اگر تو ان کی زیارت کرتا تو (گویا حسن و جمال میں) طلوع

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۸۰، رقم: ۸۹۳۰
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۰، رقم: ۸۵۸۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۵، رقم: ۶۳۰۹
۴۔ ابن مبارک، کتاب الزہد، ۱: ۲۸۸، رقم: ۸۳۸
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵
۶۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۰۹
۷۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۵۱
۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳
(۲) ۱۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۴، رقم: ۶۱
۲۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۶: ۱۱۶، رقم: ۳۳۳۵

ہوتے سورج کی زیارت کرتا۔‘‘

۵۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے دریافت کیا:

أکان وجه النبی ﷺ مثل السیف؟

’’کیا حضور ﷺ کا روئے منور تلوار کی مانند تھا؟‘‘

اُنہوں نے جواباً کہا:

لا، بل مثل القمر۔(۱)

’’نہیں (حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس تلوار کے مانند نہیں) بلکہ چاند کی طرح (چمکدار

.....۳۔طبرانی، المعجم الکبیر،۲۴:۲۷۴، رقم:۶۹۶

۴۔بیہقی، شعب الایمان،۲:۱۵۱، رقم: ۱۴۲۰

۵۔بیہقی، دلائل النبوۃ،۱:۲۰۰

۶۔ہیثمی، مجمع الزوائد:۸:۲۸۰

۷۔ابن عبدالبر، الاستیعاب،۴: ۱۸۳۸، رقم: ۳۳۳۶

(۱) ۱۔بخاری، الصحیح،۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم:۳۳۵۹

۲۔ترمذی، الجامع الصحیح،۵: ۵۹۸، ابواب المناقب، رقم:۳۶۳۶

۳۔احمد بن حنبل، المسند،۴:۲۸۱

۴۔دارمی، السنن،۱:۴۵، رقم:۶۴

۵۔ابن حبان، الصحیح،۱۴: ۱۹۸، رقم: ۶۲۸۷

۶۔رویانی، المسند،۱:۲۲۴، ۲۲۵، رقم: ۳۱۰

۷۔ابن جعد، المسند،۱:۳۷۵، رقم:۲۵۷۲

۸۔بخاری، التاریخ الکبیر،۱: ۱۰

۹۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،۱:۴۱۶، ۴۱۷

۱۰۔ابن عساکر، السیرۃ النبویہ،۳:۱۶۳

۱۱۔مقریزی، امتاع الاسماع،۲:۱۵۲

اور روشن)تھا۔''

۶۔ یہی سوال حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

لا، بل کان مثل الشمس و القمر و کان مستديرا۔(۱)

''نہیں، بلکہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور سورج اور چاند کی طرح (روشن) تھا اور گولائی لئے ہوئے تھا۔''

۷۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

کان فی وجه رسول اللهﷺ تدوير۔(۲)

''حضور ﷺ کا چہرۂ انور گول تھا (جیسے چودھویں کا چاند ہوتا ہے)۔''

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چہرۂ انور کو گول کہا تو ان کا مقصود چہرۂ انور کو محض چاند سے تشبیہ دینا تھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ روئے منور بالکل گول نہ تھا اور نہ لمبا بلکہ اعتدال و توازن کا ایک شاہکار تھا۔

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

مثل القمر المستدير هو أنور من السيف لكنه لم يكن مستديراً

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۳، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۰۴، رقم: ۲۱۰۳۷
۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۳۵
۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۴۷
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۴۴، رقم: ۱۹۲۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۳۹
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۱۳

جداً، بل کان بین الإستدارة و الإستطالة۔(۱)

’’حضور ﷺ کا روئے منور گولائی میں چاند کی طرح اور چمک دمک میں تلوار سے بڑھ کر تھا۔ لیکن چہرۂ اقدس نہ بالکل گول تھا اور نہ لمبا ہی تھا، بلکہ ان کے درمیان تھا (یعنی چہرۂ انور توازن و اعتدال کا عمدہ ترین نمونہ تھا)۔‘‘

چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی چاند سے تشبیہ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانی وضوفشانی دیکھ کر صحابہ کرام ﷺ بے ساختہ اسے چاند سے تشبیہ دینے لگتے۔ جب وہ تاروں بھرے آسمان میں پورے چاند کو دیکھتے تو اس کے حسنِ شب تاب سے ان کی خوش نصیب نگاہیں بے اختیار چہرۂ مصطفیٰ ﷺ کی طرف اٹھ جاتیں، جس کے حسن عالم تاب نے تمام جہاں کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے۔

۱۔ حضرت کعب بن مالک ﷺ فرماتے ہیں:

وَکَانَ رسول اللهﷺ إذا سُرّ استنار وجههٗ، حتی کأنه قطعة قَمَر، و کنا نعرف ذلك منه ۔(۲)

---

(۱) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۲۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۵، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۳

۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۱۸، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۰۰

۳۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۲۷، کتاب التوبہ، رقم: ۲۷۶۹

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۶۰، رقم: ۱۱۲۳۲

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۸، رقم: ۲۷۲۲۰

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۷

۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۱، رقم: ۴۱۹۳

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۵۵، ۶۹، رقم: ۹۵، ۱۳۴

۹۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۲۰

۱۰۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۱۹۷

’’جب حضور ﷺ مسرور ہوتے تو آپ ﷺ کے روئے منور سے نُور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتی تھیں، یوں لگتا جیسے چہرۂ اقدس چاند کا ٹکڑا ہو اور اس سے ہم جان لیتے (کہ آقا ﷺ خوشی کے عالم میں ہیں)۔‘‘

۲۔ یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفر اور حضر میں آپ ﷺ کی رفاقت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہجرت کے موقع پر غارِ ثور میں حضور ﷺ نے آپ کے زانوؤں پر سر رکھ کر استراحت فرمائی اور آپ ﷺ نے چہرۂ انور کی قریب سے زیارت کا اعزاز حاصل کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

كان وجه رسول الله ﷺ كدارة القمر۔(۱)

’’حضور ﷺ کا روئے منور (چودھویں کے) چاند کے (حلقہ اور) دائرہ کی مانند (دکھائی دیتا) تھا۔‘‘

۳۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ سُرخ چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتا بالآخر دل بے اختیار ہو کر پُکار اُٹھا:

فلهو عندی أحسن من القمر۔(۲)

’’آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہیں۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

.....۱۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۱۶۳، رقم: ۲۵۱

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۴۱۲

۲۔ ہندی، کنز العمال، ۷:۱۶۲، رقم: ۱۸۵۲۶

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۹، رقم: ۱۰

۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۱:۲۲۴

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۱۹۶

فنور وجهه ﷺ ذاتی، لا ينفك عنه ساعة فی اللیالی و الأيام، و نور القمر مكتسب مستعار ينقص تارة ويخسف أخرىٰ۔(۱)

''حضور ﷺ کے چہرۂ انور کا نُور دن رات میں کبھی جدا نہیں ہوتا کیونکہ چاند کے برعکس یہ حضور ﷺ کا ذاتی وصف ہے، چاند کا نور تو سُورج سے مستعار ہے، اس لئے اس میں کمی بھی آجاتی ہے حتیٰ کہ کبھی تو بالکل بے نُور ہو جاتا ہے۔''

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روئے منور کے حوالے سے فرماتے ہیں:

يتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر۔(۲)

''حضور ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔''

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

و كان رسول اللهﷺ أحسن الناس وجها و أنورهم لونا، لم يصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر، وكان عرقه فی وجهه مثل اللؤلو ۔(۳)

''حضور ﷺ سب سے بڑھ کر حسین وجمیل اور خوش منظر تھے۔ جس شخص نے بھی حضور ﷺ کی توصیف وثناء کی اُس نے چہرۂ انور کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی، اور آپ ﷺ کے روئے منور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح (چمکتے) تھے۔''

حضور ﷺ کے روئے منور کو چاند سے تشبیہ دینے کے حوالے سے ابن دحیہ کہتے ہیں:

---

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل علی الشمائل المحمدیہ، ۱:۵۶

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۵، رقم: ۸

(۳) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۱۲

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۰۰

لأن القمر يؤنس كل من شاهده و يَجْمَعُ النور من غير أذى حَرّ، و يتمكن من النظر إليه بخلاف الشمس التى تُعشى البصر فتمنع من الرؤية۔(۱)

’’چونکہ چاند اپنے دیکھنے والے کو مانوس کرتا ہے، چاند سے روشنی کا حصول گرمی کے بغیر ہوتا ہے اور اُس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے، بخلاف سورج کے کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور (کسی چیز کو) دیکھنے سے عاجز آ جاتی ہیں۔‘‘

شیخ ابراہیم بیجوریؒ فرماتے ہیں:

إنما آثر القمر بالذكر دون الشمس لأنه ﷺ محا ظلمات الكفر كما أن القمر محا ظلمات الليل۔(۲)

’’(چہرۂ انور کو) سورج سے تشبیہ نہ دے کر چاند سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کفر کی تاریکیوں کو اسی طرح دور کر دیا جس طرح چاند اندھیری رات کی تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔‘‘

۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان رسول الله ﷺ دخل عليها مسروراً، تبرق أسارير وجهه۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۲: ۴۱

(۲) ابراہیم بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۴، باب صفۃ الانبیاء، رقم: ۳۳۶۲

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۱۰۸۱، کتاب الرضاع، رقم: ۱۴۵۹

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۴۰، کتاب الولاء والھبۃ، رقم: ۲۱۲۹

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۲۸۰، کتاب الطلاق، رقم: ۲۲۶۷

’’آپ ﷺ میرے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ ﷺ شاداں و فرحاں تھے، چہرۂ اقدس کے تمام خدو خال نُور کی طرح چمک رہے تھے۔‘‘

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فی صفته علیه الصلوة والسلام: إذا سُر فكأنّ وجهه المرآة، وكأن الجدر تلاحك وجهه، أی یری شخص الجدر فی وجهه ﷺ۔(۱)

’’یہ بھی آپ ﷺ کی صفات میں سے تھا کہ جب آپ ﷺ مسرور ہوتے تو روئے منور آئینے کی طرح (شفاف اور مجلّا) ہو جاتا گویا کہ دیواروں کا عکس آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس میں صاف نظر آتا۔‘‘

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حفصہ بنت رواحہ سے سوئی عاریتاً لے کر رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سی رہی تھی کہ اچانک وہ میرے ہاتھ سے گر گئی اور تلاش بسیار کے بعد بھی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے:

فتبینت الابرة من شعاع نور وجهه ﷺ (۲)

’’حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس سے نکلنے والے نُور کی وجہ سے مجھے اپنی گم شدہ سوئی

------ ۵۔ نسائی، السنن، ۶:۱۸۴، کتاب الطلاق، رقم: ۳۴۹۳
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۸۲، رقم: ۲۴۵۷۰
۷۔ دار قطنی، السنن، ۴:۲۴۰، رقم: ۱۳۱
۸۔ عبد الرزاق، المصنف، ۷:۴۴۷، رقم: ۱۳۸۳۳
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰:۲۶۵، رقم: ۲۱۰۶۱
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴:۶۳

(۱) ابن اثیر، النہایہ، ۴:۲۳۸، ۲۳۹

(۲) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۲۵
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۰۷

مل گئی۔‘‘

چہرۂ مبارک .....صداقت کا آئینہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو اسلام لانے سے قبل یہود کے بہت بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ اسلام کے دامنِ رحمت میں آنے سے پہلے جب میں نے نبیٔ آخر الزماں ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بارے میں سنا تو نبوت کی دعویدار اس ہستی کو دیکھنے کے لئے آیا، اس وقت آپ ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے۔

فلما استبنت وجه رسول اللهﷺ عرفت أنّ وجهه ليس بوجه كذابٍ۔(۱)

’’پس جب میں نے حضور ﷺ کا چہرۂ اقدس دیکھا تو میرا دل پُکار اُٹھا کہ یہ (نورانی) چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۶۵۲، ابواب صفۃ القیامہ، رقم: ۲۴۸۵
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۲۳، کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۱۳۳۴
۳۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۴، رقم: ۴۲۸۳
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴:۶۱۷، رقم: ۷۲۷۷
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۴۵۱
۶۔ دارمی، السنن، ۱:۴۰۵، رقم: ۱۴۶۰
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۵۰۲، رقم: ۴۴۲۲
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۲۱۶، رقم: ۳۳۶۱
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۲۴۸، رقم: ۲۵۷۴۰
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۵
۱۱۔ ابن عبدالبر، الدرریہ، ۱:۸۵
۱۲۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۴:۱۱۸
۱۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۳۱۴

حضرت حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أتيت رسول اللهﷺ وهو بمنى أو بعرفات، وقد أطاف به الناس، قال: فنجئ الأعراب فإذا رأوا وجهه، قالوا: هٰذا وجهٌ مبارك ۔(۱)

''میں منٰی یا عرفات کے مقام پر حضور ﷺ کی بارگاہِ (بیکس پناہ) میں حاضر ہوا اور (دیکھا کہ) حضور ﷺ کی زیارت کے لئے لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں پس میں نے مشاہدہ کیا کہ دیہاتی آتے اور جب وہ آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرتے تو بے ساختہ پُکار اُٹھتے کہ یہ بڑا ہی مبارک چہرہ ہے۔''

سالارِ قافلہ کی بیوی کی شہادت

طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے قافلے نے مضافاتِ مدینہ میں پڑاؤ ڈالا، ہمارے قافلے میں نبیٔ آخرالزماں ﷺ تشریف لائے ۔ اُس وقت تک ہم حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے آشنا نہیں تھے، آقائے محتشم ﷺ کو ہمارا سُرخ اُونٹ پسند آ گیا، اُونٹ کے مالک سے سودا طے ہوا، لیکن اس وقت حضور ﷺ کے پاس رقم نہ تھی، آپ ﷺ نے طے شدہ رقم بھجوانے کا وعدہ کیا اور سُرخ اُونٹ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد اہلِ قافلہ اپنے خدشات کا اظہار کرنے لگے کہ ہم نے تو سُرخ اُونٹ کے خریدار کا نام تک دریافت نہیں کیا اور محض وعدے پر اُونٹ ایک اجنبی کے حوالے کر دیا ہے، اگر اُونٹ کے خریدار نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا تو کیا ہو گا؟ لوگوں کی قیاس آرائیاں سننے کے بعد سالارِ قافلہ کی بیوی قافلے والوں کو مخاطب

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۱۴۴، کتاب الحج، رقم: ۱۷۴۲
۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱:۳۹۲، رقم: ۱۱۴۸
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۲۶۱، رقم: ۳۳۵۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۲۸، رقم: ۸۷۰۱
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳:۲۶۹

کر کے یوں گویا ہوئی:

لاتلاوموا، فإني رأيت وجه رجل لم يكن ليحقركم، ما رأيت شيئا أشبه بالقمر ليلة البدر من وجهه(۱)

''تم ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو، بیشک میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے (اور میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ) وہ ہرگز تمہیں رسوا نہیں کرے گا۔ میں نے اس شخص کے چہرے سے بڑھ کر کسی چیز کو چودھویں کے چاند سے مشابہ نہیں دیکھا۔''

جب شام ہوئی تو ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ''میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں، یہ کھجوریں لو پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو۔'' تو ہم نے خوب سیر ہو کر کھجوریں کھائیں اور (اونٹ کی) قیمت بھی پوری کر لی۔

۳۔ سرِ انور

سردارِ دو جہاں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا سرِ انور مناسب حد تک بڑا اور حسنِ اِعتدال کے ساتھ وقار و تمکنت کا مظہرِ اتم دکھائی دیتا تھا۔ اس سے دیکھنے والے کے دل و دماغ میں آپ ﷺ کے سردارِ قوم ہونے اور آپ ﷺ کی شخصی وجاہت و عظمت کا دائمی تاثر قائم ہوتا۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۱۸، رقم: ۶۵۶۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۸، رقم: ۴۲۱۹
۳۔ ابن اسحاق، السیرۃ، ۴: ۲۱۶
۴۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۲۰۰
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۶۴۹

كان رسول الله ﷺ ضخم الرأس۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کا سرِ اقدس موزونیت کے ساتھ بڑا تھا۔''

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ عظيم الهامة۔(۲)

''رسول اکرم ﷺ کا سرِ انور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲:۲۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۳۷

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۹، ۹۶، ۱۰۱، ۱۲۷

۳۔ بخاری، الادب المفرد: ۴۴۵، باب الجفاء، رقم: ۱۳۱۵

۴۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۸

۵۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۲، رقم: ۴۱۹۴

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۹۳، رقم: ۱۵۲

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۴۹، رقم: ۱۴۱۴

۸۔ بزار، المسند، ۲: ۱۱۸، ۲۵۳، ۲۵۶

۹۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۴، رقم: ۱۷۱

۱۰۔ ضیاء مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۲: ۳۵۰، ۳۶۸، رقم: ۷۳۱، ۷۵۱

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱

۱۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۵، رقم: ۸

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۷، رقم: ۶۳۱۱

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۷

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۶

۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱: ۱۸۷، ۳۰۳، رقم: ۲۱۷

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵، رقم: ۴۱۴

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۴، رقم: ۱۴۳۰

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۹۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵، رقم: ۲۴

سر کا غیر معمولی طور پر بڑا یا چھوٹا ہونا انسانی شخصیت کے ظاہری حسن کو عیب دار بنا دیتا ہے۔ جبکہ اعتدال و موزونیت کے ساتھ سر کا بڑا ہونا وقار و رعنائی، عقل و دانش اور فہم و بصیرت کی دلیل ہے۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ ابراہیم بیجوریؒ فرماتے ہیں:

عظم الرأس دليلٌ على كمال القوٰى الدماغية، و هو آية النجابة۔(۱)

''سر (اقدس) کا بڑا ہونا دماغی قویٰ کے کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سردارِ قوم ہونے کی بھی دلیل ہے۔''

اعتدال کے ساتھ سر کا بڑا ہونا قابلِ ستائش ہے جیسا کہ عبدالرؤف مناوِیؒ فرماتے ہیں:

و عظم الرأس ممدوٌح لأنه أعون على الإدراكات و الكمالات۔(۲)

''سر کا بڑا ہونا قابلِ ستائش ہوتا ہے، کیونکہ یہ اَمر (حقائق کی) معرفت اور کمالات کے لئے معین و مددگار ہوتا ہے۔''

۴۔ موئے مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سرِ انور پر مبارک بال نہایت حسین اور جاذب نظر تھے، جیسے ریشم کے سیاہ گچھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگھریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلالِ عید، اور ان میں بھی اِعتدال، توازُن اور تناسب کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی سیاہ زلفوں کی قسم کھاتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَ الَّيْلِ اِذَا سَجٰى O (۳)

(۱) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۳

(۲) مناوی، حاشیہ برجمع الوسائل، ۱: ۴۲

(۳) القرآن، الضحٰی، ۹۳: ۲

’’(اے حبیبِ مکرم!) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلفِ عنبریں کی) جب وہ (آپ کے رُخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے۔‘‘

یہاں تشبیہ کے پیرائے میں آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں کا ذکر قسم کھا کر کیا گیا جو دراصل محبوب ﷺ کے حسن و جمال کی قسم ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور علیہ السلام سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ ان کی نگاہیں ہمہ وقت آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا طواف کرتی رہتیں۔ وہ آپ ﷺ کی خمدار زلفوں کے اسیر تھے اور اکثر اپنی محفلوں میں آپ ﷺ کی زلفِ عنبریں کا تذکرہ والہانہ انداز سے کیا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان شعر النبي ﷺ رجلا، لا جعْدَ و لا سبطـ(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کی زلفیں نہ تو مکمل طور پر خمدار تھیں اور نہ بالکل سیدھی اکڑی ہوئی بلکہ درمیانی نوعیت کی تھیں۔‘‘

۲۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے گیسوئے عنبریں کی مختلف کیفیتوں کو اُن کی لمبائی کے پیمائش کو مدِنظر رکھتے ہوئے بڑے اچھوتے اور دل نشیں انداز سے بیان کیا ہے۔ اگر زلفانِ مقدس چھوٹی ہوتیں اور آپ ﷺ کے کانوں کی لوؤں کو چھونے لگتیں تو وہ پیار سے آپ ﷺ کو ’’ذی لمة (چھوٹی زلفوں والا)‘‘ کہہ کر پکارتے، جیسا کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيت من ذي لمة أحسن في حلة حمراء من رسول اللهﷺ، شعره يضرب منكبهـ(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲
۴۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۲۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۱، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۱

’’میں نے کانوں کی لو سے نیچے لٹکتی زلفوں والا سرخ جبہ پہنے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔‘‘

۳۔ کتبِ حدیث میں درج ہے کہ ایک دفعہ ابو رمثہ تمیمی رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، بعد میں اُنہوں نے اپنے ہم نشینوں سے ان حسین لمحات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ ﷺ کی زلفِ عنبریں کا تذکرہ یوں کیا:

وله لمة بهما ردع من حناء۔(۱)

’’آپ ﷺ کی مبارک زلفیں آپ ﷺ کے کانوں کی لو سے نیچے تھیں جن کو مہندی سے رنگا گیا تھا۔‘‘

۴۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی زلفِ سیاہ کے حسن و جمال کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

له شعر يبلغ شحمة اليسرى، رأيتهٗ في حلة حمرآء لم أر شيئًا قط

۳۔۔۔۔۔۔۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۸، ابواب الفضائل، رقم: ۳۶۳۵

۵۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۱، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۸۳

۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۴

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۰

۸۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۲۳

۹۔ ابن حبان اصبہانی، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۲۷۷، رقم: ۴

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۶۳

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۳: ۳۳۷، رقم: ۵۹۹۵

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۱۲، رقم: ۹۳۲۸

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۲۷۹، رقم: ۷۱۶

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۸

أحسن منه۔(۱)

''آپ ﷺ کی زلفیں کانوں کی لو تک نیچے لٹکتی رہتیں، میں نے سرخ جبہ میں حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا۔''

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

و کان له شعر فوق الجُمّة و دون الوفرة۔(۲)

آپ ﷺ کی زلفیں کانوں اور شانوں کے درمیان ہوا کرتی تھیں۔

ابوداؤد کی عبارت میں **فوق الوفرة و دون الجمة** کے الفاظ ہیں۔

۶۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ کی معنبر زلفیں قدرے بڑھ جاتیں اور کانوں کی لوؤں سے تجاوز کرنے لگتیں تو صحابہ کرام ﷺ آپ ﷺ کو ''**ذی وفرة** (لٹکتی ہوئی زلفوں والا)'' کہنے لگتے۔ سیدنا فاروق اعظم ﷺ نے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا حسین تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی زلفِ مشکبار کا تذکرہ یوں کیا:

کان نبی الله ﷺ ذو وفرة۔(۳)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ لٹکتی ہوئی زلفوں والے تھے۔''

۷۔ اگر شبانہ روز مصروفیات کے باعث بال مبارک نہ ترشوانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی زلفیں بڑھ کر مبارک شانوں کو چھونے لگتیں تو صحابۂ کرام ﷺ فرطِ محبت سے آپ ﷺ کو ''**ذی جمة** (کاندھوں سے چھوتی ہوئی زلفوں والا)'' کہہ کر پکارتے۔

حضرت براء بن عاذب ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ مربوعاً بعید ما بین المنکبین، و کانت جمته تضرب شحمة أذنیه۔(۴)

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۳، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۸

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۳۳، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۵

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۸۲، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۸۷

(۳) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۴۹

(۴) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۴۸، رقم: ۲۶

''حضور ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کی زلفیں آپ ﷺ کے مبارک کانوں کی لو کو چھوتی تھیں۔''

۸۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

ان رسول اللہ ﷺ کان یضرب شعرہ منکبیہ۔ (۱)

''حضور ﷺ کی زلفیں کاندھوں کو چوم رہی ہوتی تھیں۔''

۹۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے سراپائے مبارک کا ذکر محبت بھرے انداز میں کمالِ وارفتگی کے ساتھ کرتے رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی عنبر بار زلفوں کا ذکر کرتے ہوئے مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ حسن الشعر۔(۲)

''رسولِ اکرم ﷺ کے موئے مبارک نہایت حسین وجمیل تھے۔''

۱۰۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رجل الشعر إن انفرقت عقیقتہ' فرقھا و إلا فلا یجاوز شعرۃ شحمۃ أذنیہ إذا ھو و فرہ۔(۳)

''آپ ﷺ کے بال مبارک خمیدہ تھے، اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ

.....۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۷

۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۷۲

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۹، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۸

۲۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۸

۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۱۹، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۲

۴۔ نسائی، السنن، ۸:۱۳۴، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۳۳

(۲) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۱۷

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۱۷

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم: ۸

۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۵

بسہولت نکل آتی تو نکال لیتے تھے ورنہ نہیں۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے۔‘‘

۱۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ شديد سواد الرأس واللحية۔(۱)

’’حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سرِ انور کے بال گہرے سیاہ رنگ کے تھے۔‘‘

۱۲۔ آپ ﷺ کے آرائشِ گیسو کے مبارک معمول کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يسدل ناصيته سدل أهل الكتاب، ثم فرق بعد ذلك فرق العرب ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ پیشانی اُقدس کے اوپر سامنے والے بال بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسا کہ اہلِ کتاب کرتے ہیں، لیکن بعد میں آپ ﷺ اس طرح مانگ نکالتے جیسے اہلِ عرب نکالا کرتے۔‘‘

۵۔ جبینِ پُرنور

تاجدارِ کائنات حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی فراخ، کشادہ، روشن اور چمکدار تھی جس پر ہر وقت خوشی و اطمینان اور سرور و مسرت کی کیفیت آشکارا رہتی۔ جو کوئی آقائے دو عالم ﷺ کی مبارک پیشانی پر نظر ڈالتا تو اُس پر موجود خاص چمک دمک اور تابانی دیکھ کر مسرور ہو جاتا، اُس کا دل یک گونہ سکون اور اطمینان کی دولت سے مالا مال ہو جاتا۔

۳۔ ابن حبان بستی، الثقات، ۲:۱۴۵

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵، رقم:۴۱۴

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۱۷

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۸

(۲) ۱۔ ابن حبان بستی، الثقات، ۷:۳۴، رقم:۸۸۷۹

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸:۴۳۷، رقم:۴۵۴۵

آپ ﷺ کی کشادہ اور پرنور پیشانی مبارک ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائشوں اور کثافتوں سے پاک تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ ﷺ کی پیشانیٔ انور پر کبھی بھی اُکتاہٹ اور بیزاری کی کیفیت نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پھولوں کی طرح تر و تازہ اور ماہِ تاباں کی طرح روشن و آبدار تھی، جس پر کبھی شکن نظر نہ آئی۔ آپ ﷺ ملاقات کے لئے آنے والوں سے اِس قدر خندہ پیشانی سے پیش آتے کہ آپ ﷺ کی شخصیت کے نقوش مخاطبین کے دلوں پر نقش ہو جاتے اور وہ آپ ﷺ کی مجلس سے موانست، چاہت اور اپنائیت کا اِحساس لے کر لوٹتے۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ واسع الجبین۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے۔''

۲۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اوصافِ مصطفیٰ ﷺ بیان کرتے تو کہتے:

کان مفاض الجبین۔(۲)

''حضور ﷺ کی جبینِ اقدس کشادہ تھی۔''

۳۔ کتب سیر و تاریخ میں ہے کہ اللہ رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کے

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم: ۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۵، رقم: ۴۱۴

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم: ۲۴

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۴، ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۴

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۴

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۷

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۵

ذریعہ نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کی خبر دی اور آقائے دوجہاں ﷺ کا حُلیہ مبارک بیان فرماتے ہوئے خصوصاً سرکار دوعالم ﷺ کی جبینِ اقدس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:

الصلت الجبين۔(۱)

''(وہ نبی) کشادہ پیشانی والے ہیں۔''

۴۔ حافظ ابن ابی خیثمہ بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أجلى الجبين، إذا طلع جبينه من بين الشعر أو طلع من فلق الشعر أو عند الليل أو طلع بوجهه على الناس، تراءى جبينه كأنه السراج المتوقد يتلألأُ، كانوا يقولون هو ﷺ۔(۲)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک پیشانی روشن تھی۔ جب موئے مبارک سے پیشانی ظاہر ہوتی، یا دن کے وقت ظاہر ہوتی، یا رات کے وقت دکھائی دیتی یا آپ ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف لاتے تو اُس وقت جبینِ انور یوں نظر آتی جیسے روشن چراغ ہو جو چمک رہا ہو۔ یہ حسین اور دلکش منظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ پُکار اُٹھتے کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔''

۵۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دن چرخہ کات رہی تھیں اور آقائے دو جہاں ﷺ اپنے پاپوش مبارک کو پیوند لگا رہے تھے۔ اس حسین منظر کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۴۵

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۷۸

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۲:۷۸

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۶۲

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۱

۲۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۲۰۲

فجعل جبينه' يعرق، و جعل عرقه يتولد نوراً، فبهت، فنظر إلىّ رسول الله ﷺ، فقال: ما لك يا عائشة بهت؟ قلت: جعل جبين يعرق، وجعل عرقك يتولد نوراً، و لو رأ ك أبو كبير الهذلى لعلم أنك أحق بشعر ۔(۱)

''پس آپ ﷺ کی مبارک پیشانی پر پسینہ آیا، اُس پسینہ کے قطروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہی تھی، میں اُس حسین منظر کو دیکھ کر مبہوت ہوگئی۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: عائشہ! تجھے کیا ہوگیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے ہیں جن سے نور پھوٹ رہا ہے۔ اگر ابوکبیر ھذلی آپ ﷺ کی اِس کیفیت کا مشاہدہ کرلیتا تو وہ جان لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ہی ہیں۔''

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنی تو از رہِ استفسار فرمایا کہ ابوکبیر ھذلی نے کونسا شعر کہا ہے؟ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا:

فإذا نظرتُ إلى أسرة وجهه
برقت كبرق العارض المتهلل(۲)

(جب میں نے اُس کے رخِ روشن کو دیکھا تو اُس کے رخساروں کی روشنی یوں چمکی جیسے برستے بادل میں بجلی کوند جائے۔)

شاعرِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی روشن پیشانی کا لفظی مرقع اپنے ایک شعر میں یوں پیش کیا ہے:

متى يبد فى الداجى البهيم جبينه
يلح مثل مصباح الدجى المتوقد(۳)

(۱) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴
(۲) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴
(۳) ۱۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۶۷

(رات کی تاریکی میں حضور ﷺ کی جبینِ اقدس اس طرح چمکتی دکھائی دیتی ہے جیسے سیاہ اندھیرے میں روشن چراغ۔)

۶۔ اَبرو مبارک

حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے اَبرو مبارک گہرے سیاہ، گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ و باریک تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ چھپی رہتی لیکن جب کبھی آپ ﷺ غیظ اور جلال کی کیفیت میں ہوتے تو وہ رگ اُبھر کر نمایاں ہو جاتی جسے دیکھ کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جان لیتے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ أزج الحواجب سوابغ فی غير قرن، بينهما عرق يدره الغضب۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کے اَبرو مبارک (کمان کی طرح) خمدار، باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک جدا جدا تھے اور دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو حالتِ غصہ میں ابھر آتی۔''

.....۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۲۲، رقم: ۱۵۲۰۴

۳۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۴۹

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۲، رقم: ۸

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۱۴، ۲۱۵

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵: ۲۴

۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۲

۲۔ باریک ابروؤں کے بارے میں ایک اور روایت یوں ہے:

کان رسول اللہ ﷺ دقیق الحاجبین۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کے اَبرو مبارک نہایت باریک تھے۔''

حضور ﷺ کے دونوں ابروؤں کے درمیان فاصلہ بہت کم تھا، اس کا اندازہ روئے منور کو بغور دیکھنے سے ہی ہوتا تھا ورنہ عام حالت میں یوں لگتا تھا کہ اُن کے درمیان سرے سے کوئی فاصلہ ہی نہیں۔ جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ مقرون الحاجبین۔(۲)

''رسولِ اکرم ﷺ کے ابرومقدس آپس میں متصل تھے۔''

بادیٔ النظر میں مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں تعارض محسوس ہوتا ہے۔ پہلی روایت ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے نہ تھے جبکہ دوسری روایت میں یہ مذکور ہے کہ ابرو مبارک ملے ہوئے تھے۔ ائمہ نے ان دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی ہے:

الفرجة التی کانت بین حاجبیه یسیرة، لا تبین إلا لمن دقق النظر۔(۳)

''دونوں ابروؤں کے درمیان اتنا کم فاصلہ تھا جو صرف بغور دیکھنے سے محسوس ہوتا تھا۔''

---

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۷۴

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۱

(۲) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱: ۲۴۵

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۹۱، رقم: ۵۴۸۴

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۲

(۳) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۲۳

۷۔ چشمانِ مقدسہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو انتہائی وجیہ، خوبصورت اور روشن چہرۂ اقدس عطا فرمایا تھا۔ اس چہرۂ انور کی رعنائی و زیبائی کو آپ ﷺ کی خوبصورت اور فراخ آنکھیں چار چاند لگا رہی تھیں۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں پُرکشش جاذبِ نظر اور حسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوب صورت اور پُرکشش تھیں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أدعج العينين۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔''

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں گہری سیاہ، دراز اور گھنی تھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أهدب أشفار العينين۔(۲)

''آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پلکیں نہایت دراز تھیں۔''

۳۔ قافلۂ ہجرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے پڑاؤ پر پہنچا تو وہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر تصویرِ حیرت بن گئیں، حسنِ مصطفیٰ کی منظر کشی کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں:

في أشفاره وطف۔(۳)

''حضور ﷺ کی پلکیں دراز ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۰

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۲

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۴

۲۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۴۷

(۳) ۱۔ حسان بن ثابت، دیوان: ۵۸

۴۔ آپ ﷺ کی آنکھوں کے اندر پتلی مبارک نہایت سیاہ تھی، اُن میں کسی اور رنگ کی جھلک نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

و کان أسود الحدقة۔(۱)

''رسول اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی۔''

۵۔ پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا مگر اُس میں سرخی ہم آمیز یعنی گھلی ہوئی نظر آتی تھی، یوں لگتا تھا کہ اس میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے دکھائی دیتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ أشکل العینین۔(۲)

''حضور ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کے سفید حصے میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔''

.....۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱

۴۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۷۹

۵۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۷۹

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹

۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۲۳

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۶

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۲

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۷

۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۲۵۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۹

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۱۹۹، رقم: ۶۲۸۸

۶۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں تھیں اور جو ان چشمانِ مقدسہ کو دیکھتا وہ یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ ابھی ابھی سرمے کی سلائی ڈال کر آئے ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كنتُ إذا نظرتُ إليه، قلتُ: أكحل العينين وليس بأكحل۔(۱)

''میں جب بھی آقا ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کا نظارہ کرتا تو اُن میں سرمہ لگا ہونے کا گمان ہوتا حالانکہ حضور ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا۔''

۷۔ حضور ﷺ بچپن میں بھی جب نیند سے بیدار ہوتے تو سر کے بال اُلجھے ہوئے ہوتے نہ آنکھیں بوجھل ہوتیں بلکہ آپ ﷺ خندہ بہ لب اور شگفتہ گلاب کی طرح تروتازہ ہوتے اور قدرتی طور پر آنکھیں سرگیں ہوتیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابو طالب نے فرمایا:

كان الصبيان يصبحون رُمصاً شعثا، و يصبح رسول اللهﷺ، دهيناً كحيلاً۔(۲)

''عام طور پر بچے جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں بوجھل اور سر کے بال الجھے ہوئے ہوتے ہیں، لیکن جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے سرِ انور میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوتا۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۵

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۸۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۹۷

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۳

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۲۰

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۲: ۲۸۳

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۴۱

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۱۸۹

۵۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۳۱

۸۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی بھی حضور ﷺ کو کسی کی طرف آنکھ بھر کر تکتے ہوئے نہ دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں غایت درجہ شرم و حیاء کی وجہ سے زمین کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ حضور ﷺ کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی، جب کبھی کسی طرف دیکھتے تو تھوڑی اوپر آنکھ اٹھاتے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ آپ ﷺ کی اس ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں یوں مذکور ہے:

خافض الطرف، نظره إلى الأرض أكثر من نظره إلى السماء۔(۱)

''آپ ﷺ کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔''

گوشۂ چشم سے دیکھنا کمال شفقت و الفت کا انداز لئے ہوئے تھا جبکہ جھکی ہوئی نظریں بغایت درجہ شرم و حیاء پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر کون عفت مآب اور حیا دار ہوسکتا تھا مگر جب کبھی اللہ رب العزت کا پیغام آتا اور نزولِ وحی کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ کی مبارک نظریں آسمان کی طرف اُٹھتیں اور آپ ﷺ پلٹ پلٹ کر آسمان کی طرف نگاہ کرتے جیسے تبدیلیٔ قبلہ کا حکم نازل ہوا تو اس وقت بھی آپ ﷺ چہرۂ انور کو بار بار اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کیفیت کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۔(۲)

''(اے حبیب!) ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۸، رقم: ۸

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۳۰

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۴۴

۸۔ بصارتِ مصطفیٰ ﷺ کا غیر معمولی کمال

اللہ رب العزت نے انسان کو کائناتِ خارجی کے مشاہدے کے لئے بصارت اور کائناتِ داخلی کے مشاہدے کے لئے بصیرت عطا فرمائی۔ مؤخر الذکر کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے مومن کی بصیرت کہہ کر نورِ خدا قرار دیا، آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله.(۱)

''مردِ مومن کی فراست (اور بصیرت) سے ڈرا کرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔''

جب ایک مردِ مومن کی بصیرت کا یہ عالم ہے تو آقائے دو جہاں ﷺ جو اللہ رب العزت کے محبوب و مقرب بندے اور رسول ہیں ان کی بصیرت کی ہمہ گیر وسعتوں اور رفعتوں کا عالم کیا ہو گا اس کا اندازہ کرنا کسی بھی فردِ بشر کے بس کی بات نہیں۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو باطنی بصیرت اور ظاہری بصارت دونوں خوبیاں بڑی فیاضی اور فراخدلی سے عطا کی گئیں۔ عام انسانوں کے برعکس حضور ﷺ اپنے پیچھے بھی دیکھنے پر قدرت رکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں دیکھنا بھی آپ کے لئے ممکن تھا۔

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۹۸، ابواب التفسیر، رقم: ۳۱۲۷
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۳۵۴، رقم: ۱۵۲۹
۳۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۱: ۳۸۷، رقم: ۶۶۳
۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۳: ۳۱۲، رقم: ۳۲۵۴
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۲۶۸
۶۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱۴: ۴۶
۷۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۱۰: ۴۳
۸۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۲۶
۹۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۶: ۱۱۸
۱۰۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱: ۲۳۳

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

هل ترون قبلتي هاهنا؟ فو الله! ما يخفى عليّ خشو عكم و لا ركوعكم، إني لأراكم من وراء ظهري۔(۱)

''تم میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو؟ خدا کی قسم! تمہارے خشوع (وخضوع) اور رکوع مجھ سے پوشیدہ نہیں، میں تم کو اپنے پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

أيها الناس! إني إمامكم فلا تسبقوني بالركوع و لا بالسجود، ولا بالقيام ولا بالانصراف فإني أراكم أمامي و من خلفي۔(۲)

''اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز ختم کرنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو، میں تمہیں اپنے سامنے اور پچھلی طرف (یکساں) دیکھتا ہوں۔''

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يرى بالليل في الظلمة كما يرى بالنهار من الضوء۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۶۱، کتاب المساجد، رقم: ۴۰۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۱۹، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۲۴
۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶: ۷۳
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۸۶
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۰۴
۶۔ ابن جوزی، الوفاء: ۳۴۹، رقم: ۵۰۸

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۱۸۰، کتاب الصلوۃ، رقم: ۴۲۶
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۵
۳۔ ابن خزیمۃ، الصحیح، ۳:۱۰۷، رقم: ۱۷۱۶

(۳) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۶: ۷۵

’’رسول اللہ ﷺ جس طرح دن کے اُجالے میں دیکھتے تھے اُسی طرح رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے فرمایا:

أنی أرَی ما لا ترون۔(۱)

’’میں وہ سب کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔‘‘

۵۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن اللہ زوی لِیَ الأرض، فرأیتُ مشارقها و مغاربها۔(۲)

’’بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے شرق و غرب کو دیکھا۔‘‘

.....۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۴: ۲۷۲

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۰۴

۴۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۳۸۶

۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۴۹، رقم: ۵۱۰

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۵۶، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۱۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۱۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۷۳

۴۔ بزار، المسند، ۹: ۳۵۸

۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۵۸، رقم:

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۵۲، رقم: ۱۳۱۱۵

۷۔ شعب الایمان، ۱: ۴۸۴، رقم: ۷۸۳

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۹، ۱: ۴۲

۹۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۱۵، کتاب الفتن و اشراط الساعۃ، رقم: ۲۸۸۹

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۴۷۲، ابواب الفتن، رقم: ۲۱۷۶

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۷، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۲۵۲

۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الله قد رفع لی الدنیا، فأنا أنظر إلیها و إلی ما هو کائن فیها إلی یوم القیامة، کأنما أنظر إلی کفی هذه۔(۱)

’’بیشک اللہ نے میرے لئے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کردی۔ پس میں دنیا میں جو واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُسے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔‘‘

۷۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن موعدکم الحوض، و إنی لأنظر إلیه من مقامی هذا۔(۲)

’’بیشک (میرے ساتھ) تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اُسے یہاں اِس مقام سے دیکھ رہا ہوں۔‘‘

۸۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من شئی کنت لم أره إلا قد رأیته فی مقامی هذا، حتی الجنة والنار۔(۳)

.....۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۷۸، رقم: ۲۲۴۴۸
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۲۲۱، رقم: ۷۲۳۸
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۱: ۴۵۸، رقم: ۱۱۷۴۰

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۷
۲۔ نعیم بن حماد، السنن، ۱: ۲۷
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۸۵
۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۷: ۲۰۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۴۸۶، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۱۶
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۵۴
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۶۷۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۷۹، کتاب الوضوء، رقم: ۱۸۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۶۲۴، کتاب الکسوف، رقم: ۹۰۵

’’کوئی ایسی شے نہیں جو میں نے نہیں دیکھی مگر اس مقام پر دیکھ لی یہاں تک کہ جنت و دوزخ (کو بھی)۔‘‘

۹۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی چشمانِ مقدسہ کی بصارت کی گہرائی اور گیرائی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ ﷺ چاہتے تو عرشِ معلٰی سے تحت الثریٰ تک ساری کائنات بے حجاب ہو کر نظر کے سامنے آ جاتی۔ قرآن اس بات پر شاہد عادل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کے لئے عرض کی کہ ’’رَبِّ أَرِنِی (اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا)‘‘ تو باری تعالیٰ نے اپنی صفاتی تجلّی کو ہِ طور پر پھینکی جس کے نتیجے میں کوہِ طور جل کر خاکستر ہوگیا اور آپ علیہ السلام غش کھا کر گر گئے۔ یہ بے ہوشی کا عالم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ۴۰ دن تک طاری رہا اور جب چالیس دن کی بیہوشی سے افاقہ ہوا تو اُس صفاتی تجلّی کے انعکاس کی وجہ سے اُن کی بصارت کی دور بینی کا عالم یہ تھا کہ آپ تیس تیس میل کے فاصلے پر سے کالے رنگ کے پتھر میں سیاہ رات کے اندر چیونٹی کو آنکھوں سے چلتا ہوا دیکھ لیتے تھے۔(۱)

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو اللہ تعالیٰ کی صفاتی تجلّی کے اِنعکاس سے اتنی بصارت مل سکتی ہے تو وہ ہستی جس نے تجلیاتِ الٰہیہ کا براہِ راست مشاہدہ کیا اُن کی چشمانِ مقدس کی بصارت کا کیا عالم ہوگا! شبِ معراج چشمانِ مصطفوی اللہ کی تجلیات کو نہ صرف دیکھتی رہیں بلکہ انہیں اپنے اندر جذب بھی کرتی رہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰیO (۲)

نہ نگاہ جھپکی نہ حد سے بڑھی O

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا:

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۷:۳۸۳، رقم:۳۱۱۴

۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۱۵۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۳۳۸، رقم:۶۱۵۳

(۱) قاضی عیاض، الشفاء، ۱:۴۳

(۲) القرآن، النجم، ۵۳:۱۷

رأیتُ ربی فی أحسن صورة ..... فوضع یده بین کتفی فوجدتُ بردها بین یدی، فتجلّی لی کل شیء، و عَرَفْتُ۔ (۱)

''میں نے اللہ رب العزت کو (اس کی شان کے مطابق) خوبصورت شکل میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے (اللہ کے دستِ قدرت کا فیض) ٹھنڈک (کی صورت میں) اپنے سینے کے اندر محسوس کیا جس کے بعد ہر شے میرے سامنے عیاں ہوگئی۔''

۱۰۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فعلمت مَا فی السمٰوٰت والارضِ۔ (۲)

''پس میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو جان لیا۔''

۹۔ ناک مبارک

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ناک مبارک کمال درجہ قوتِ شامہ کی حامل اور نکہتوں کی امین تھی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بینی مبارک زیادہ بلند نہ تھی لیکن دیکھنے والوں کو اعتدال اور تناسب کے ساتھ قدرے اُونچی دکھائی دیتی تھی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مائل بہ بلندی تھی۔ وہ درمیان میں قدرے بلند اور باریک تھی، موٹی اور بھدی نہ تھی، طوالت میں اِعتدال پسندی کی مثال تھی، موزونیت اور تناسب کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صناعِ ازل کا شاہکار دکھائی دیتی تھی۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۳۶۷، ابواب التفسیر، رقم: ۳۲۳۴

(۲) ۱۔ جامع الترمذی، ۵:۳۶۶، رقم: ۳۲۳۳

۲۔ دارمی، السنن، ۲:۵۱، رقم: ۲۱۵۵

۳۔ ابویعلی، المسند، ۴:۴۷۵، رقم: ۲۶۰۸

۴۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۲۴:۳۲۳، رقم: ۹۱۸

۵۔ خطیب بغدادی، مشکوۃ المصابیح، ۶۹۔۷۰

كان رسول اللهﷺ دقيق العرنين۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کی بینی مبارک حسن اور تناسب کے ساتھ باریک تھی۔''

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ناک مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چمک دمک اور آب و تاب سے نوازا تھا کہ اُس سے ہر وقت نور پھوٹتا تھا۔ اُسی چمک کا نتیجہ تھا کہ ناک مبارک بلند دکھائی دیتی تھی لیکن جو شخص غور سے دیکھتا تو وہ کہتا کہ مائل بہ بلندی ہے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ أقنى العرنين، له نورٌ يعلوه، يحسبه من لم يتأمله أشم۔(۲)

''حضور ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور کی شعاعیں پھوٹتی رہتی تھیں، جو شخص بینی مبارک کو غور سے نہ دیکھتا وہ حضور ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہیں تھا)۔''

۱۰۔ رُخسارِ روشن

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک رخسار نہ زیادہ اُبھرے ہوئے تھے اور نہ اندر کی طرف دھنسے ہوئے، بلکہ اِعتدال و توازن کا دلکش نمونہ تھے۔ سرخی مائل سفید کہ گلاب کے پھولوں کو بھی دیکھ کر پسینہ آ جائے، چمک ایسی کہ چاند بھی شرما جائے، گداز ایسا کہ شبنم بھی پانی بھرتی دکھائی دے، نرماہٹ ایسی کہ کلیوں کو بھی حجاب آئے۔ رخسار مبارک دیکھنے

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۸

۲۔ صالحی، سبل الھدیٰ والرشاد، ۲: ۲۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۶، رقم: ۸

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۱۴، ۲۱۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۷، ۳۱

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۳۰

والے کو ہموار نظر آتے تھے مگر غیر موزوں اِرتفاع کا کہیں نشان تک نہ تھا۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول اللهﷺ سهل الخدين۔(۱)

''حضور ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔''

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں 'الخد الأسيل'(۲) کے الفاظ آئے ہیں، 'سهل' اور 'أسيل' کے فرق کے حوالے سے شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ بیان کرتے ہیں:

ليس في خديه نتوء و إرتفاع، و قيل: أراد أن خديهﷺ أسيلان قليل اللحم رقيق الجلد (۳)

''آپ ﷺ کے رخسار مبارک میں غیر موزوں ارتفاع نہ تھا، اور کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے رُخسار مبارک 'اسیلان' تھے یعنی اُن پر گوشت کم اور اُن کی جلد نرم تھی۔

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم:۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۹۰
۳۔ طبری، الکامل فی التاریخ، ۲:۲۲۱
۴۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۱۴، ۲۱۵
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۷
۶۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۸
۷۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۶

(۲) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۹
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۲۷

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۹
۲۔ ابن کثیر، شمائل الرسول:۴۲

كان رسول الله أبيض الخد۔(۱)

''حضور ﷺ کے رخسار مبارک نہایت ہی چمکدار تھے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول اللهﷺ أبيض الخدين۔(۲)

''حضور ﷺ کے رخسار مبارک سفید رنگ کے تھے۔''

۱۱۔ لبِ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے لب مبارک سرخی مائل تھے، لطافت ونزاکت اور رعنائی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھے۔

۱۔ آپ ﷺ کے مقدس لب کی لطافت وشگفتگی کے حوالے سے روایت ہے:

كان رسول اللهﷺ أحسن عباد الله شفتين وألطفهم ختم فم۔(۳)

''آپ ﷺ کے مقدس لب اللہ کے تمام بندوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے اور بوقتِ سکوت نہایت ہی شگفتہ ولطیف محسوس ہوتے۔''

۲۔ لب مبارک وا ہوتے تو دہن پھول برساتا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان في كلام رسول اللهﷺ ترتيل أو ترسيل۔(۴)

''آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی گفتگو میں ایک نظم اور ٹھہراؤ ہوتا۔''

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۹

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۲۹

(۳) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۰۰

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۰۳

۳۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۲۰۳

(۴) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۲۸۱، کتاب الادب، رقم: ۴۸۳۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۳۰۰، رقم: ۲۶۲۹۴

۳۔ آقائے محتشم ﷺ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، کلام بڑا واضح ہوتا جس میں کوئی اِبہام اور اُلجھاؤ نہ ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أن النبی ﷺ کان یحدث حدیثا، لو عدّه العاد لأحصاه۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ اِس قدر ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے کہ اگر کوئی شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔''

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

(کلامه) فصلٌ لا نزر و لا هذر۔(۲)

''گفتگو نہایت فصیح و بلیغ ہوتی، اس میں کمی بیشی نہ ہوتی۔''

۱۲۔ دہن مبارک

حضور ﷺ کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

.....۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۰۷، رقم: ۵۵۵۰

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۵

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۷۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۴

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۹۸، رقم: ۲۴۹۳

۳۔ حمیدی، المسند، ۱: ۱۲۰، رقم: ۲۴۷

۴۔ ابن جوزی، الوفا، ۲: ۴۵۴

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۴۹، رقم: ۳۶۰۵

۳۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۶۷۴

۴۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۴۶

۵۔ صبیۃ اللہ، اعتقاد اہل السنۃ، ۴: ۷۷۹

كان رسول اللهﷺ ضليع الفم۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کا دہنِ مبارک فراخ تھا۔''

دہنِ اقدس چہرۂ انور کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ ﷺ کے دہنِ مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا حق ہوتا، حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ علم و حکمت کا چشمۂ آبِ رواں تھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO(۲)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتےo وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہےo''

غصہ کی حالت میں بھی دہنِ اقدس سے کلمۂ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آقا ﷺ کی ہر بات کو حیطۂ تحریر میں لے آیا کرتے تھے کیونکہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے خود اُن سے فرمایا تھا:

أكتب، فو الذى نفسى بيده! ما يخرج منه إلاحق۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۶:۳۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۶:۳۳، ابواب لمناقب، رقم: ۳۶۴۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۹۷، رقم: ۲۰۹۵۲

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۱۹۹، رقم: ۶۲۸۸

۵۔ طیالسی، المسند، ۱:۱۰۴، رقم: ۷۶۵

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۲۲۰، رقم: ۱۹۰۴

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۶

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۲۲

۹۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم: ۲۴

(۲) القرآن، النجم، ۵۳:۳، ۴

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۱۵، کتاب العلم، رقم: ۳۶۴۶

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۳۱۳، رقم: ۲۶۴۲۸

’’لکھو (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔‘‘

حضور ﷺ کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور ﷺ کا نطق، نطقِ اِلٰہی، جس میں خواہشِ نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ آقائے دوجہاں ﷺ اپنے صحابۂ کرام ﷺ سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرما لیا کرتے تھے۔ خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ ﷺ کی گفتگو مزین ہوتی لیکن اُس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے۔

۱۳۔ دندانِ اقدس

تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے دندان مبارک باریک اور چمکدار تھے، سامنے کے دندان مبارک کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ تبسم فرماتے تو یوں لگتا کہ دندان مبارک سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ فرماتے ہیں کہ جب آپ ا مسکراتے تو دانتوں کی باریک ریخوں سے اس طرح نور کی شعاعیں نکلتیں کہ در و دیوار چمک اُٹھتے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ أفلج الثنيتين، إذا تكلم رئى كالنور يخرج من بين ثنايا.(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے سامنے کے دانتوں کے درمیان موزوں فاصلہ تھا جب گفتگو فرماتے تو ان ریخوں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتیں۔‘‘

۳۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱:۴۱۵، رقم: ۷۵۶

۴۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱:۲۰۷

۵۔ حسن رأهر هزی، المحد ث الفاصل، ۱: ۳۶۶

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، ۱:۴۴، باب فی حسن النبی ﷺ، رقم: ۵۸

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۳۵، رقم: ۷۶۷

۲۔ مسکراتے تو جیسے موتیوں کی لڑیاں فضا میں بکھر جاتیں، چہرۂ انور گلاب کے پھول کی طرح کھل اُٹھتا:

إذا افترّ ضاحکاً إفترّ عن مثلَ سَنَا البرق و عن مثل حبّ الغمام، إذا تکلّم رئی کالنور یخرج من ثنایاہ۔(۱)

''جب حضور ﷺ تبسم فرماتے تو دندان مبارک بجلی اور بارش کے اولوں کی طرح چمکتے، جب گفتگو فرماتے تو ایسے دکھائی دیتا جیسے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔''

۳۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے دندان مبارک کی خوبصورتی اور چمک کا نقشہ اِن الفاظ میں کھینچا ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یَفْتِرُ عن مثل حب الغمام۔(۲)

''حضور ﷺ کے دانت تبسم کی حالت میں اولوں کے دانوں کی طرح محسوس ہوتے تھے۔''

۴۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مبلّج الثنایا و فی روایۃٍ عنہ بَرّاق الثنایا۔(۳)

.....۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۱۵

۴۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۳۶

۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۹۹

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۳۹

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۱: ۱۳۱

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۵، رقم: ۲۲۶

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۳

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۵

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (السیرۃ)، ۶: ۳۲

(۳) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۹۹

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دانت مبارک بہت چمکدار تھے۔‘‘

۵۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دندان مبارک کا مسوڑھوں میں جڑاؤ اور جماؤ نہایت حسین تھا، جیسے انگوٹھی میں کوئی ہیرا ایک خاص تناسب کے ساتھ جڑ دیا گیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ حسن الثغر۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کے تمام دانت مبارک نہایت خوبصورت تھے۔‘‘

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے دندان مبارک کو چمکدار موتی سے تشبیہ دی ہے:

كأنّما اللّؤلؤ المكنون فى صدفٍ
من معدنى منطق منه و مبتسم

(حضور ﷺ کے دانت مبارک اس خوبصورت چمکدار موتی کی طرح ہیں جو ابھی سیپ سے باہر نہیں نکلا۔)

۱۴۔ زبان مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک زبان حق وصداقت کی آئینہ دار تھی۔ آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان کا اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ذکر فرمایا۔ جب نزولِ وحی ہوتا تو حضور ﷺ اُسے جلدی جلدی محفوظ کرنے کے آرزومند ہوتے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد

------ ۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۸
۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۹
(۱) ۱۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۳۹۵، رقم: ۱۱۵۵
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۵
۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۳۶
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۳۰

فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○(۱)

(اے حبیب ﷺ!) آپ اُسے جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے (نزولِ وحی کے ساتھ) اپنی زبان کو حرکت نہ دیں○''

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک زبان فضول اور لایعنی باتوں سے پاک تھی، اس لئے کہ زبانِ اقدس سے نکلا ہوا ہر لفظ وحیِ الٰہی تھا جس میں سرے سے غلطی اور خطا کا کوئی اِمکان ہی نہیں تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى○(۲)

''اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے○ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) اُن پر وحی ہوتی ہے○''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ يخزن لسانه إلا فيما يعنيه(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ زبانِ اقدس کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے۔''

۱۵۔ آواز مبارک

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی مبارک آواز دلآویزی اور حلاوت کی چاشنی لئے ہوئے حسنِ صوت کا کامل نمونہ تھی۔ لہجہ انتہائی دلکش، باوقار اور بارعب تھا۔ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر

(۱) القرآن، القیامہ،۷۵:۱۶

(۲) القرآن، النجم،۵۳:۳،۴

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۲۷۷، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ، رقم: ۳۳۷

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۸

۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲

یوں گفتگو فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی اور مخاطب دوبارہ سننے کی خواہش کرتا۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ما بعث الله نبياً قط إلا بعثه حسن الوجه، حسن الصوت، حتى بعث نبيكم ﷺ، فبعثه حسن الوجه حسن الصوت.(۱)

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس بھی نبی کو مبعوث فرمایا خوبصورت چہرہ اور خوبصورت آواز دے کر مبعوث فرمایا حتیٰ کہ تمہارے نبی مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہیں بھی خوبصورت چہرے اور خوبصورت آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا۔''

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نمازِ عشا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں:

سمعتُ النبی ﷺ يقرأ ﴿وَالتِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ﴾ فی العشاء، و ما سمعتُ أحداً أحسن صوتاً منه أو قراءةً.(۲)

''میں نے حضور ﷺ کو نمازِ عشاء میں سورۃ التین کی تلاوت فرماتے ہوئے سنا، اور میں نے کسی کو آپ ﷺ سے زیادہ خوش الحان اور اچھی قرآۃ والا نہیں پایا۔''

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۶
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۱، رقم: ۳۲۱
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۸۶
۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۴
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۶۶، کتاب الاذان، رقم: ۷۳۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۳۹، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۴۶۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۲۷۳، کتاب اِقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۸۳۵
۴۔ احمد بن حنبل، مسند، ۴: ۳۰۲
۵۔ ابوعوانہ، مسند، ۱: ۴۷۷، رقم: ۱۷۷۱

۳۔ سفرِ ہجرت میں حضور ﷺ نے اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی آواز کے بارے میں اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے:

فی صوتہٖ ﷺ صَحَلٌ۔(۱)

''آپ ﷺ کی آواز میں دبدبہ تھا۔''

۴۔ حضور ﷺ کی آواز نغمگی اور حسنِ صوت سے کمال درجہ مزین تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ حسن النغمۃ۔(۲)

''حضور ﷺ کا لب ولہجہ نہایت حسین تھا۔''

۵۔ مبداء فیض نے حضور سید المرسلین ﷺ کو اس منفرد وصفِ جمیل سے نواز رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی آواز دور دور تک پہنچ جاتی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خطبنا رسول اللہ ﷺ حتی أسمع العواتق فی خدورھن۔(۳)

''حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو پردہ نشین خواتین کو بھی آپ

..... ۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۱۹۴، رقم: ۲۸۸۸

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۵۰، رقم: ۳۶۰۵

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱

۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۱۷۴

۵۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵: ۴۴۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۹۱

۲۔ زرقانی، شرح المواہب، ۵: ۴۴۶

(۳) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۳

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۱۲۵، رقم: ۳۷۷۸

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۸۶، رقم: ۱۱۴۴۴

ﷺ نے پردوں کے اندر (یہ خطبہ) سنایا۔‘‘

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے بیٹھنے کو کہا:

فسمعه عبد الله بن رواحة و هو فی بنی غنم فجلس فی مکانه۔(۱)

’’اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ محلّہ بنی غنم میں تھے، انہوں نے آپ ﷺ کی آواز مبارک سنی اور وہیں بیٹھ گئے۔‘‘

۷۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سوا لاکھ کے قریب تھی، اس اجتماعِ عظیم سے آپ ﷺ نے خطاب فرمایا تو اِجتماع میں شریک ہر شخص نے خطبہ سنا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تمیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا نسمع ما یقول و نحن فی منازلنا، فطفق یعلمهم مناسکهم۔(۲)

’’ہم اپنی اپنی جگہ پر حضور ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے جس میں حضور ﷺ لوگوں کو مناسکِ حج کی تعلیم دے رہے تھے۔‘‘

.....۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۹۴

۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۰۷

(۱) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ، ۲۰۷

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۱۳

۳۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۶۰

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۱۹۸، کتاب الحج، رقم: ۱۹۵۷

۲۔ نسائی، السنن، ۵: ۲۴۹، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۹۹۶

۳۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۵: ۱۳۸، رقم: ۹۳۹۰

۴۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۶۰

۱۶۔ ریشِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی ریش مبارک گھنی اور گنجان ہوتے ہوئے بھی باریک اور خوبصورت تھی، ایسی بھری ہوئی نہ تھی کہ پورے چہرے کو ڈھانپ لے اور نیچے گردن تک چلی جائے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا، سرخ وسفید چہرے کی خوبصورتی میں ریشِ مبارک مزید اِضافہ کرتی۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں کل سترہ یا بیس سفید بال ریش مبارک میں آ گئے تھے لیکن یہ سفید بال عموماً سیاہ بالوں کے ہالے میں چھپے رہتے تھے۔ آپ ﷺ ریش مبارک کے بالوں کو طول وعرض سے برابر کٹوا دیا کرتے تھے تاکہ بالوں کی بے ترتیبی سے شخصی وقار اور مردانہ وجاہت پر حرف نہ آئے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ ضخم الرأس و اللحية۔(۱)

''حضور ﷺ اِعتدال کے ساتھ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔''

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ أسود اللحية۔(۲)

''حضور ﷺ کی ریش مبارک سیاہ رنگ کی تھی۔''

---

(۱) ۱۔حاکم، المستدرک، ۲: ۶۲۶، رقم: ۴۱۹۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۹۶

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۶

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱

۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱

۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۷

(۲) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۷

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۳

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۵، رقم: ۴۱۹۴

۳۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں سفرِ ہجرت میں والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، اپنے تاثرات اِن الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ كثيف اللحية۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کی ریشِ اقدس گھنی تھی۔''

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ كث اللحية۔(۲)

''حضور ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔''

۵۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی تعریف میں یوں گویا ہوئے:

كان ..... أسود اللحية حسن الشعر..... مفاض اللحيين۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۳۹۷

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰

۳۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۸۴

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۸

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۷۷

(۲) ۱۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۸۳، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۲۳۲

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۶، رقم: ۸

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۰۱، رقم: ۷۹۶

۴۔ بزار، المسند، ۲: ۲۵۳، ۶۶۰

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

(۳) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۲۰

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۰

(حضور نبی اکرم ﷺ کی) ریش مبارک سیاہ، بال مبارک خوبصورت، (اور ریش مبارک) دونوں طرف سے برابر تھی۔

۶۔ عمر مبارک میں اضافے کے ساتھ ریش مبارک کے بالوں میں کچھ سفیدی آ گئی تھی۔ حضرت وہب بن ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأیتُ النبیﷺ، و رأیتُ بیاضاً من تحت شفته السفلٰی العنفقة۔(۱)

میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے لبِ اقدس کے نیچے کچھ بال سفید تھے۔

۷۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا ﷺ کی ہر ادا پر قربان ہو ہو جاتے تھے، حیاتِ مقدسہ کی جزئیات تک کا ریکارڈ رکھا جا رہا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

و لیس فی رأسه و لحیته عشرون شعرةً بیضآءَ(۲)

’’حضور ﷺ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس سے زائد نہ تھی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۲، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۱۶
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۲، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۴، کتاب الفضائل، رقم: ۳۳۴۷
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۲، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۲۳
۴۔ امام مالک، الموطا، ۲: ۹۱۹، رقم: ۱۶۳۹
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۰
۶۔ عبدالرزاق، المصنف، ۳: ۵۹۹، رقم: ۶۸۸۶
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۹۸، رقم: ۶۳۷۸

۸۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں لب اقدس کے نیچے اور گوش مبارک کے ساتھ گنتی کے چند بال سفید تھے جنہیں خضاب لگانے کی کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے خضاب وغیرہ استعمال نہیں کیا اس حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

و لم يختضب رسول الله ﷺ، إنما كان البياض في عنفقته و في الصَّدغين و في الرأس نبذ۔(۱)

''حضور ﷺ نے کبھی خضاب نہیں لگایا، کیونکہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر مبارک میں چند بال سفید تھے۔''

۹۔ ریشِ اقدس طویل تھی نہ چھوٹی، بلکہ اِعتدال، تواُزن اور تناسب کا اِنتہائی دلکش نمونہ اور موزونیت لئے ہوئے تھی۔

كان النبي ﷺ كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها۔ (۲)

''حضور ﷺ ریش مبارک کے طول وعرض کو برابر طور پر تراشا کرتے تھے۔''

۸۔ ابو یعلی، المعجم، ۱: ۵۵، رقم: ۲۵

۹۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۲۰۵، رقم: ۳۲۸

۱۰۔ شعب الایمان، ۲: ۱۴۸، رقم: ۱۴۱۲

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۰۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۱، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۳۱۰، رقم: ۱۴۵۹۳

۳۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۳۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۱۰۰، ابواب الادب، رقم: ۲۷۶۲

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۳۵۰

۳۔ زرقانی، شرح المؤطا، ۴: ۴۲۶

۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۶۳

۱۷۔ گوشِ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے گوشِ اقدس خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اِعتدال و تواُزن کا حسین اِمتزاج تھے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

تخرج الأذنان ببياضهما من تحت تلك الغدائر، كأنما توقد الكواكب الدرية بين ذالك السواد ۔(۱)

''آپ ﷺ کی سیاہ زلفوں کے درمیان دو سفید کان یوں لگتے جیسے تاریکی میں دو چمکدار ستارے چمک رہے ہوں۔''

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے قاضی بنا کر یمن بھیجا گیا تو ایک یہودی عالم نے مجھے نبیٔ آخر الزماں ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کرنے کے لئے کہا۔ جب میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا سراپا مبارک بیان کر چکا تو اُس یہودی عالم نے کچھ مزید بیان کرنے کی استدعا کی۔ میں نے کہا کہ اس وقت مجھے یہی کچھ یاد ہے۔ اُس یہودی عالم نے کہا: اگر مجھے اجازت ہو تو مزید حلیہ مبارک میں بیان کروں۔ اُس کے بعد وہ یوں گویا ہوا:

في عينيه حمرةٌ، حسن اللحية، حسن الفم، تام الأذنين۔(۲)

..... ۵۔ محمد بن عبد الرحمٰن مبا کفوری، تحفۃ الاحوذی، ۸: ۳۸

۶۔ قرطبی، تفسیر، الجامع الأحکام القرآن، ۲: ۱۰۵

۷۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۹

۸۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۶۱

۹۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۱۴

۱۰۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱: ۱۴۲

(۱) ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۵

(۲) ۱۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۱۶

''حضور ﷺ کی چشمانِ اقدس میں سرخ ڈورے ہیں، ریش مبارک نہایت خوبصورت، دہنِ اقدس حسین وجمیل اور دونوں کان مبارک (حسن میں) مکمل ہیں۔''

مختصر یہ کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہر ہر عضو کو اللہ تعالیٰ نے عمومی افعال کی انجام دہی کے علاوہ ایک معجزہ بھی بنایا تھا۔ عام انسانوں کے کان مخصوص فاصلے تک سننے کی استطاعت رکھتے ہیں، مگر جدید آلات کی مدد سے دُور کی باتیں بھی سنتے ہیں لیکن آقائے کائنات ﷺ کے گوش مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوتے، اوپر کسی آسمان کا دروازہ کھلتا تو خبر دیتے کہ فلاں آسمان کا دروازہ کھلا ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے گوشِ اقدس کی بے مثل سماعت پر حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إني أرىٰ ما لا ترون، وأسمع ما لا تَسمعون۔(۱)

''میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔''

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا یہ خطاب صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار تک ہی مخصوص ومحدود نہ تھا بلکہ سائنس وٹیکنالوجی کے موجودہ ترقی یافتہ دور کے لئے بھی ایک چیلنج ہے۔

------ ۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۵۶، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۱۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۵۴، رقم: ۳۸۸۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۷۳

۴۔ بزار، مسند، ۹: ۳۵۸، رقم: ۳۹۲۵

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۴۸۴ رقم: ۷۸۳

آج ساری کائنات میں سائنس وٹیکنالوجی پر عبور رکھنے والے ماہرین اپنی تمام تر ترقی اور اپنی بے پناہ ایجادات کے باوجود کائنات کی ان پوشیدہ حقیقتوں اور رازوں کو جان سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں جنہیں چشمانِ مصطفیٰ ﷺ نے بے پردہ دیکھ لیا اور اُن کی حقیقت کو جان لیا تھا۔ حضور علیہ السلام کے دائرہ سماعت سے کوئی آواز باہر نہ تھی۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر تھیں۔ اسی دوران حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کے سلام کا جواب دیا پھر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

هذا جعفر بن أبی طالب مع جبريل و ميكائيل و إسرافيل، سلموا علينا فردی عليهم السلام۔(۱)

''یہ جعفر بن ابی طالب ہیں، جو حضرت جبریل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ گزر رہے تھے۔ پس انہوں نے ہمیں سلام کیا، تم بھی ان کے سلام کا جواب دو۔''

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم ﷺ بنو نجار کے قبرستان سے گزر رہے تھے:

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۳۲، رقم: ۴۹۳۷
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۸۸، رقم: ۶۹۳۶
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۷۲
۴۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۴۸۷
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۲۱۱

فسمع أصوات قوم يعذبون فی قبورهم۔(۱)

''حضور ﷺ نے (قبور میں) ان مُردوں کی آوازوں کو سماعت فرمایا جن پر عذابِ قبر ہو رہا تھا۔''

۱۸۔ گردنِ اقدس

حضور ﷺ کی گردنِ اقدس دستِ قدرت کا تراشا ہوا حسین شاہکار تھی، چاندی کی طرح صاف و شفاف، پتلی اور قدرے لمبی تھی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک گردن اِس طرح تھی جیسے کوئی صورت یا مورتی چاندی سے تراشی گئی ہو اور اُس میں اُجلاپن، خوش نمائی، صفائی اور چمک دمک اپنے نقطۂ کمال تک بھر دی گئی ہو۔ حضور ﷺ کی گردنِ اقدس کی خوبصورتی اس ندرت سے کہیں زیادہ تھی۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كأن عنقه جيدٌ دمية فی صفاء الفضة۔(۲)

''حضور ﷺ کی گردن مبارک کسی مورتی کی طرح تراشی ہوئی اور چاندی کی

---

(۱) ۱۔احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۷۵
۲۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۲۰، رقم: ۳۷۵۷
۳۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۵: ۱۰۳، رقم: ۲۶۸
۴۔عبداللہ بن احمد، السنہ، ۲: ۶۰۸، رقم: ۱۴۴۵
۵۔ازدی، مسند الربیع، ۱: ۱۹۷، رقم: ۴۸۷

(۲) ۱۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۶، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ، رقم: ۸
۲۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵، رقم: ۴۱۴
۳۔بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۴۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۵۔ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۶

طرح صاف تھی۔‘‘

۲۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

وفی عنقه سطع۔(۱)

’’رسول اکرم ﷺ کی گردنِ اقدس قدرے لمبی تھی۔‘‘

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

وکان أحسن عباد الله عنقاً، لا ینسب إلی الطول و لا إلی القصر۔(۲)

’’اور اللہ کے بندوں میں سے آپ ﷺ کی گردن سب سے بڑھ کر حسین و جمیل تھی، نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ چھوٹی۔‘‘

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک سونے اور چاندی کے رنگوں کا حسین اِمتزاج معلوم ہوتی تھی۔ گردنِ اقدس کو چاندی کی صراحی سے بھی تشبیہ دی گئی۔ حضرت حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۰، رقم: ۴۲۷۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۹۵۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱
۵۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۴۷۱
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۳: ۱۹۲
۷۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۱۰
۸۔ حلبی، انسان العیون، ۲: ۲۲۷

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۶
۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۳۰۴

كان رسول اللهﷺ أحسن الناس عنقاً، ما ظهر من عنقه للشمس و الرياح فكأنّه إبريق فضة مشرب ذهباً يتلألأ في بياض الفضة وحمرة الذهب، و ما غيبت الثياب من عنقه فما تحتها فكأنّه القمر ليلة البدر۔(۱)

''حضور ﷺ کی گردنِ مبارک تمام لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت تھی۔ دھوپ یا ہوا میں گردن کا نظر آنے والا حصہ چاندی کی صراحی کے مانند تھا، جس میں سونے کا رنگ اس طرح بھرا گیا ہو کہ چاندی کی سفیدی اور سونے کی سُرخی کی جھلک نظر آتی ہو اور گردن کا جو حصہ کپڑوں میں چھپ جاتا وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوتا۔''

۱۹۔ دوش مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک کندھے مضبوط اور قدرے فربہی لئے ہوئے تھے، بالکل پتلے شانے نہ تھے بلکہ خاص گولائی میں تھے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا، جس نے سینۂ اقدس کو فراخ اور دراز کر دیا تھا۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مضبوط کندھوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ ..... عظيم مشاش المنكبين۔ (۲)

---

(۱) صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۲: ۴۳

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۲۰

۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۴۱

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۱۹

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۶

’’حضور ﷺ کے کندھوں کے جوڑ توانا اور بڑے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی دیہاتی آ کر حضور ﷺ کی قمیص کھینچ لیتا تو:

فكأنما أنظر حين بدا منكبه إلى شقة القمر من بياضه ﷺ(۱)

’’دوشِ اقدس سفیدی اور چمک کے باعث یوں نظر آتے جیسے ہم چاند کا ٹکڑا ملاحظہ کر رہے ہوں۔‘‘

۳۔ کتب سیر و احادیث میں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت علی المرتضٰی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم سے حضور ﷺ کے مبارک کندھوں کے فاصلے کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے:

كان النبي ﷺ مربوعاً بعيد ما بين المنكبين۔(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ میانہ قد کے تھے، دونوں کاندھوں کے درمیان فاصلہ تھا۔‘‘

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی اس صفتِ عالیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان إذا جلس يكون كتفه أعلى من الجالس۔(۳)

---

(۱) صالحی، سُبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۴۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۳، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۵۸

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۶: ۱۱

۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۸

(۳) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۱۳

’’آپ ﷺ جب (کسی مجلس میں) تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے کندھے تمام اہلِ مجلس سے بلند نظر آتے۔‘‘

۲۰۔ بازوئے مقدّس

حضور ﷺ کے بازوئے اقدس خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے، طوالت کے اِعتبار سے اِعتدال کا خوبصورت اور دلکش نمونہ تھے، کلائیوں پر بال مبارک تھے، بازو اور کلائیاں سفید اور چمکدار تھیں اور حسن و جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ دار تھیں۔

اس حوالے سے امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

وکان عبل العضدین والذراعین، طویل الزندین۔(۱)

’’حضور ﷺ کی مچھلیاں سفید اور چمکدار اور کلائیاں لمبی تھیں۔‘‘

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ..... أشعر الذراعین۔(۲)

’’حضور ﷺ کی مبارک کلائیوں پر بال موجود تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

کان رسول اللہ ﷺ عظیم الساعدین۔(۳)

---

(۱) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۵

(۲) ۱۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ:۲، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۳۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۵۶

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

(۳) ۱۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۵

۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۶: ۱۹

’’حضور ﷺ کے بازو (اعتدال کے ساتھ) بڑے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول ﷺ سَبْط القصب۔(۱)

’’حضور ﷺ کے بازو مبارک اور پنڈلیاں موزوں ساخت کی تھیں۔‘‘

۲۱۔ دستِ اقدس

آقا دو جہاں ﷺ کے دستِ اقدس اِنتہائی نرم اور ملائم تھے، شبنم کے قطروں سے بھی نازک، پھولوں کا گداز بھی اس کے آگے پانی پانی ہو جائے، دستِ اقدس سے ہمہ وقت خوشبوئیں لپٹی رہتیں، مصافحہ کرنے والا ٹھنڈک محسوس کرتا، اَنگشت مبارک قدرے لمبی تھیں، چاند کی طرف اُٹھتیں تو وہ بھی دولخت ہو جاتا۔

۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں، کفار ومشرکینِ مکہ آمادۂ فتنہ وشر ہیں۔ سفراء کا تبادلہ جاری ہے اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ مصطفیٰ ﷺ کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بیعتِ رضوان کا موقع آتا تو اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا○(۲)

’’(اے رسول!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴

(۲) القرآن، الفتح، ۴۸: ۱۰

ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، (گویا) اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو کوئی عہد کو توڑے تو عہد کے توڑنے کا نقصان اُسی کو ہو گا اور جو اللہ سے اپنا اِقرار پورا کرے (اور مرتے دم تک قائم رہے) تو اللہ تعالیٰ عنقریب اُسے بڑا اجر دے گا (اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا)o‘‘

ایک دوسرے مقام پر ارشادِ خُداوندی ہے:

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔(۱)

’’اور (اے حبیبِ محتشم) جب آپ نے (اُن پر سنگریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ تعالیٰ نے مارے تھے۔‘‘

نبیٔ اکرم ﷺ کے دستِ اقدس نہایت نرم و گداز تھے۔ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ اپنے والدِ گرامی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أتيتُ رسول اللهﷺ فأخذتُ بيده فإذا هي ألينَ من الحرير وأبرد من الثلج۔(۲)

’’میں رسولِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، پس میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا، آپ ﷺ کے دستِ اقدس ریشم سے زیادہ نرم و گداز اور برف سے زیادہ ٹھنڈے تھے۔‘‘

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

---

(۱) القرآن، الانفال، ۸: ۱۷

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۲۷۲، رقم: ۷۱۱۰
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۹: ۹۷، رقم: ۹۲۳۷
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۲
۴۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۳: ۳۲۳، رقم: ۳۸۵۹
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۴۷

مَا مَسسْتُ حريراً و لا ديباجاً ألين من كف النبيﷺ۔(۱)

’’میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو نہیں چھوا جو نرمی میں رسولِ اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے بڑھ کر ہو۔‘‘

خوشبوئے دستِ اقدس

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مقدس ہاتھوں سے ہر وقت بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔ حضرت جابر بن سُمرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آقائے محتشم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے باری باری سب بچوں کے رُخساروں پر ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ نے میرے رُخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔

فوجدتُ ليده برداً أو ريحاً كأنما أخرجها من جؤنةِ عطّار۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۶، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۵، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۳۶۸، ابواب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۱۵، رقم: ۳۱۷۱۸
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۰۰، رقم: ۱۳۰۹۶
۷۔ ابویعلی، المسند، ۶: ۴۰۵، رقم: ۳۷۶۲
۸۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۴۰۲، رقم: ۱۳۱۶۳
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۳
۱۰۔ مقریزی، امتاع الاسماع، ۲: ۱۷۰

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۹
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۳، رقم: ۳۱۷۶۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۸، رقم: ۱۹۴۴
۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۵۷۳

’’پس میں نے آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ ﷺ نے اُسے ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالا ہو۔‘‘

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کے دستِ اقدس ہمیشہ معطر رہتے، جو لوگ حضور ﷺ سے مصافحہ کرتے وہ کئی کئی دن دستِ اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو مشامِ جان میں محسوس کرتے رہتے:

و كأن كفه كف عطار طيب مسها بطيب أو لا مسها، فإذا صافحه المصافح يظل يومه يجد ريحاً و يضعها على رأس الصبى فيعرف من بين الصبيان من ريحها على رأسه.(۱)

’’اور آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ عطار کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ آپ ﷺ سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو پاتا اور جب کسی بچے کے سر پر دستِ شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) خوشبوئے دستِ اقدس کے باعث دوسرے بچوں سے ممتاز ٹھہرتا۔‘‘

دستِ مبارک کی ٹھنڈک

۱۔ خوشبو کے علاوہ سردارِ دو جہاں ﷺ کے مبارک ہاتھوں کا لمس انتہائی خوشگوار ٹھنڈک کا کیف انگیز احساس بخشتا تھا۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی، اس کے بعد:

و قام الناس، فجعلوا يأخذون يديه فيمسحون بهما وجوههم، قال: فأخذت بيده فوضعتها على وجهى، فإذا هى أبرد من الثلج، و أطيب رائحة من المسك۔(۲)

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱: ۳۳۷
۲۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۳۰۵
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۶۰

''لوگ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے، میں نے بھی آپ ﷺ کا دستِ انور اپنے چہرے پر پھیرا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔''

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ ﷺ نے محبت سے میرے سر اور سینے پر اپنا دستِ اقدس پھیرا۔ اس سے یہ کیفیت پیدا ہوئی:

فما زلتُ أجد برده علی کبدی فما یخال إلی حتی الساعة.(۱)

''میں ہمیشہ اپنے جگر میں آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی ٹھنڈک اور خنکی پاتا رہا، مجھے خیال ہے کہ اس (موجودہ) گھڑی تک وہ ٹھنڈک پاتا ہوں۔''

۲۲۔ دستِ اقدس کی برکتیں

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھ ہزاروں باطنی اور روحانی فیوض و برکات کے حامل تھے۔ جس کسی کو آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے مَس کیا اُس کی حالت ہی بدل گئی۔ وہ ہاتھ کسی بیمار کو لگا تو نہ صرف یہ کہ وہ تندرست و شفایاب ہوگیا بلکہ اس خیر و

..... ۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۰۹
الصحیح، ۳: ۶۷، رقم: ۱۶۳۸ ۳۔ ابن خزیمہ، ا
۴۔ دارمی، السنن، ۱: ۳۶۶، رقم: ۱۳۶۷
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۱۵، رقم: ۲۹۴

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۴۲، کتاب المرضیٰ، رقم: ۵۳۳۵
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴: ۶۷، رقم: ۶۳۱۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۱
۴۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۷۶، رقم: ۴۹۹
۵۔ مقدسی، الأحادیث المختارہ، ۳: ۲۱۲، رقم: ۱۰۱۳

برکت کی تاثیر تادمِ آخر وہ اپنے قلب و روح میں محسوس کرتا رہا۔ کسی کے سینے کو یہ ہاتھ لگا تو اُسے علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال کر دیا۔ بکری کے خشک تھنوں میں اُس دستِ اقدس کی برکت اُتری تو وہ عمر بھر دودھ دیتی رہی۔ توشہ دان میں موجود گنتی کی چند کھجوروں کو اُن ہاتھوں نے مَس کیا تو اُس سے سالوں تک منوں کے حساب سے کھانے والوں نے کھجوریں کھائیں مگر پھر بھی اُس ذخیرہ میں کمی نہ آئی۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

ہاتھ جس سمت اُٹھایا غنی کر دیا

اُن ہاتھوں کی فیض رسانی سے تہی دست بے نوا گداء دوجہاں کی نعمتوں سے مالا مال ہوگئے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں بارہا ان مبارک ہاتھوں کی خیر و برکت کا مشاہدہ کیا۔ وہ خود بھی اُن سے فیض حاصل کرتے رہے اور دوسروں کو بھی فیض یاب کرتے رہے، اس حوالے سے متعدد روایات مروی ہیں:

(۱) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ دوسروں کو فیض یاب کرتے رہے

حضرت ذیال بن عبید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے ان کے حق میں دعائے خیر کے لئے عرض کیا:

فقال: ادن يا غلام، فدنا منه فوضع يده على رأسه، وقال: بارك الله فيك!

’’آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا! میرے پاس آؤ، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے قریب آ گئے، آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سر پر رکھا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔‘‘

حضرت ذیال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فرأيتُ حنظلة يؤتى بالرجل الوارم وجهه وبالشاة الوارم ضرعها فيتفل فی کفه، ثم يضعها علی صُلعته، ثم يقول: بسم الله علی أثر يد رسول اللهﷺ، ثم يمسح الورم فيذهب۔(۱)

میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے پر یا بکری کے تھنوں پر ورم ہو جاتا تو لوگ اسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعابِ دہن ڈال کر اپنے سر پر ملتے اور فرماتے **بسم اللہ علی اثرید رسول اللہ ﷺ** اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے تو ورم فوراً اُتر جاتا۔''

(۲) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بال عمر بھر سیاہ رہے

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو اُس کی برکت سے ۱۰۰ سال سے زائد عمر پانے کے باوجود اُن کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا۔ اس آپ بیتی کے وہ خود راوی ہیں:

قال لی رسول اللهﷺ: ادن منی، قال: فمسح بيده علی رأسه ولحيته، قال، ثم قال: اللهم جمله و ادم جماله، قال: فلقد بلغ بضعا ومائة سنة، وما فی رأسه ولحيته بياض الانبذ يسير، ولقد

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۲ ۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۶۸
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۶، رقم:۳۴۷۷
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۱۹۱، رقم:۲۸۹۶
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۲۱۱
۶۔ بخاری التاریخ الکبیر، ۳:۳۷، رقم:۱۵۲
۷۔ ابن حجر، الاصابہ، ۲:۱۳۳

كان منبسط الوجه ولم ينقبض وجهه حتى مات۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی: الٰہی! اسے زینت بخش اور ان کے حسن و جمال کو گندم گوں کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر پائی، لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے، سیاہ رہے، ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور تادم آخر ایک ذرہ بھر شکن بھی چہرہ پر نمودار نہ ہوئی۔‘‘

(۳) دستِ مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے خشک تھنوں میں دودھ اُتر آیا

سفرِ ہجرت کے دوران جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اُم معبد رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے اور اُن سے کھانے کے لئے گوشت یا کچھ کھجوریں خریدنا چاہیں تو ان کے پاس یہ دونوں چیزیں نہ تھیں۔ حضور علیہ السلام کی نگاہ اُن کے خیمے میں کھڑی ایک کمزور دُبلی سوکھی ہوئی بکری پر پڑی آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ بکری یہاں کیوں ہے؟ حضرت اُمِ معبد نے جواب دیا: لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے یہ ریوڑ سے پیچھے رہ گئی ہے اور یہ چل پھر بھی نہیں سکتی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا یہ دودھ دیتی ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اجازت ہو تو دودھ دوہ لوں؟ عرض کیا: دودھ تو یہ دیتی نہیں، اگر آپ دوہ سکتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ پس آپ ﷺ نے اسے دوھا، آگے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فدعا بها رسول الله ﷺ فمسح بيده ضرعها و سمى الله تعالٰى ودعا لها فى شاتها، فتفاجت عليه ودرّت فاجتبرت، فدعا بإناءٍ

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۷۷
۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴:۵۹۹، رقم: ۵۷۶۳
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۱:۵۴۲، رقم: ۴۳۲۶

يربض الرهط فحلب فيه ثجاً حتى علاه البهاء، ثم سقاها حتىّٰ رويت وسقّٰى أصحابه حتى رووا و شرب آخرهم حتى أراضوا ثم حلب فيه الثانية على هدة حتىّٰ ملأ الإناء، ثم غادرهٗ عندهاثم بايعها و ارتحلوا عنها۔(۱)

’’آپ ﷺ نے اُسے منگوا کر بسم اللہ کہہ کر اُس کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اُم معبد کے لئے ان کی بکریوں میں برکت کی دعا دی۔ اس بکری نے آپ ﷺ کے لئے اپنی دونوں ٹانگیں پھیلا دیں، کثرت سے دودھ دیا اور تابع فرمان ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ایسا برتن طلب فرمایا جو سب لوگوں کو سیراب کر دے اور اُس میں دودھ دوہ کر بھر دیا، یہاں تک کہ اُس میں جھاگ آ گئی۔ پھر اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کو پلایا، وہ سیر ہوگئیں تو اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ ﷺ نے نوش فرمایا، پھر دوسری بار دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ وہی برتن پھر بھر دیا اور اُسے بطورِ نشان اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑا اور اُسے اِسلام میں بیعت کیا، پھر سب وہاں سے چل دیئے۔‘‘

تھوڑی دیر بعد حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا کا خاوند آیا، اُس نے دودھ دیکھا تو

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۰، رقم:۴۲۷۴
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶:۵۶
۳۔ شیبانی، الآحاد و المثانی، ۶:۲۵۲، رقم:۳۴۸۵
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۵۔ ہبۃ اللہ، اعتقاد اہل السنۃ، ۴:۷۸۷
۶۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴:۱۹۵۹
۷۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸:۳۰۶
۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۰
۹۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱:۶۰
۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱:۱۷۴

حیران ہوکر کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا نے جواباً آقائے دوجہاں ﷺ کا حلیہ شریف اور سارا واقعہ بیان کیا، جس کا ذکر ہم متعلقہ مقام پر کر آئے ہیں۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ میں نے بھی قصد کرلیا ہے کہ اُن کی صحبت میں رہوں چنانچہ وہ دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان کرتی ہیں کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حضور ﷺ نے حیاتِ مبارکہ کے دس برس گزارے، پھر اڑھائی سالہ خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور گزرا اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔ ان کے دورِ خلافت کے اواخر میں شدید قحط پڑا، یہاں تک کہ جانوروں کے لئے گھاس پھوس کا ایک تنکا بھی میسر نہ آتا۔ وہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم! آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ اقدس کے لمس کی برکت سے میری بکری اُس قحط سالی کے زمانے میں بھی صبح و شام اُسی طرح دودھ دیتی رہی۔

(۴) دستِ مصطفیٰ ﷺ کے لمس سے لکڑی تلوار بن گئی

غزوۂ بدر میں جب حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اُنہیں ایک سوکھی لکڑی عطا کی جو اُن کے ہاتھوں میں آ کر شمشیرِ آبدار بن گئی۔

فعاد سيفا في يده طويل القامة، شديد المتن أبيض الحديدة فقاتل به حتى فتح الله تعالٰى على المسلمين و كان ذلك السيف يُسمّى العون۔(۱)

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۸۵
۲۔ بیہقی، الاعتقاد، ۱:۲۹۵
۳۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۱:۴۱۱
۴۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱:۳۰۸
۵۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۳: ۱۰۸۰، رقم:۱۸۳۷

’’جب وہ لکڑی اُن کے ہاتھ میں گئی تو وہ نہایت شاندار لمبی، چمکدار مضبوط تلوار بن گئی، تو اُنہوں نے اُسی کے ساتھ جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی اور وہ تلوار عون (یعنی مددگار) کے نام سے موسوم ہوئی۔‘‘

جنگِ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔

فرجع فی يد عبدالله سيفاً۔(۱)

’’جب وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں گئی تو وہ (نہایت عمدہ) تلوار بن گئی۔‘‘

۵۔ دستِ اقدس کے لمس سے کھجور کی شاخ روشن ہوگئی

آقائے دوجہاں ﷺ کے دستِ اقدس کے لمس کی برکت سے کھجور کی شاخ میں روشنی آ گئی جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں طوفانِ باد و باراں کے دوران دیر تک حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ جاتے ہوئے آپ ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی اور فرمایا:

إنطلق به فإنه سيضئ لك مِن بين يديك عشرا، و مِن خلفك عشراً، فإذا دخلت بيتك فسترى سواداً فأضربه حتى يخرج، فإنه الشيطان۔(۱)

..... ۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۸۸

۷۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۱: ۳۱۰، رقم: ۴۱۸

(۱) ۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۵۹

۲۔ اُزدی، الجامع، ۱۱: ۲۷۹

۳۔ ابن حجر، الاصابہ، ۴: ۳۶۰، رقم: ۵۸۶۴

''اسے لے جاؤ! یہ تمہارے لئے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہوگے تو تمہیں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی پس تم اُسے اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہوگئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئے اور اندر جاتے ہی اُنہوں نے اُس سیاہ چیز کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

(۶) توشہ دان میں کھجوروں کا ذخیرہ

بیہقی، ابونعیم، ابن سعد، ابن عساکر اور زرقانی نے یہ واقعہ ابومنصور سے بطریق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ ایک جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس موقع پر میرے ہاتھ ایک توشہ دان (ڈبہ) لگا، جس میں کچھ کھجوریں تھیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے استفسار پر میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں وہ توشہ دان لے کر حاضر خدمت ہوگیا اور کھجوریں گنیں تو وہ کل اکیس نکلیں۔ حضور ﷺ نے اپنا دستِ اقدس اُس توشہ دان پر رکھا اور پھر فرمایا:

أدع عشرة، فدعوت عشرةً فأكلوا حتٰى شبعوا ثم كذالك حتٰى أكل الجيش كله و بقى من التمر معى فى المزود. قال: يا

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی، ۱:۲۱۹
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۶۵، رقم: ۱۱۶۴۲
۳۔ ابن خزیمہ، صحیح، ۳:۸۱، رقم: ۱۶۶۰
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹:۱۳، رقم: ۱۹
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲:۱۶۷
۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۹
۷۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۳۷

أباهريرة! إذا أردت أن تأخذ منه شيئًا فادخل يدك فيه ولا تكفه۔ فأكلتُ منه حياة النبیﷺ وأكلت منه حياة أبی بكر كلها و أكلت منه حياة عمر كلها و أكلت منه حياة عثمان كلها، فلما قُتل عثمان إنتهب ما فی يدی وانتهب المزود۔ ألا أخبركم كم أكلتُ منه؟ أكثر من مأتی وسق۔(۱)

’’دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے بلایا۔ وہ آئے اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے اور سیر ہو کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھجوریں کھائیں اور کچھ کھجوریں میرے پاس توشہ دان میں باقی رہ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! جب تم اس توشہ دان سے کھجوریں نکالنا چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو، لیکن توشہ دان نہ انڈیلنا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے زمانے میں اس سے کھجوریں کھاتا رہا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پورے عہد خلافت تک اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو جو کچھ میرے پاس تھا وہ چوری ہو گیا اور وہ توشہ دان بھی میرے گھر سے چوری ہوگیا۔ کیا تمہیں بتاؤں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائیں ہوں گی؟ تخمیناً دو سو وسق سے زیادہ میں نے کھائیں۔‘‘

یہ سب کچھ حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی برکتوں کا نتیجہ تھا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ) ۶:۱۱۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۸۵، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۳۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۵۲
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۶۷، رقم: ۶۵۳۲
۵۔ اسحاق بن راھویہ، المسند، ۱:۷۵، رقم: ۳
۶۔ بیہقی، الخصائص الکبریٰ، ۲:۸۵
۷۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۲: ۶۳۱

نے اُس توشہ دان سے منوں کے حساب سے کھجوریں نکالیں مگر پھر بھی تادمِ آخر وہ ختم نہ ہوئیں۔

(۷) دستِ شفا سے ٹوٹی ہوئی پنڈلی جڑ گئی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عتیک دشمنِ رسول ابو رافع یہودی کو جہنم رسید کر کے واپس آ رہے تھے کہ اُس کے مکان کے زینے سے گر گئے اور اُن کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ٹانگ کھولو۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فبسطتُ رجلي، فمسحها، فكأنّما لم أشتكها قط.(۱)

''میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا دستِ شفا پھیرا، آپ ﷺ کے دستِ کرم کے پھیرتے ہی میرے پنڈلی ایسی درست ہوگئی کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔''

(۸) دستِ اقدس کی فیض رسانی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو آقائے دوجہاں ﷺ نے یمن کا گورنر تعینات کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ مقدمات کے فیصلے میں میری ناتجربہ کاری آڑے آئے گی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنا دستِ مبارک اُن کے سینے پر پھیرا جس کی برکت سے انہیں کبھی کوئی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۴: ۱۴۸۳، کتاب المغازی، رقم: ۳۸۱۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۸۰
۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۵۶
۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۳: ۹۴۶
۵۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۲۵، رقم: ۱۳۴
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۴: ۱۳۹
۷۔ ابن تیمیہ، الصارم المسلول، ۲: ۲۹۴

فیصلہ کرنے میں دشواری نہ ہوئی۔ حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی فیض رسانی کا حال آپ رضی اللہ عنہ یوں بیان کرتے ہیں:

فضرب بيده في صدري، و قال: اللهم اهد قلبه و ثبت لسانه۔ قال فما شككتُ في قضاء بين اثنين۔(۱)

''حضور ﷺ نے اپنا دستِ کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت پر قائم رکھ اور اس کی زبان کو حق پر ثابت رکھ۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ (خدا کی قسم) اُس کے بعد کبھی بھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلے کرنے میں ذرہ بھر غلطی کا شائبہ بھی مجھے نہیں ہوا۔''

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوت حافظہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قلتُ: يا رسول الله، إني أسمع منك حديثاً كثيراً فأنساه ؟ قال: أبسط، رداءك، فبسطتُه، قال: فغرف بيديه فيه، ثم قال: ضمه فضممته، فما نسيتُ شيئاً بعده۔ (۲)

''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیک وسلم سے بہت کچھ سنتا

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۷۷۴، کتاب الاحکام، رقم: ۲۳۱۰
۲۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۶۱، رقم: ۹۴
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۳۷
۴۔ احمد بن ابی بکر، مصباح الزجاجہ، ۳: ۴۲، رقم: ۸۱۸
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۲۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۵۶، کتاب العلم، رقم: ۱۱۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۴۰، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۹۱
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۸۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۳۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۱۰۵، رقم: ۷۱۵۳

ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر پھیلا؟ میں نے پھیلا دی، تو آپ ﷺ نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا: اسے سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا، پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دستِ اقدس کی خیر و برکت کی تاثیر کے حوالے سے یہ چند واقعات ہم نے محض بطور نمونہ درج کئے ورنہ دستِ شفا کی معجز طرازیوں سے کتبِ احادیث وسیر بھری پڑی ہیں۔

۲۳۔ انگشتانِ مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک کی انگلیاں خوبصورت، سیدھی اور دراز تھیں۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسول الله ﷺ ..... سائل الأطراف۔(۱)

’’حضور ﷺ کی انگشتانِ مبارک لمبی اور خوبصورت تھیں۔‘‘

۲۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کی خوبصورت انگلیوں کو چاندی کی ڈلیوں سے تشبیہ

..... ۵۔ ابو یعلٰی، المسند، ۱۱: ۸۸، رقم: ۶۲۱۹

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۳۲۹

۷۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴: ۱۷۷۱

۸۔ عسقلانی، الاصابہ، ۷: ۴۳۶

۹۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۲: ۴۹۶

۱۰۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۲: ۱۷۴

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵

دی گئی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

كأن أصابعه قضبان فضة.(۱)

''حضور ﷺ کی انگلیاں مبارک چاندی کی ڈلیوں کی طرح تھیں۔''

انہی مقدس انگلیوں کے اشارے پر چاند وجد میں آ جایا کرتا تھا، شق القمر کا معجزہ انہی مقدس انگلیوں کے اُٹھ جانے سے ظہور میں آیا، انہی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں ہوگئے۔

۳۔ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

خرجت فی حجة حجها رسول اللهﷺ، فرأيتُ رسول الله ﷺ وطول اصبعه التی تلی الابهام أطول علی سائر أصابعه، و قال: فی موضع آخر روی عن أصابع رسول اللهﷺ، أن المشيرة كانت أطول من الوسطی، ثم الوسطیٰ أقصر منها، ثم البنصر من الوسطی۔ (۲)

''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر باہر نکلی تو میں نے حضور ﷺ کے انگوٹھے کے ساتھ شہادت والی انگلی کی لمبائی کو دیکھا کہ وہ باقی سب انگلیوں سے دراز ہے۔ اور حضور ﷺ کے انگلیوں کے بارے میں دوسری جگہ روایت ہے کہ اشارے کرنے والی انگلی (شہادت والی انگلی) درمیانی انگلی سے

(۱) ۱۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۵

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۴۰

۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۷۸

(۲) ۱۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۱۹۵

۲۔ حکیم ترمذی، نوادر الاصول فی أحادیث الرسول، ۱:۱۶۷، ۱۶۸

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۶۸، رقم: ۴۷۱

۴۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۲:۱۵

لمبی تھی، درمیانی انگلی شہادت والی سے چھوٹی اور انگوٹھی والی انگلی درمیانی انگلی سے چھوٹی تھی۔

۲۴۔ ہتھیلیاں مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مقدس اور نورانی ہتھیلیاں کشادہ اور پرگوشت تھیں۔ اس بارے میں متعدد روایات ہیں:

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ..... رحب الراحة۔(۱)

''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں فراخ تھیں۔''

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

و كان بسط الكفين۔(۲)

''حضور ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔''

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۶

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳

۴۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۴۶

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵

۶۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۷۸

۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۵۶

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱:۴۲۲

۹۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۱:۵۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم:۵۵۶۷

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۱۰:۳۵۹

آقائے دوجہاں ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں میں نرماہٹ، خنکی اور ٹھنڈک کا احساس آپ ﷺ کا ایک منفرد وصف تھا۔ صحابۂ کرام ﷺ قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی مبارک ہتھیلیوں سے بڑھ کر کوئی شے نرم اور ملائم نہ تھی۔ رسول اکرم ﷺ جب کسی سے مصافحہ فرماتے یا سر پر دستِ شفقت پھیرتے تو اُس سے ٹھنڈک اور سکون کا یوں اِحساس ہوتا جیسے برف جسم کو مَس کر رہی ہو۔

حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری ﷺ کو جب اُن کے والدِ گرامی دعا کے لئے حضور سرورِ کونین ﷺ کی خدمت میں لے کر گئے تو اُس موقع پر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور اُن کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ وہ اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

فما أنسیٰ وضع رسول اللہ ﷺ یدہ علی رأسی حتی وجدتُ بردھا۔(۱)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک اور حلاوت کو میں کبھی نہیں بھولا، جب آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا۔''

۲۵۔ بغل مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مبارک بغلیں سفید، صاف و شفاف اور نہایت خوشبودار تھیں، جس کے بارے میں کتب احادیث و سیر میں صحابہ کرام ﷺ سے متعدد احادیث مروی ہیں:

۱۔ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ ﷺ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے وضو کا پانی پیش کیا، آپ ﷺ نے خوش ہو کر اُنہیں دُعا دی اور اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا۔ وہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ:

---

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۹۹

و رأیتُ بیاض إبطیہ۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔''

۲۔ آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کی خوشبودار ہونے کے حوالے سے بنی حریش کا ایک شخص اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں اپنے والدِ گرامی کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، اُس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو اُن کے اقرارِ جرم پر سنگسار کیا جارہا تھا۔ مجھ پر خوف سا طاری ہوگیا، ممکن تھا کہ میں بے ہوش ہوکر گر پڑتا:

فضمنی إلیہ رسول اللہ ﷺ، فسال علیّ مِن عرقِ إبطہ مثل ریحِ المسکِ ۔(۲)

''پس رسولِ اکرم ﷺ نے مجھے اپنے ساتھ لگالیا (گویا گرتے دیکھ کر مجھے تھام لیا) اس وقت آپ ﷺ کی مبارک بغلوں کا پسینہ مجھ پر گرا جو کستوری کی خوشبو کی مانند تھا۔''

انسانی جسم کا وہ حصہ جس سے عموماً پسینہ کی وجہ سے ناپسندیدہ بو آتی ہے، حضور ختمی مرتبت ﷺ کے جسمِ اطہر کے حسن و جمال میں اضافے کا موجب بنا اور وہ خوش

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۴۵، کتاب المناقب، رقم: ۶۰۲۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۹۴۴، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۴۹۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۰، رقم: ۸۱۸۷
۴۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۴۶۰

(۲) ۱۔ دارمی، السنن، ۱:۳۴، رقم: ۶۴
۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۱۶
۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۴۶۱
۴۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲:۵۷
۵۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۲:۱۷۰
۶۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۲:۱۹۳

نصیب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کی مبارک ومقدس بغلوں کے پسینے کی خوشبو سے مشامِ جاں کو معطر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، وہ عمر بھر اُس سعادت پر نازاں رہے۔

۲۶۔ سینۂ اقدس

آقائے دوجہاں ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ، کشادہ اور ہموار تھا۔ جسمِ اطہر کے دوسرے حصوں کی طرح حسنِ تناسب اور اعتدال و توازن کا نادر نمونہ تھا۔ سینۂ انور سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک خوشنما لکیر تھی، اس کے علاوہ آپ ﷺ کا سینۂ اقدس بالوں سے خالی تھا۔ حضور ﷺ کا سینۂ انور قدرے ابھرا ہوا تھا، یہی وہ سینۂ انور تھا جسے بعض حکمتوں کے پیش نظر آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے مختلف مرحلوں میں کئی بار چاک کر کے انوار و تجلیات کا خزینہ بنایا گیا اور اسے پاکیزگی اور لطافت وطہارت کا گہوارہ بنا دیا گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا سینہ فراخی، کشادگی، وسعت اور حسن تناسب میں اپنی مثال آپ تھا۔

۱۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سینۂ اقدس کے فراخ اور کشادہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ ..... عريض الصدر۔ (۱)

''رسول اللہ ﷺ کا سینۂ انور فراخی (کشادگی) کا حامل تھا۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲، باب فی خلق رسول اللہ ﷺ
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۵، رقم: ۴۱۴
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵
۶۔ ابن حبان، الثقات: ۲: ۱۴۶
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۶

۲۔ اس حوالے سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے:

و کان عریض الصدر ممسوحه کأنه المرایا فی شدتها و إستوائها، لا یعدو بعض لحمه بعضاً، علی بیاض القمر لیلة البدر۔(۱)

''حضور ﷺ کا سینۂ اقدس فراخ اور کشادہ، آئینہ کی طرح سخت اور ہموار تھا، کوئی ایک حصہ بھی دوسرے سے بڑھا ہوا نہ تھا اور سفیدی اور آب و تاب میں چودھویں کے چاند کی طرح تھا۔''

۳۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

کان رسول اللہ ﷺ فسیح الصدر۔(۲)

''اللہ کے رسول ﷺ کے مقدس سینے میں وسعت پائی جاتی تھی۔''

۲۷۔ قلبِ اطہر

نبیٔ آخر الزماں ﷺ کا قلبِ اطہر علوم و معارف کا گنجینہ اور انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا خزینہ تھا۔ چونکہ اس بے مثال قلبِ انور پر قرآنِ حکیم کا نزول ہونا تھا، اسے شرحِ صدر کے بعد منبعِ رُشد و ہدایت بنا دیا گیا تاکہ تمام کائناتِ جن و انس ابدالآباد تک اُس سے اِیمان و اِیقان کی روشنی کشید کرتی رہے۔

خود قرآنِ مجید کی بعض آیات اور الفاظ آقائے دوجہاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قلبِ اطہر سے منسوب ہیں اور مفسرین نے ایسے مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰی○(۳)

''قسم ہے ستارے (یعنی نورِ مبین) کی جب وہ (معراج سے) اُترا○''

(۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۳۰۴

(۲) ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۱:۳۳۰

(۳) القرآن، النجم، ۵۳:۱

قاضی عیاض حضرت جعفر بن محمد سے وَالنَّجْمِ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

النجم: هو قلب محمد ﷺ۔ (۱)

نجم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا قلبِ انور ہے۔

دوسرے مقام پر قرآن مجید نے قلبِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰىo (۲)

''جو (رسول ﷺ نے) دیکھا قلب نے اُسے جھوٹ نہ جانا (سمجھ لیا کہ یہ حق ہے)o''

اللہ ربُ العزت نے قرآن حکیم میں اپنے محبوب ﷺ کے قلبِ اطہر اور سینۂ اقدس کا ایک ہی مقام پر تمثیلی پیرائے اور استعاراتی انداز میں یوں ذکر فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ (۳)

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اُس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دُنیا میں روشن ہوا) اُس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغِ (نبوت روشن) ہے، (وہ) چراغ فانوسِ (قلبِ محمدی) میں رکھا ہے۔''

امام خازن رحمۃ اللہ علیہ اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا:

أخبرني عن قوله تعالٰى: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ۔

''مجھے باری تعالیٰ کے ارشاد ..... اس کے نور کی مثال (جو نورِ محمدی ﷺ کی شکل میں دنیا میں روشن ہوا) اس طاق (نما سینہ اقدس) جیسی ہے ..... کے بارے میں بتائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۲۳

(۲) القرآن، النجم، ۵۳: ۱۱

(۳) القرآن، النور، ۲۴: ۳۵

هٰذا مثل ضربه الله لنبيهﷺ، فالمشكوة صدره، والزجاجة قلبه، والمصباح فيه النبوة توقد من شجر مبارکة هی شجرة النبوة.(۱)

''(آیتِ مذکورہ میں) باری تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کے متعلق ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ مشکوۃ سے آپ ﷺ کا سینۂ اقدس مراد ہے، زجاجۃ سے مراد آپ ﷺ کا قلبِ اطہر ہے، جبکہ مصباح سے مراد وہ صفتِ نبوت ہے جو شجرۂ نبوت سے روشن ہے۔''

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے مبارک سینے کو انوار و معارفِ الٰہیہ کا خزینہ بنایا۔

حضور ﷺ کا قلبِ منور سوز و گداز اور محبت و شفقت کا مخزن تھا۔ انسان تو انسان آپ ﷺ کسی جانور پر بھی تشدد برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ انتہائی رقیق القلب تھے، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے، اُن کا غم بانٹتے اور اُن کے زخموں پر شفا کا مرہم رکھتے، ہر وقت دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہتے، بیماروں کی عیادت فرماتے، حرفِ تسلی سے اُن کا حوصلہ بڑھاتے اور اُنہیں اِعتماد کی دولت سے نوازتے۔ قرآنِ مجید کا فرمان ہے کہ اگر حضور ﷺ نرم دل اور رقیق القلب نہ ہوتے تو پروانوں کا ہجوم شمعِ رسالت کے گرد اِس طرح جمع نہ ہوتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۔(۲)

''(اے حبیبِ والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ اُن کے لئے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تندخو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔''

اقبالؒ نے حضور ﷺ کی خوئے دل نوازی اور بندہ پروری کا ذکر اس شعر میں کس

(۱) خازن، لباب التأويل فی معانی التنزيل، ۵:۵۶

(۲) القرآن، آل عمران، ۳:۱۵۹

حسن وخوبی سے کیا ہے:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

اللہ ربُ العزت نے رسول اکرم ﷺ کو قلبِ بیدار عطا کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إن عيني تنامان و لا ينام قلبي۔ (۱)

''بیشک میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔''

۲۸۔ بطنِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کا شکمِ اطہر سینۂ انور کے برابر تھا، ریشم کی طرح نرم اور ملائم، چاندی کی طرح سفید، چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمکدار، حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دورانِ ہجرت آپ ﷺ کی میزبانی کا شرفِ لازوال حاصل ہوا، فرماتی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۳۸۵، ابواب التہجد، رقم:۱۰۹۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۵۰۹، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، رقم: ۷۳۷
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱:۳۰۲، ۷۳۸، ابواب الصلوۃ، رقم:۴۳۹
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۴۰، کتاب الصلوۃ، رقم:۱۳۴۱
۵۔ نسائی، السنن، ۳:۲۳۴، کتاب قیام الیل وتطوع النھار، رقم: ۱۶۹۷
۶۔ مالک، الموطأ، ۱:۱۲۰، رقم:۲۶۳
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۱۰۴
۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۶:۱۸۶، رقم:۲۴۳۰
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۳۰، رقم:۴۹
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۱۲۲، رقم: ۵۹۷
۱۱۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء، ۱۰:۳۸۴

ہیں کہ حضور ﷺ کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ بالکل ہی پتلا۔ اُن سے مروی روایت کے الفاظ ہیں:

۱۔ لم تعبه ثُجلة۔(۱)

''حضور ﷺ پیٹ کے بڑا ہونے کے (جسمانی) عیب سے پاک تھے۔''

۲۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ ..... سواء البطن والصدر۔(۲)

''اللہ کے رسول ﷺ کا شکم مبارک اور سینۂ انور برابر تھے۔''

۳۔ حضرت اُمِ ہلال رضی اللہ عنہا تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کے شکمِ اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ما رأيتُ بطن رسول الله ﷺ قط إلا ذكرت القراطيس المثنية

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۰، رقم:۴۲۷۴
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴:۴۹، رقم: ۳۶۰۵
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۱
۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۴:۱۹۵۹
۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۳۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۶، رقم: ۸
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۵، رقم:۴۱۴
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲
۷۔ ابن حبان، الثقات، ۲:۱۴۶
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۱:۱۵۶
۹۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۱:۵۲

بعضها علی بعض۔(۱)

''میں نے حضور ﷺ کے بطنِ اقدس کو ہمیشہ اِسی حالت میں دیکھا کہ وہ یوں محسوس ہوتا جیسے کاغذ تہہ در تہہ رکھے ہوں۔''

۴۔ حضور ﷺ کے شکمِ اقدس پر بال نہ تھے، ہاں بالوں کی ایک لکیر سینۂ انور سے شروع ہوکر ناف پر ختم ہوجاتی تھی:

لیس فی بطنه و لا صدره شعر غیره۔(۲)

''اُس لکیر کے علاوہ سینۂ انور اور بطنِ اقدس پر بال نہ تھے۔''

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللهﷺ أبیض الکشحین۔(۳)

''رسولِ اکرم ﷺ کے دونوں پہلو سفید تھے۔''

ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت زندہ دل تھے، محفل میں تہذیب و شائستگی کے

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۹
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۴۱۳، رقم:۱۰۰۶
۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۲۵، رقم: ۱۶۱۹
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۸۰
۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲:۶۴، رقم:۶۴۵۷
۶۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۳:۳۹۷، رقم:۳۵۵

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۰
۲۔ طبری، تاریخ، ۲:۲۲۱
۳۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۱۸

(۳) ۱۔ بخاری الادب المفرد، ۱:۹۹، رقم: ۲۵۵
۲۔ ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۲۰
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۴، ۴۱۵

دائرے میں رہتے ہوئے ایسی مزاحیہ گفتگو کرتے کہ اہلِ محفل کشتِ زعفران کی طرح کھل اُٹھتے اور اُن کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ ایک دن وہ حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں کسی بات پر خوش طبعی کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تفنّنِ طبع کے طور پر اُن کے پہلو پر ہاتھ سے ہلکی سے چپت لگائی۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے: ''یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے مارنے سے مجھے تکلیف پہنچی ہے''۔ والیٔ کونین ﷺ نے اپنے صحابی کی یہ بات سنی تو فرمایا: ''اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کا بدلہ لے لو''۔ وہ صحابی جو محبتِ رسول ﷺ میں بے خود اور وارفتہ ہو رہے تھے، عرض گزار ہوئے: ''یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ نے مجھے ہاتھ مارا تھا اُس وقت میرا جسم ننگا تھا۔'' یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنی پشت اقدس پر سے قمیص مبارک اُٹھا دی اور فرمایا: لو اپنا بدلہ لے لو۔ اس پر وہ جان نثارِ رسول رضی اللہ عنہ وجد میں آ کر جھوم اُٹھا:

فاحتضنه، فجعل يقبل كشحه، فقال: بأبي أنت و أمي يا رسول الله! أردتُ هذا۔(۱)

''پس اُس صحابی نے آپ ﷺ کے ساتھ لپٹ کر آپ ﷺ کے پہلوئے اطہر کے بوسے لینا شروع کر دیئے، اور عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا مقصد صرف یہی تھا۔''

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۳۲۸، رقم: ۵۲۶۲
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴:۳۵۶، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۲۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸:۴۹
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۰۶، رقم: ۵۵۷
۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارۃ، ۴:۲۷۶
۶۔ زیلعی، نصب الرایۃ، ۴:۲۵۹
۷۔ ذہبی، سیر أعلام النبلا، ۱:۳۴۲
۸۔ عسقلانی، الدرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ، ۲:۲۳۲
۹۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۲:۵۳

شکمِ اطہر پر ایک کی بجائے دو پتھر

والیٔ کونین ﷺ کا فقر اختیاری تھا، آپ ﷺ نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی۔ غزوہ احزاب میں خندق کی کُھدائی کے دوران صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی نے فاقہ کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے تو آپ ﷺ نے اپنے بطنِ اقدس سے کپڑا ہٹایا جہاں دو پتھر بندھے تھے۔ حدیثِ مبارکہ میں اِس کا ذکر اس طرح ہوا ہے:

فرفع رسول اللهﷺ عن بطنه عن حجرين۔(۱)

''آپ ﷺ نے شکمِ اطہر سے کپڑا اُٹھایا تو اُس پر دو پتھر بندھے تھے۔''

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فقر کو غنا پر ترجیح دی، ورنہ آپ ﷺ تو ارض و سماوات بلکہ کل جہاں کے تمام خزانوں کے مالک تھے اور آپ ﷺ کو رب کریم نے قاسم بنایا تھا۔ آپ ﷺ کی شانِ فقر کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے اہل و عیال نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا، اکثر جَو کی روٹی آپ ﷺ کی غذا ہوتی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

وكان أكثر خبزهم خبز الشعير۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۵، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۷۱
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۷، باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۵۳
۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۴: ۱۵۶
۵۔ ابن ابی عاصم، کتاب الزہد، ۱: ۱۷۵
۶۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۹۶، رقم: ۴۹۶۴
۷۔ مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۷: ۳۳
۸۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۲: ۱۷۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۰، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۰
۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۴: ۹۱

’’آلِ محمد ﷺ کی غذا اکثر و بیشتر جَو کی روٹی ہوتی تھی۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و ما أکل خبزاً مرققاً حتی مات۔(۱)

’’آپ ﷺ نے آخری دم تک پتلی روٹی نہیں کھائی۔‘‘

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما شبع رسول اللہ ﷺ من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے مسلسل دو دن جَو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ آپ ﷺ وصال فرما گئے۔‘‘

۴۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک دفعہ بعض لوگوں نے دعوت کی، اور اُنہیں کھانے کو بکری کا بُھنا ہوا گوشت پیش کیا، اس پر حضور ﷺ کے اُس عاشقِ زار کو آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا زمانہ یاد آ گیا اور وہ معذرت کرتے ہوئے فرمانے لگے:

خرج رسول اللہ ﷺ من الدنیا ولم یشبع من خبز الشعیر۔ (۳)

..... ۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۷۵

۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۳:۳۴۲

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۳:۱۹۹

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۶۹، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۸۵

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۸۱، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۳

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۵۰، رقم: ۶۶۳۸

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۷۹، رقم: ۲۳۵۷

۲۔ طیالسی، المسند، ۱:۱۹۸، رقم: ۱۳۸۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۶۶، کتاب الأطعمۃ، رقم: ۵۰۹۸

۲۔ ابویعلی، المسند، ۸:۳۵، رقم: ۵۵۴۱

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۳۰، رقم: ۴۶۵۸

۴۔ ازدی، مسند الربیع، ۱:۳۵۲، رقم: ۹۰۰

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ اس حال میں وصال فرما گئے کہ آپ نے تادم وصال جَو کی روٹی بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔‘‘

۲۹۔ ناف مبارک

آپ ﷺ اِس عالمِ رنگ و بو میں تشریف لائے تو آپ ﷺ پیدائش کے وقت ہی کئی حوالوں سے ممتاز اور منفرد اوصاف کے حامل تھے۔ عام انسانوں کے برعکس آپ ﷺ کی پیدائش اِس حال میں ہوئی کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ تھے۔

۱۔ قاضی عیاضؒ نے ’الشفاء (۱:۴۲)‘ میں ایک روایت نقل کی ہے:

كان النبی ﷺ قد وُلِد مختوناً، مقطوع السرة۔

’’بیشک حضور ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بُریدہ پیدا ہوئے۔‘‘

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے والدِ گرامی سے روایت فرماتے ہیں:

وُلد رسولُ الله مختوناً مسروراً يعنی مقطوع السرة، فأعجب بذلك جده عبدالمطلب، وقال: ليكونن لبنی هذا شأن عظيم۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تو آپ ﷺ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب اس پر متعجب ہوئے اور فرمایا میرا یہ بیٹا یقیناً عظیم شان کا مالک ہوگا۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان رسول ﷺ وُلد مختوناً مسروراً يعنی مقطوع السرة۔(۲)

’’نبیٔ اکرم ﷺ ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۱:۵۱

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۳

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۴۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۵۷، رقم: ۴۱۷۷

۳۰۔ پشتِ اقدس

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی پشتِ اقدس کشادہ اور خوبصورتی و دلکشی میں اپنی مثال آپ تھی، دونوں مقدس کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ حضور ﷺ کی پشتِ اقدس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِی اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○(۱)

''اور ہم نے آپ کا (غمِ اُمت کا وہ) بار آپ سے اُتار دیا o جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا o''

۱۔ حضرت محرش بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے آقائے نامدار علیہ السلام کو عمرہ کا اِحرام باندھتے ہوئے دیکھا:

فنظرتُ إلی ظهره کأنها سبیکة فضة۔(۲)

''میں نے آپ ﷺ کی کمرِ مبارک کی جانب نظر اٹھائی تو اُسے چاندی کے

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۰۳

۴۔ نووی، تہذیب الأسماء، ۱:۵۰

۵۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱:۳۳۶، رقم: ۳۱۴

(۱) القرآن، الم نشرح، ۹۴:۲-۳

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۸۰، رقم: ۲۳۲۷۳

۲۔ نسائی، السنن، ۵:۲۲۰، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۸۶۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبری، ۲:۴۷۴، رقم: ۴۲۳۴

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۲۳۱، رقم: ۱۳۲۳۰

۵۔ حمیدی، المسند، ۲:۳۸۰، رقم: ۸۶۳

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۳۲۷، رقم: ۷۷۲

۷۔ عسقلانی، فتح الباری، ۶:۵۷۰

۸۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۲

۹۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۷:۲۸۶

ٹکڑے کی طرح پایا۔‘‘

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

و کان واسع الظهر ۔(۱)

’’حضور ﷺ کی پشت مبارک کشادہ تھی۔‘‘

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک دوسری روایت بھی مذکور ہے:

و کان طویلَ مسْرُبة الظهر ۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کی ریڑھ کی ہڈی لمبی تھی۔‘‘

۳۱۔ مہرِ نبوت

خالقِ کائنات نے اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسولوں کو امتیازاتِ نبوت عطا کر کے انہیں عام انسانوں سے ممتاز پیدا کیا جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ ربّ العزت نے عظمت و رِفعت کا وہ بلند مقام عطا کیا کہ جس تک کسی فردِ بشر کی رسائی ممکن نہیں۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی جو اس حکمِ ایزدی کی تصدیق کرتی تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں، ان کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے مقفل کر دیا گیا ہے۔ یہ مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان ذرا بائیں جانب تھی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فنظرتُ إلی خاتمِ النبوة بین کتفیه عند ناغض کتفه الیسریٰ(۳)

’’میں نے مہرِ نبوت دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے

۱۰۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۲:۳۲۴

۱۱۔ مناوی، فیض القدیر، ۵:۶۹

۱۲۔ عبدالباقی، معجم الصحابہ، ۳:۹۰

(۱) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۴

(۲) بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۳۰۴

(۳) مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۲۳، کتاب الفضائل، رقم:۲۳۴۶

قریب دیکھی۔‘‘

۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابراہیم بن محمد کہتے ہیں:

كان علي إذا وصف رسول اللهﷺ، فذكر الحديث بطوله، وقال: بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيينﷺ(۱)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفات گنواتے تو طویل حدیث بیان فرماتے اور کہتے کہ دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیّین تھے۔‘‘

۳۔ مہرِ نبوت خوشبوؤں کا مرکز تھی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فالتقمتُ خاتم النبوة بفيّ، فكان ينمّ عليّ مسكاً(۲)

’’پس میں نے مہرِ نبوت اپنے منہ کے قریب کی تو اُس کی دلنواز مہک مجھ پر غالب آ رہی تھی۔‘‘

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی مہرِ نبوت کی ہیئت اور شکل وصورت کا ذکر مختلف تشبیہات سے کیا ہے: کسی نے کبوتر کے انڈے سے، کسی نے گوشت کے ٹکڑے سے اور کسی نے بالوں کے گچھے سے مہرِ نبوت کو تشبیہ دی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ تشبیہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی آئینہ دار ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان خاتم رسول اللهﷺ يعني الذي بين كتفيه غدّة حمراء مثل

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

۳۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳: ۳۰

۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸

(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲: ۵۳

بیضة الحمامة۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی، جو کبوتر کے انڈے کی مقدار سرخ ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔''

۲۔ حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس مہرِ نبوت کو بالوں کے گچھے جیسا کہا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنے پشتِ مبارک پر مالش کرنے کی سعادت بخشی تو اُس موقع پر اُنہوں نے مہرِ اقدس کا مشاہدہ کیا۔ حضرت علیاء (راوی) نے عمرو بن اخطب سے اُس مہرِ نبوت کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا:

شعر مجتمع علی کتفه(۲)

''آپ ﷺ کے مبارک کندھوں کے درمیان چند بالوں کا مجموعہ تھا۔''

۳۔ حضرت ابونضرۃ عوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألتُ أبا سعید الخدری عن خاتم رسول اللہ ﷺ یعنی خاتم النبوة، فقال: کان فی ظهره بضعة ناشزة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۲، ابواب المناقب، رقم:۳۶۴۴
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۱۰۴، رقم:۲۱۰۳۶
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۰۹، رقم:۶۳۰۱
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۲۸، رقم:۳۱۸۰۸
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۲۲۰، رقم:۱۹۰۸
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۴۱، رقم:۲۲۹۴۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۳، رقم:۴۱۹۸
۳۔ ابویعلی، المسند، ۱۲:۲۴۰، رقم:۶۸۴۶
۴۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۵۱۴، رقم:۲۰۹۶
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۶

(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۴۶، رقم:۲۲
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴:۴۴، رقم:۱۹۱۰
۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۲۲۲

’’میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی مہر یعنی مہرِ نبوت کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا: وہ (مہرِ نبوت) رسول اللہ ﷺ کی پشتِ اقدس میں ایک اُبھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔‘‘

مہرِ نبوت آخری نبی ﷺ کی علامت ہے

مہرِ نبوت حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی علامت ہے، سابقہ الہامی کتب میں مذکور تھا کہ نبیٔ آخر الزماں ﷺ کی ایک علامت اُن کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت کا موجود ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ کتاب جنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا اس نشانی کو دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان لاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کی پشتِ اقدس پر مہرِ نبوت ہونے کی تصدیق کر لینے کے بعد ہی ایمان لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔(۱)

۳۲۔ مبارک رانیں

حضور سرورِ کونین ﷺ کی مبارک رانیں بھی جسم کے دوسرے حصوں کی طرح سفید، چمکدار اور متناسب تھیں۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ غزوہ خیبر کے لیے گئے تو ہم نے صبح کی نماز، خیبر کے نزدیک اندھیرے میں ادا کی۔ پھر حضور ﷺ سوار

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۹۸، رقم: ۶۵۴۴

۲۔ بزار، المسند، ۶: ۴۶۳۔۴۶۵، رقم: ۲۵۰۰

۳۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۶: ۲۲۲۔۲۲۴، رقم: ۶۰۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۵۷۔۸۰

۵۔ ابونعیم اصبہانی، دلائل النبوۃ، ۱: ۴۰

❁ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اِسلام کا واقعہ باب سوم ’اسیرانِ حسن مصطفیٰ ﷺ‘ صفحہ ۲۷۳۔۲۷۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ہوئے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے اور میں اُن کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ خیبر کی گلیوں میں جا رہے تھے اور میرا گھٹنا آپ ﷺ کی ران سے لگتا تھا۔

ثم حسر الإزار عن فخذه حتی إنّی أنظر الی بیاض فخذ نبی اللهﷺ۔(۱)

''پھر آپ ﷺ نے اپنی ران مبارک سے تہبند ہٹائی تو میں نے آپ ﷺ کی ران مبارک کی سفیدی دیکھی۔''

محدّثین کرام نے بیان کیا ہے کہ جب تاجدارِ کائنات ﷺ محفل میں جلوہ افروز ہوتے تو بعض کے اقوال کے مطابق رانیں شکمِ اطہر کے ساتھ لگی ہوتیں لیکن بعض محدثین کا کہنا ہے کہ کبھی حضور ﷺ گھٹنوں پر زور دے کر بھی تشریف فرما ہوتے۔

حضرت ابوامامہ حارثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللهﷺ یجلس القرفصاء۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو رانین شکمِ اطہر کے ساتھ لگی ہوتیں۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۴۵، ابواب الصلوۃ فی الثیاب، رقم: ۳۶۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۱۰۴۴، کتاب النکاح، رقم: ۱۳۶۵
۳۔ نسائی، السنن، ۶:۱۳۲، کتاب النکاح، رقم: ۳۳۸۰
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۲۲۹، رقم: ۳۰۵۵
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۷۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۲۷۳، رقم: ۷۹۴
۲۔ ترمذی نے الشمائل المحمدیہ (۱:۱۱۵، رقم: ۱۲۸) میں قبلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔
۳۔ بیہقی نے السنن الکبریٰ (۳:۲۳۵، رقم: ۵۷۰۷) میں قبلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۴۰
۵۔ ابن قیم نے زادالمعاد، ۱:۱۷۰ میں قبلہ بنت مخرمہ سے روایت لی ہے۔

۳۳۔ زانوئے مبارک

آقائے کائنات ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی موزونیت، اِعتدال اور وجاہت کی آئینہ دار تھیں۔ کتبِ احادیث وسیر میں جا بجا اُن کی جلالت اور عظمت کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ..... ضخم الکرادیس۔(۱)

''حضور ﷺ کے گھٹنے پُر گوشت تھے۔''

۲۔ ایک روایت میں مذکور ہے:

کان رسول اللہ ﷺ ..... جلیل المشاش۔(۲)

''حضور ﷺ کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں۔''

---

(۱) ۱۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۱، رقم: ۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۹۶

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱:۲۴۴

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۱۶

۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۷

(۲) ۱۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۳، رقم: ۷

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۱

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۲۴۸

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۲۹

۵۔ ابن جوزی، الوفا:۴۰۶

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۴۹، رقم: ۱۴۱۵

۳۴۔ مبارک پنڈلیاں

حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں نرم و گداز، چمکدار اور خوبصورت تھیں، باریک تھیں، موٹی نہ تھیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حصولِ برکت اور اظہارِ محبت کے لئے آقا ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کو مس کرتے اور اُن کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل کرتے۔

۱۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آقائے محتشم ﷺ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے تو مجھے حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ چشمِ تصور میں آج بھی اس منظر کی یاد اسی طرح تازہ ہے:

كأني أنظر إلى وبيص ساقيه۔(۱)

''گویا میں آپ ﷺ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔''

۲۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان في ساقي رسول اللهﷺ حموشة۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۶۰، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۵۰۳
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱:۳۷۶، ابواب الصلوٰۃ، رقم: ۱۹۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۰۸
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۶:۱۵۳، رقم: ۲۳۹۴
۶۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴:۳۲۶، رقم: ۲۹۹۵
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۵۶، رقم: ۵۲۸۵
۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱:۴۶۷، رقم: ۱۸۰۶
۹۔ ابوعوانہ، المسند، ۲:۵۰
۱۰۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۰۲، رقم: ۲۴۹
۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۰، ۴۵۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۳، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۵

’’حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیاں پتلی تھیں۔‘‘

۳۔ سَو اونٹوں کے لالچ نے سراقہ کو کاروانِ ہجرت کے تعاقب پر اُکسایا۔ اس تعاقب کے دوران اُنہیں تاجدارِ کائنات ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کی زیارت ہوئی۔ وہ اپنے احساسات یوں بیان کرتے ہیں:

فلما دنوتُ منه و هو على ناقته، جعلتُ أنظر إلى ساقه كأنها جمارة۔(۱)

’’پس جب میں حضور ﷺ کے قریب پہنچا، اُس وقت آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے، تو مجھے آپ ﷺ کی پنڈلی کی زیارت ہوئی، یوں لگا جیسے کھجور کا خوشہ پردے سے باہر نکل آیا ہو۔‘‘

۳۵۔ قدمین شریفین

حضور رحمتِ عالم ﷺ کے قدمین شریفین نرم و گداز، پُرگوشت، دلکش و خوبصورت اور مرقع جمال و زیبائی تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول اللهﷺ كان أحسن البشر قدماً۔(۲)

..... ۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۹۷

۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۲، رقم: ۴۱۹۶

۴۔ ابویعلی، المسند، ۱۳:۴۵۳، رقم: ۴۷۵۸

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲:۲۴۴، رقم: ۲۰۲۴

(۱) ۱۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۱۲

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷:۱۳۴، رقم: ۶۶۰۲

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۲۲

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۱۹

’’حضور ﷺ کے قدمین شریفین تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ہند بن ابی ہالہ اور دیگر متعدد صحابہ کرام ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان النبی ﷺ شثن القدمین و الکفین۔(۱)

’’حضور ﷺ کی ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں مبارک پُر گوشت تھے۔‘‘

۳۔ حضرت انس ﷺ اور حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں:

کان النبی ﷺ ضخم القدمین۔(۲)

’’نبی اکرم ﷺ کے قدمینِ مقدسہ اعتدال کے ساتھ بڑے تھے۔‘‘

۴۔ صحابہ کرام ﷺ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے قدمین شریفین دیکھنے میں ہموار دکھائی دیتے تھے:

..... ۲۔ ابن اسحاق، السیرۃ، ۲:۱۲۲

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۵، رقم: ۷

۴۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۸

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۲:۷۹

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۷

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۱۲۷

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۲۱۷، رقم: ۶۳۱۱

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ ۱:۴۱۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۱۲، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۶۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۲۵

۳۔ رویانی، المسند، ۲:۲۸۳، رقم: ۱۳۶۲

۴۔ ابویعلی، المسند، ۵:۲۵۶، رقم: ۲۸۷۵

۵۔ ابن سعد نے ’الطبقات الکبریٰ (۱:۴۱۴)‘ میں حضرت انس ﷺ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے۔

كان رسول الله ﷺ ..... مسيح القدمين۔(۱)

''حضور ﷺ کے قدمین شریفین ہموار اور نرم تھے۔''

۳۶۔ اُنگشتانِ پا مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے مبارک پاؤں کی اُنگلیاں حسن اعتدال اور حسن تناسب کے ساتھ قدرے لمبی تھیں۔ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھے اپنے والد گرامی کی معیت میں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور دستِ اقدس میں چھڑی تھی۔ میرے والدِ گرامی نے آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کو تھام لیا اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ اُس وقت مجھے حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی انگلیوں کی زیارت نصیب ہوئی:

فما نسيتُ فيما نسيتُ طول أصبع قدمه السبابة على سائر أصابعه۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۳۷

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۱۵۶، رقم: ۴۱۴

۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲:۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۷۳

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۵، رقم: ۲۴

۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱:۲۸۷

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۲۲

۸۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۳۲

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶:۳۶۶

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۴۵، رقم: ۱۳۶۰۲

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۳۰۴

۴۔ عسقلانی، الاصابہ، ۸:۱۳۳، رقم: ۱۱۷۸۶

’’پس میں آج تک حضور ﷺ کے پاؤں مبارک کی سبابہ (انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی) کا دوسری انگلیوں کے مقابلہ میں حسنِ طوالت نہیں بھولی۔‘‘

۳۷۔ مبارک تلوے

آقائے دوجہاں ﷺ کے مبارک تلوے قدرے گہرے تھے، زمین پر نہ لگتے تھے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول اللهﷺ ..... ششن القدمين ..... خمصان الأخمصين۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کے قدمینِ مقدسہ پُر گوشت تھے اور تلوے قدرے گہرے تھے۔‘‘

ایک دوسری روایت میں تلووں کے برابر ہونے کا ذکر بھی ہے:

كان ..... يطأ بقدمه جميعاً ليس لها أخمص۔(۲)

’’حضور ﷺ چلتے وقت پورا پاؤں زمین پر لگاتے، کوئی حصہ ایسا نہ ہوتا جو زمین پر نہ لگتا۔‘‘

ان روایات کی محدثین نے جو تطبیق کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ تلووں

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۷، رقم: ۸

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰

۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۵، رقم: ۲۴

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۳۲

(۲) ۱۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۹۵، رقم: ۱۱۵۵

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۸۰

۳۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱: ۲۴۵

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۹، ۲۲

کی گہرائی معمولی سی تھی اس لئے حضور ﷺ خرامِ ناز سے آہستہ قدم اُٹھاتے تو پاؤں کے تلوے زمین پر نہ لگتے، لیکن جب زور سے قدم اُٹھاتے اور قدرے سختی سے پاؤں زمین پر رکھتے تو تلوے بھی نقوشِ پا میں شامل ہو جاتے۔

۳۸۔ مبارک ایڑیاں

حضور ﷺ کے قدمین شریفین کی ایڑیاں بھی مرقعِ حسن و جمال تھیں، ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ..... منھوس العَقَبَیْن۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ کی مبارک ایڑیوں پر گوشت کم تھا۔''

۳۹۔ قدمین شریفین کی برکات

جس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنا قدمِ مبارک رکھ کر تعمیرِ کعبہ کرتے رہے وہ آج بھی صحنِ کعبہ میں مقامِ ابراہیم کے اندر محفوظ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے لگنے سے وہ پتھر گداز ہوا اور اُن قدموں کے نقوش اُس پر ثبت ہو گئے۔ اللہ ربُ العزت

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۲۰، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۸، ۳۹، رقم: ۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶
۴۔ طیالسی، المسند، ۱: ۱۰۴، رقم: ۷۶۵
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۲۲۰، رقم: ۱۹۰۴
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۶
۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۷، ۲۲
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۱۲۴

نے اپنے حبیب ﷺ کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ اُن کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے قدومِ مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبیﷺ کان إذا مشی علی الصخر غاصت قدماه فیه و أثرت۔(۱)

’’جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ پتھروں پر چلتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔‘‘

۲۔ حضور ﷺ کے قدمین شریفین بڑے ہی بابرکت اور منبعِ فیوضات و برکات تھے۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ عرفہ سے تین میل دور مقام ذی المجاز میں تھے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا:

عطشتُ و لیس عندی ماءٌ، فنزل النبیﷺ و ضرب بقدمه الأرض، فخرج الماء، فقال: اشرب۔(۲)

’’مجھے پیاس لگی ہے اور اس وقت میرے پاس پانی نہیں، پس حضور ﷺ اپنی سواری سے اُترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، آپ ﷺ نے فرمایا: (اے چچا جان!) پی لیں۔‘‘

جب اُنہوں نے پانی پی لیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اپنا قدمِ مبارک اُسی جگہ رکھا

---

(۱) ۱۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۴۸۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۷، رقم:۹

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۱۵۲، ۱۵۳

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۷۶

۳۔ زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۱۷۰

۴۔ خفاجی، نسیم الریاض، ۳:۵۰۷

تو وہ جگہ باہم مل گئی اور پانی کا اِخراج بند ہو گیا۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی اور اپنے مبارک پاؤں سے ٹھوکر ماری جس سے وہ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

فضر بنی برجله، و قال: ''اللهم اشفه، اللهم عافه'' فما اشتكيت وجعي ذالك بعد ۔(۱)

''پس حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنا مبارک پاؤں مجھے مارا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے شفا دے اور صحت عطا کر۔ (اس کی برکت سے مجھے اسی وقت شفا ہو گئی اور) اس کے بعد میں کبھی بھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔''

۴۔ آپ ﷺ کے قدمِ مبارک اگر کسی سست رفتار کمزور جانور کو لگ جاتے تو وہ تیز رفتار ہو جاتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی اُونٹنی کی سست رفتاری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

والذی نفسی بیده لقد رأیتها تسبق القائد۔(۲)

قسم اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس کے بعد وہ

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۲۶۱، رقم: ۱۰۸۹۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۶۰، ابواب الدعوات، رقم:۳۵۶۴
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۸۳، ۱۰۷
۴۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۱، رقم: ۱۴۳
۵۔ ابویعلی، المسند، ۱:۳۲۸، رقم:۴۰۹
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۷:۳۵۷

(۲) ۱۔ ابوعوانہ، المسند، ۳:۴۵، رقم: ۴۱۴۵
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۲۳۵، رقم: ۱۴۱۳۲
۳۔ حاکم، المستدرک، ۲:۱۹۳، رقم: ۲۷۲۹

ایسی تیز ہوگئی کہ کسی کو آگے بڑھنے نہ دیتی۔‘‘

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اُونٹ کو بھی آپ ﷺ نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر اپنے مبارک قدموں سے ٹھوکر لگائی تھی، جس کی برکت سے وہ تیز رفتار ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

فضربه برجله و دعا له، فسار سيراً لم يسر مثله۔(۱)

’’تو آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے اُسے ٹھوکر لگائی اور ساتھ ہی دُعا فرمائی، پس وہ اتنا تیز رفتار ہوا کہ پہلے کبھی نہ تھا۔‘‘

جب حضور ﷺ نے دوبارہ اُن سے دریافت کیا کہ اب تیرے اُونٹ کا کیا حال ہے تو اُنہوں نے عرض کیا:

بخير قد أصابته بركتك ۔(۲)

’’بالکل ٹھیک ہے، اُسے آپ صلی اللہ علیک وسلم کی برکت حاصل ہو گئی ہے۔‘‘

۴۰۔ قدِ زیبائے محمد ﷺ

حضور ﷺ کا قد و قامت بھی حسنِ تناسب کا اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ عالمِ تنہائی میں ہوتے تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا کہ سرورِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ میانہ قد کے مالک

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۹۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۲۲۱، کتاب المساقاۃ، رقم: ۷۱۵
۳۔ نسائی، السنن، ۷:۲۹۷، کتاب البیوع، رقم: ۴۶۳۷
۴۔ ابن حبان، ۱۴:۴۵۰، رقم: ۶۵۱۹
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۳۳۷، رقم: ۱۰۶۱۷

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۰۸۳، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۲۸۰۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۲۲۱، کتاب المساقاۃ، رقم: ۷۱۵
۳۔ ابو عوانہ، المسند، ۳:۲۴۹، رقم: ۴۸۴۳

ہیں اور اگر اپنے جاں نثاروں کے جھرمٹ میں ہوتے تو حضور ﷺ سب سے بلند اور نمایاں دکھائی دیتے۔ ظاہری حسن میں بھی کوئی آپ ﷺ کی مثل نہ تھا، قامت و دلکشی اور رعنائی و زیبائی میں بھی سب سے ممتاز نظر آتے تھے۔

۱۔ حضرت اُمِ معبد رضی اللہ عنہا اپنے تأثرات یوں بیان کرتی ہیں:

كان رسول اللهﷺ ربعة لا تشنؤه عين من طول، و لا تقتحمه عين من قصر، غصن بين غصنين، فهو أنضر الثلاثة منظراً، و أحسنهم قداً۔(۱)

''حضور ﷺ کا قدِ انور نہایت خوبصورت میانہ تھا، نہ ایسا طویل کہ دیکھنے والے کو پسند نہ آئے اور نہ ایسا پست کہ حقیر دکھائی دے۔ (قدِ انور) دو شاخوں کے درمیان تروتازہ (شگفتہ) شاخ کے مانند تھا اور آپ ﷺ دیکھنے میں تینوں (حضور ﷺ، یارِ غار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ) میں سب سے زیادہ بارونق اور قد کے اعتبار سے حسین دکھائی دے رہے تھے۔''

۲۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

و ما مشى مع أحد إلا طاله۔(۲)

''آپ ﷺ ساتھ چلنے والے سے بلند قامت نظر آتے تھے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۴۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳:۱۱، رقم: ۴۲۷۴

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۳۱

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳:۱۹۲

۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳:۵۶

(۲) ۱۔ ابنِ عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۵۴

۲۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱:۱۱۶

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۳۴

۴۔ انصاری، غایۃ السول فی خصائص الرسول ا، ۱:۳۰۶

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قدِ زیبا کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ أحسن الناس قواماً، و أحسن الناس وجهاً۔(۱)

''حضور ﷺ قامت زیبائی اور چہرۂ اقدس کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔''

احادیث میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ ہجوم میں ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے، مجلس میں جلوہ فرما ہوتے تو بھی اہلِ محفل میں سربلند نظر آتے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

كان إذا جلس يكون كتفه أعلى من الجالس۔(۲)

''جب حضور ﷺ (کسی مجلس میں) بیٹھتے تو حضور ﷺ کے شانے مبارک دوسرے بیٹھنے والوں سے بلند ہوتے۔''

نمایاں قد کی حکمتیں

۱۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و لعل السر فی ذلك أنه لا يتطاول عليه أحد صورة كما لا يتطاول عليه معنی۔(۳)

''حکمت اس میں یہ ہے کہ جس طرح باطنی محامد و محاسن میں حضور ﷺ سے کوئی بلند نہیں، اسی طرح ظاہری قد و قامت میں بھی کوئی آپ ﷺ سے بڑھ نہیں سکتا۔''

سب سے نمایاں اور سربلند ہونے کی دوسری حکمت یہ ہے:

---

(۱) ابنِ عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۵۷

(۲) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۱۳

(۳) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱: ۱۳

فی الطول مزیة خص بها تلویحاً بأنه لم یکن أحد عند ربه أفضل منه لا صورةً و لا معنیً۔(۱)

’’یہ بلندی اس لئے تھی کہ ہر ایک پر یہ بات آشکار ہو جائے کہ اللہ ربُ العزت کے ہاں ظاہری و باطنی اَحوال میں اُس ذاتِ اقدس (رسولِ کائنات ﷺ) سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔‘‘

۲۔ امام خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَ لم یخلق أطول من غیره لخروجه عن الإعتدال الأکمل المحمود، و لکن جعل الله له هذا فی رأی العین معجزة خصّه الله تعالیٰ بها، لئلا یری تفوّق أحد علیه بحسبِ الصورةِ، و لیظهر من بین أصحابه تعظیماً له بما لم یسمع لغیره، فإذا فارق تلك الحالة زال المحذور و علم التعظیم فظهر کما له الخلقی۔(۲)

’’حضور ﷺ کا قدِ انور زیادہ طویل پیدا نہیں کیا گیا کیونکہ حد سے زیادہ طویل ہونا اِعتدال کے منافی ہے اور قابلِ تعریف نہیں۔ ہاں اس کے باوجود اللہ ربُ العزت نے دیکھنے والی آنکھوں میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ حضور ﷺ بلند نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت اِس لئے عطا کی تھی کہ کوئی صورت کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ سے بلند دکھائی نہ دے اور آپ ﷺ کی تعظیم میں اضافہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ضرورت نہ رہتی تو حضور ﷺ اس کمال پر دکھائی دیتے جس پر آپ ﷺ کی تخلیق ہوئی تھی۔‘‘

۳۔ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو حضور ﷺ کے قدِ انور کو طویل پیدا فرما دیتا، لیکن ربِ قادر نے حضور ﷺ کو میانہ قد ہی عطا فرمایا، البتہ یہ آپ ﷺ کا اعجاز تھا کہ دیکھنے والے محسوس کرتے کہ آپ ﷺ سب سے سربلند ہیں اور کوئی آپ ﷺ کی نظیر نہیں۔

---

(۱) ملا علی قاری، شرح الشفا، ۱:۱۵۳

(۲) خفاجی، نسیم الریاض، ۱:۵۲۱

أن ذلك يرى في أعين الناظرين فقط، وجسده باق على أصل خلقته، على حد ..... فمثل ارتفاعه المعنوی في عين الناظر، فرآه رفعةً حسيةً۔(۱)

’’حضور ﷺ صرف لوگوں کی نظروں میں بلند دکھائی دیتے لیکن حضور ﷺ کا جسمِ اطہر اس حال میں بھی اصل خلقت پر (میانہ) ہی رہتا۔ ..... پس حضور ﷺ کی رفعتِ معنوی کو ہی اللہ ربُ العزت نے دیکھنے والے کی آنکھ میں رفعتِ حسی بنا دیا تھا۔‘‘

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ مزید رقمطراز ہیں:

وَ ذلك كي لا يتطاول عليه أحد صورةً، كما لا يتطاول معنًی۔(۲)

’’اور ایسا اس لئے تھا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جس طرح معنوی اور باطنی لحاظ سے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی بلند نہیں اسی طرح ظاہر میں بھی آپ ﷺ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا۔‘‘

(۱) زرقانی، شرح المواہب اللدنیہ، ۵:۴۸۵

(۲) شرح زرقانی المواہب اللدنیہ، ۵:۴۸۵

باب سوم

اَسیرانِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

ابتدائیہ

کائنات کا تمام تر حسن و جمال ابد الآباد تک آفتابِ رسالت کے جلوؤں کی خیرات ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا کے خوش قسمت ترین انسان تھے کہ انہوں نے حالتِ ایمان میں آقائے محتشم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اُنہیں ان فضاؤں میں جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے انفاسِ پاک سے معطر تھیں، سانس لینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہ تھی، دیدارِ مصطفیٰ ﷺ اُنہیں دنیا و مافیہا کی ہر نعمت سے بڑھ کر عزیز تھا۔ وہ ہر وقت محبوب ﷺ کی ایک جھلک دینے کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ اس حسنِ بے مثال کی جدائی کا تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتا۔ وہ چاہے کتنے ہی مغموم و رنجیدہ ہوتے آقائے دوجہاں ﷺ کی بارگاہ میں آتے ہی ان کے دل و جاں کو راحت اور سکون کی دولت مل جاتی، پھر وہ عالمِ وارفتگی میں آقائے دوجہاں ﷺ کی دائمی رفاقت کی آرزو اور تمنا کی فضائے دلکش میں گم ہو جاتے۔ انہیں یہ اندیشہ بے تاب رکھتا کہ کہیں اُن سے صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کی گراں بہا نعمت چھن نہ جائے، اُن کے قلوبِ مضطر کو اس وقت قرار آیا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے حسن و جمال پر مر مٹنے والے عشاق کو اخروی زندگی میں ابدی رفاقتِ مصطفیٰ ﷺ کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصَّالِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ط وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝(۱)

’’اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت)

---

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۶۹، ۷۰

اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں o یہ فضلِ (خاص) اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے o ''

اِس مقام پر مفسرینِ کرام نے آیتِ مذکورہ کی شانِ نزول بیان کرتے ہوئے صحابہ کرام ﷺ کے محبوبِ حجازی ﷺ سے محبت و وارفتگی کے احوال و واقعات کا تذکرہ بڑے پیارے اور دلآویز انداز سے کیا ہے۔ ذیل میں حوالے کے طور پر چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

جاء رجل إلى النبیﷺ فقال: يا رسول الله! إنك لأحب إلى من نفسي، و إنك لأحب إلى من والدي، و إني لأكون في البيت، فاذكرك فما أصبر حتى آتي فانظر إليك، و إذا ذكرت موتي و موتك عرفت انك إذا دخلت الجنة رفعت مع النبيين، و أني إذا دخلت الجنة خشيت أن لا أراك، فلم يرد عليه النبیﷺ شيئا حتى نزل جبريل بهذه الاية: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.....﴾۔ (۱)

''ایک صحابی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان اور میرے والدین سے بھی زیادہ محبوب

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۷
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۱۵۳
۵۔ سیوطی، المعجم الصغیر، ۱: ۵۳
۶۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۲۴۰
۷۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۸: ۱۲۵

ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا، اس اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت نازل ہوئی: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے.....۔''

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت اسی موضوع پر اس طرح ہے:

ان رجلا أتى النبی ﷺ، فقال: يا رسول الله! إنی أحبك حتی إنی أذكرك فلولا أنی أجئ فانظر إليك ظننت أن نفسی تخرج، و أذكر انی ان دخلت الجنة صرت دونك فی المنزلة، فيشق علی وأحب أن أكون معك فی الدرجة۔ فلم يرد عليه شيئا۔ فأنزل الله ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ﴾ فدعاه رسول الله ﷺ فتلاه عليه۔(۱)

''ایک صحابی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے اس قدر محبت کرتا ہوں کہ (ہر وقت) آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو یوں محسوس کرتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی۔ اور جب میں یہ خیال

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۸۶، رقم: ۱۲۵۵۹
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۶، ۷
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

کرتا ہوں کہ اگر میں جنت میں چلا گیا تو آپ سے نچلے درجے میں ہوں گا، یہ خیال میرے لئے انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے کیونکہ میں جنت میں آپ کی دائمی معیت چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ..... اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے ..... نازل فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے اُسے بلا کر اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔''

۳۔ حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إن رجلا مِن الأنصار أتى رسول اللهﷺ، فقال: يا رسول الله! والله! لأنت أحب إلى من نفسي و ولدي و أهلي و مالي، و لو لا انى آتيك فأراك لظننت إني سأموت۔ و بكى الأنصاري، فقال له النبيﷺ: ما أبكاك؟ فقال: ذكرت إنك ستموت و نموت فترفع مع النبيين، و نحن إذا دخلنا الجنة كنا دونك فلم يخبره النبيﷺ بشئ، فأنزل الله على رسوله: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ..... عَلِيْماً﴾ فقال: ابشر يا أبا فلان۔ (۱)

''ایک انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان، والدین، اہل و عیال اور مال سے زیادہ محبوب ہیں۔ اور جب تک میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کر لوں تو محسوس کرتا ہوں کہ میں اپنی جاں سے گزر جاؤں گا، اور (یہ بیان کرتے ہوئے) وہ انصاری صحابی زار و قطار رو پڑے۔ اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نالۂ غم کس لئے؟ تو وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! جب میں خیال

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲

۲۔ ہناد، الزہد، ۱: ۱۱۸، باب منازل الانبیاء

۳۔ سعید بن منصور، السنن، ۴: ۱۳۰۷، رقم: ۶۶۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۳۱، رقم: ۱۳۸۰

کرتا ہوں کہ آپ وصال فرمائیں گے اور ہم بھی مر جائیں گے تو آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے، اور جب ہم جنت میں جائیں گے تو آپ سے نچلے درجات میں ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر (یہ آیت مبارکہ) نازل فرمائی: ''اور جو کوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اِطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) اُن (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے.....۔'' اس پر آپ ﷺ نے (اس صحابی کو بلایا اور) فرمایا: اے فلاں! تجھے (میری ابدی رفاقت کی) خوش خبری مبارک ہو۔''

۴۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

جاء رجل من الأنصار إلى النبی ﷺ، و هو محزون، فقال له النبی ﷺ: يا فلان! ما لی أراك محزونا؟ قال: يا نبی الله! شئ فكرت فيه۔ فقال: ما هو؟ قال: نحن نغدو عليك و نروح ننظر فی وجهك و نجالسك، غداً ترفع مع النبيين فلا نصل إليك۔ فلم يرد النبی ﷺ شيئًا، فأتاه جبرئيل بهذه الآية: وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ إلى قوله رَفِيْقًا، قال: فبعث إليه النبی ﷺ فبشره۔ (۱)

''ایک انصاری صحابی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں غمزدہ حالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُس سے دریافت فرمایا: اے فلاں! تم اتنے غمگین کیوں ہو؟ اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! مجھے آپ سے متعلق اپنی ایک فکر کھائے جا رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا: ہم صبح و شام آپ

(۱) ۱۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۲۔ قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، ۷: ۹۷
۳۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۳
۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۳

کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ کے دیدارِ سے اپنے قلب و روح کو تسکین پہنچاتے ہیں، آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کل (آخرت میں) آپ انبیاء کرام کے ساتھ بلند مقام پر فائز ہوں گے جبکہ ہماری آپ تک رسائی نہیں ہوگی۔ اس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے صحابی کو کوئی جواب نہ دیا۔ جب جبرئیل علیہ السلام یہ آیتِ کریمہ لے کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اس انصاری کو پیغام بھیجا اور اسے اس (دائمی رفاقت کی) بشارت دی۔''

۵۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

قد علمنا أن النبیﷺ له فضل علی مَن آمن به فی درجات الجنة ممن اتبعه و صدقه، فکیف لهم إذا اجتمعوا فی الجنة أن یری بعضهم بعضا؟ فأنزل الله فی ذلك، فقال له النبیﷺ: ان الاعلین ینحدرون إلی من هم أسفل منهم، فیجتمعون فی ریاضها فیذکرون ما أنعم الله علیهم و یثنون علیه۔ (۱)

''(یا رسول اللہ!) ہم جانتے ہیں کہ ہر نبی کو جنت کے درجات میں اپنے اس امتی پر فضیلت حاصل ہوگی جس نے ان کی اتباع اور تصدیق کی تو پھر جنت میں معیت و رفاقت کی کیا صورت ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے (مذکورہ) آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ حضور ﷺ نے اس صحابی سے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجے والے اپنے سے نیچے کے درجے والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے اور اپنے اوپر ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا ذکر کریں گے اور اس کی حمد و ثنا بیان کریں۔''

کتبِ احادیث و سیر میں اس قسم کے متعدد واقعات کا ذکر ہے جو انفرادی و

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۵: ۱۶۴
۲۔ سیوطی، الدر المنثور، ۲: ۱۸۲
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۲۲

اجتماعی طور پر صحابہ کرام ؓ کو پیش آئے۔ وہ اِس اَمر کی غمازی کرتے ہیں کہ اسیرانِ جمالِ مصطفیٰ آپ ﷺ کے دیدار سے زندگی پاتے تھے اور انہیں محبوب ﷺ کی ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی۔ وہ ایک دوسرے سے اقبال کی زبان میں یوں ہم نوا ہوتے تھے:

بیا اے همنشیں باهم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم

(میرے ساتھی آ! مل کر روئیں، میں اور تُو ایک ہی شانِ حسن و جمال کے کشتہ ہیں۔)

ان مشتاقانِ دید کے دل میں ہر لمحہ یہ تمنا دھڑکتی رہتی تھی کہ ان کا محبوب ﷺ کبھی بھی ان سے جدا نہ ہو اور وہ صبح و شام اس محبوب ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو راحت و سکون بہم پہنچاتے رہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ربِ کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کو سیرت و صورت میں ایسا یکتا و تنہا اور بے مثال بنایا تھا کہ کائناتِ رنگ و بو میں کوئی دوسرا اس کا ہم سر نہ تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے یوں ہی نہیں کہہ دیا تھا:

کوئی مثل نئیں ڈھولن دی
چپ کر مهر علی ایتھے جا نئیں بولن دی

صحابہ کرام ؓ اول تا آخر محبوبِ خدا ﷺ سے والہانہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کا کرشمہ تھا کہ نہ انہیں اپنی جان کی پروا تھی، نہ مال و اولاد کی۔ وہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو عزیز جانتے تھے۔ انہوں نے جس والہانہ عشق و محبت کا مظاہرہ کیا انسانی تاریخ آج تک اس کی نظیر پیش کر سکی اور نہ قیامت تک اس بے مثال محبت کے مظاہر دیکھنے ممکن ہوں گے۔

ذیل میں اسی لازوال محبت کے چند مستند واقعات کا ذکر کیا جائے گا:

۱۔ صحابہ کرام کی نماز اور زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کا حسین منظر

حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنے مرضِ وصال میں جب تین دن تک حجرۂ مبارک سے باہر تشریف نہ لائے تو وہ نگاہیں جو روزانہ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے شرفِ دلنواز سے مشرف ہوا

کرتی تھیں آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھنے کو ترس گئیں۔ جان نثارانِ مصطفیٰ سراپا انتظار تھے کہ کب ہمیں محبوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالتِ نماز میں انہیں نصیب ہوگیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایامِ وصال میں جب نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے، پیر کے روز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں حسبِ معمول باجماعت نماز ادا کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا۔ آگے روایت کے الفاظ ہیں:

فکشف النبیﷺ ستر الحجرة، ینظرإلینا و هو قائمٌ، کأن وجهه ورقة مصحف، ثم تبسم۔(۱)

''آپ نے اپنے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا کر کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنا شروع فرمایا۔ گویا آپ ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کا ورق ہو، پھر مسکرائے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۴۸
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم:۴۱۹
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۵۱۹، کتاب الجنائز، رقم:۱۶۶۴
۴۔ احمد بن حنبل، ۳:۱۶۳
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۷۵، رقم: ۴۸۲۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵:۲۹۶، رقم: ۶۸۷۵
۷۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۴۶، رقم: ۱۶۵۰
۸۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۲۲۶۱ رقم: ۷۱۰۷
۹۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۳۳، رقم
۱۰۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۱، رقم: ۱۱۸۸
۱۱۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۵۲، رقم: ۱۱۶۳
۱۲۔ ابویعلی، المسند، ۶:۲۵۰، رقم: ۳۵۴۸

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ، فنكص أبوبكر على عقبيه ليصل الصف، وظن أن النبی ﷺ خارج إلى الصلوٰة۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دیدار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم لوگ نماز چھوڑ بیٹھتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں پر پیچھے پلٹے تاکہ صف میں شامل ہوجائیں اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ نماز کے لیے باہر تشریف لانے والے ہیں۔‘‘

ان پرکیف لمحات کی منظرکشی روایت میں یوں کی گئی ہے:

فلما وضح وجه النبی ﷺ ما نظرنا منظرا كان أعجب إلينا من وجه النبی ﷺ حين وضح لنا۔(۲)

’’جب (پردہ ہٹا اور) آپ ﷺ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔‘‘

مسلم شریف میں **فهممنا أن نفتتن** کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۰، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۶۸
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۵۷، رقم:۴۸۲۵
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۴۳۳
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۹۴
۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۰۲، رقم:۱۱۶۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۴۱، کتاب الجماعۃ والامامۃ، رقم:۶۴۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلاۃ، رقم:۴۱۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲:۳۷۲، رقم: ۱۴۸۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۴۴۶، رقم:۱۶۵۲
۵۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۳:۷۴، رقم:۴۸۲۴
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۱۱
۷۔ ابو یعلی، المسند، ۷:۲۵، رقم: ۲۴۳۹

فبهتنا و نحن فی الصلوة، من فرح بخروج النبی ﷺ۔(۱)

''ہم دورانِ نماز آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے کی خوشی میں حیرت زدہ ہو گئے (یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی)۔''

علامہ اقبال نے حالتِ نماز میں حضور ﷺ کے عاشقِ زار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دیدارِ محبوب ﷺ کے منظر کی کیا خوبصورت لفظی تصویر کشی کی ہے:

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

کم و بیش یہی حالت حضور ﷺ کے ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ شارحینِ حدیث نے **فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ** کا معنی اپنے اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے۔

۱۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فهممنا أی قصدنا أن نفتتن بأن نخرج من الصلوة۔(۱)

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری، ۲:۴۴

''پس قریب تھا یعنی ہم نے ارادہ کر لیا کہ (دیدار کی خاطر) نماز چھوڑ دیں۔''

۲۔ لامع الدراری میں ہے:

و کانوا مترصدین إلی حجرته، فلما أحسوا برفع الستر التفتوا إليه بوجوههم۔(۲)

''تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ آپ ﷺ کے حجرہ مبارک کی طرف مرکوز تھی، جب انہوں نے پردے کا سرکنا محسوس کیا تو تمام نے اپنے چہرے حجرۂ انور کی طرف کر لئے۔''

۳۔ مولانا وحید الزماں حیدرآبادی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) مسلم، الصحیح، ۱:۳۱۵، کتاب الصلوۃ، رقم:۴۱۹

(۲) گنگوہی، لامع الدراری علی الجامع البخاری، ۳:۱۵۰

فهممنا أن نفتتن من الفرح برؤية النبی ﷺ۔(۱)

''آنحضرت ﷺ کے دیدار سے ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے کہ آپ ﷺ نے پردہ نیچے ڈال دیا۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

فکاد الناس ان یضطربوا فأشار الناس ان اثبتوا۔(۲)

''قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا، آپ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔''

شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اضطراب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقرب الناس أن یتحرکوا من کمال فرحهم لظنهم شفاءه ﷺ حتی أرادوا أن یقطعوا الصلوة لإعتقادهم خروجه ﷺ لیصلی بهم، و أرادوا أن یخلوا له الطریق إلی المحراب و هاج بعضهم فی بعض من شدة الفرح۔(۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے شفایاب ہونے کی خوشی کے خیال سے متحرک ہونے کے قریب تھے حتیٰ کہ انہوں نے نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا اور سمجھے کہ شاید ہمارے آقا ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں، لہٰذا انہوں نے محراب تک کا راستہ خالی کرنے کا ارادہ کیا جبکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوشی کی وجہ سے کودنے لگے۔

امام بخاری نے **باب الإلتفات فی الصلوة** کے تحت اور دیگر محدثین کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ والہانہ کیفیت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

و هَمَّ المسلمون أن یفتتنوا فی صلوٰتهم، فأشار إلیهم: أتموا

(۱) وحید الزماں، ترجمۃ البخاری، ۱: ۳۴۹

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۲۷، رقم: ۳۸۶

(۳) بیجوری، المواہب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ: ۱۹۴

صلاتکم۔(۱)

’’مسلمانوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کرلیا تھا مگر آپ ﷺ نے انہیں نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا۔‘‘

۲۔ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ سے بھوک کا مداوا

اربابِ تاریخ و سیر لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں قحط سالی کے دور میں حکومت کے جمع شدہ ذخیرے سے قحط زدہ عوام میں غلے کی تقسیم کا نظام قائم فرمایا۔ ابھی آئندہ فصل کے آنے میں تین ماہ باقی تھے کہ غلے کا سٹاک ختم ہو گیا۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ افلاس زدہ لوگوں کو غلے کی فراہمی کیسے ہوگی۔ وہ اس فکر میں غلطاں تھے کہ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بذریعہ جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام دیا کہ اپنے چہرے کو بے نقاب کر دیجئے، اس طرح بھوکے لوگوں کی بھوک کا مداوا ہو جائے گا۔ روایات میں ہے کہ جو بھوکا شخص حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کر لیتا اس کی بھوک مٹ جاتی۔(۲)

قرآنِ حکیم نے زنانِ مصر کا ذکر کیا ہے کہ وہ کس طرح حسنِ یوسف علیہ السلام کی دید میں اتنا محو اور بے خود ہوگئیں کہ انہیں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کٹ جانے کا احساس بھی نہ رہا۔

یہ تو حسنِ یوسفی کی بات ہے۔ حضور ﷺ تو تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات و کمالات کے جامع ہیں۔ اس لئے حسن و جمال کی بے خود کر دینے والی کیفیت آپ ﷺ کی ذات

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۲۶۲، کتاب صفۃ الصلاۃ، رقم: ۷۲۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۵۸۷، رقم: ۶۶۲۰
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۷۵، رقم: ۱۶۵۰
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۱۷
۵۔ طبری، التاریخ، ۲: ۲۳۱

(۲) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اقدس میں اس درجہ موجود تھی کہ اسے حیطۂ بیان میں نہیں لایا جاسکتا۔

حضور ﷺ کی زیارت بھوکوں کی بھوک رفع کرنے کا ذریعہ بنتی تھی، چہرۂ اقدس کے دیدار کے بعد بھوک اور پیاس کا احساس کہاں رہتا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ ایسے وقت کاشانۂ نبوت سے باہر تشریف لائے کہ:

لا یخرج فیھا و لا یلقاہ فیھا أحد۔

''آپ ﷺ پہلے کبھی اس وقت باہر تشریف نہ لاتے تھے اور نہ ہی کوئی آپ سے ملاقات کرتا۔''

پھر یوں ہوا کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بھوک سے مغلوب باہر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنے رفیقِ غار سے پوچھا:

ما جاء بك یا أبا بکر؟

اے ابوبکر! تم اس وقت کیسے آئے ہو؟

اس وفا شعار عجز و نیاز کے پیکر نے ازراہِ مروّت عرض کیا:

خرجت ألقی رسول اللہ ﷺ وأنظر فی وجھہ و التسلیم علیہ۔

''یا رسول اللہ ﷺ صرف آپ کی ملاقات، چہرہ انور کی زیارت اور سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔''

تھوڑی دیر بعد ہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اسی راستے پر چلتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کے پاس حاضر ہوگئے۔ نبیٔ رحمت ﷺ نے دریافت فرمایا:

ما جاء بك یا عمر؟

''اے عمر! تمہیں کون سی ضرورت اس وقت یہاں لائی؟''

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانے نے عرض کی:

الجوع، یا رسول اللہ!

''یا رسول اللہ! بھوک کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں۔''

والیٔ کون و مکان رحمتِ کل جہاں ﷺ نے فرمایا:

و أنا قد وجدت بعض ذلك۔(۱)

''اور مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔''

تو ہادیٔ برحق نبیٔ مکرم حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے دونوں جاں نثاروں کے ہمراہ اپنے ایک صحابی حضرت ابو الہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کا شمار متمول انصار میں ہوتا تھا۔ آپ کھجوروں کے ایک باغ کے مالک تھے۔ حضور ﷺ کی آمد کے وقت صاحبِ خانہ گھر پر موجود نہ تھے، اُن کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو الہیثم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ جب دیکھا کہ آج سرکار ﷺ نے ان کے غریب خانے کو اعزاز بخشا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ حضور ﷺ کو اپنے دو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنے گھر میں دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی کا اظہار کیسے کریں، کیسے بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجا لائیں؟ ایک عجیب سی کیف و سرور اور انبساط کی لہر نے اہلِ خانہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور گھر کے در و دیوار بھی خوشی سے جھوم اٹھے تھے۔ حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اس کے بارے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

يلتزم النبی ﷺ و يفديه بأبيه و أمه۔(۲)

''(حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ آتے ہی) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیک وسلم پر قرباں ہوں۔''

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزہد، رقم: ۲۳۶۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، ۷۱۷۸
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۵۸۳، ابواب الزھد، رقم: ۲۳۶۹
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱۲، رقم: ۳۷۳
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۴۵، رقم: ۷۱۷۸
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۴۰

بعد ازاں حضرت ابو الہیثم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اور آپ کے ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو اپنے باغ میں لے گئے، تازہ کھجوریں پیش کیں اور کھانا کھلایا۔

شمائلِ ترمذی کے حاشیہ پر مذکورہ حدیث کے حوالے سے یہ عبارت درج ہے:

لعل عمر رضی اللہ عنہ جاء ليتسلى بالنظر فى وجه رسول الله ﷺ كما كان يصنع أهل مصر فى زمن يوسف علیہ السلام، و لعل هذا المعنى كان مقصود أبى بكر رضی اللہ عنہ و قد أدى بالطف وجه كأنه خرج رسول الله ﷺ لما ظهر عليه بنور النبوة أن أبابكر طالب ملاقاته، و خرج أبوبكر لما ظهر عليه بنور الولاية أنه ﷺ خرج فى هذا الوقت لانجاح مطلوبه۔(۱)

’’حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے اپنی بھوک مٹانا چاہتے تھے، جس طرح مصر والے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سے اپنی بھوک کو مٹا لیا کرتے تھے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل میں بھی یہی راز مضمر تھا۔ مگر رفیقِ سفر نے اپنا مدعا نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا اور یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور ﷺ پر نورِ نبوت کی وجہ سے آشکار ہو چکا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ طالبِ ملاقات ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نورِ ولایت کی وجہ سے واضح ہو چکا تھا کہ اس گھڑی آقائے مکرم ﷺ کا دیدار انہیں ضرور نصیب ہو گا۔‘‘

ایک صحابی کا حضور ﷺ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا

کائنات کا سارا حسن و جمال نبیٔ آخر الزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ انور میں سمٹ آیا تھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت سے مشرف ہونے والا ہر شخص جمالِ مصطفےٰ ﷺ میں اس طرح کھو جاتا کہ کسی کو آنکھ جھپکنے کا یارا بھی نہ ہوتا اور نگاہیں اٹھی کی اٹھی رہ جاتیں۔

(۱) شمائل الترمذی: ۲۷، حاشیہ: ۳

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

كان رجل عند النبی ﷺ ينظر إليه لا يطرف۔

حضور رحمتِ عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپ ﷺ (کے چہرۂ انور) کو (اِس طرح ٹکٹکی باندھ کر) دیکھتا رہتا کہ (وہ اپنی آنکھ تک نہ جھپکتا۔''

حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اس جاں نثار صحابی کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا:

ما بالك؟

''اِس (طرح دیکھنے) کا سبب کیا ہے؟''

اس عاشقِ رسول صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

بأبی و أمی! أتمتع من النظر إليك۔ (۱)

''میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کے چہرۂ انور کی زیارت سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔''

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پر خودسپردگی کی ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور وہ آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح کھو جاتے کہ دنیا کی ہر شے سے بھی بے نیاز ہو جاتے۔

۳۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شوقِ دیدار

مکہ معظّمہ میں اسلام کا پہلا تعلیمی اور تبلیغی مرکز کوہِ صفا کے دامن میں واقع دارِارقم تھا، اسی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس فرماتے۔ ابھی مسلمانوں کی تعداد ۳۹ تک پہنچی تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ کفار کے سامنے دعوتِ اسلام اعلانیہ پیش کروں۔ آپ ﷺ کے منع فرمانے کے باوجود انہوں نے اصرار کیا تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

و قام أبو بكر فی الناس خطيباً و رسول الله ﷺ جالس، فكان

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۶۶

۲۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۹۴

أول خطيب دعا إلى الله ﷻ وإلى رسوله ﷺ۔(۱)

''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ پس آپ ہی وہ پہلے خطیب (داعی) تھے جنہوں نے (سب سے پہلے) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف لوگوں کو بلایا۔''

اسی بنا پر آپ کو اسلام کا ''خطیب اوّل'' کہا جاتا ہے۔ نتیجتاً کفار نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور آپ کو اس قدر زد و کوب کیا کہ آپ خون میں لت پت ہو گئے، انہوں نے اپنی طرف سے آپ کو جان سے مار دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، جب انہوں نے محسوس کیا کہ شاید آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے تو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ آپ کے خاندان کے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور آپس میں مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ ہم اس ظلم و تعدی کا ضرور بدلہ لیں گے لیکن ابھی آپ کے سانس اور جسم کا رشتہ برقرار تھا۔

آپ کے والدِ گرامی ابوقحافہ، والدہ اور آپ کا خاندان آپ کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھا، مگر جب ہوش آیا اور آنکھ کھولی تو آپ رضی اللہ عنہ کی زبانِ اقدس پر جاری ہونے والا پہلا جملہ یہ تھا:

ما فعل برسول الله ﷺ؟

''رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟''

تمام خاندان اس بات پر ناراض ہو کر چلا گیا کہ ہم تو اس کی فکر میں ہیں اور اسے کسی اور کی فکر لگی ہوئی ہے۔ آپ کی والدہ آپ کو کوئی شے کھانے یا پینے کے لئے اصرار سے کہتیں، لیکن اس عاشقِ رسول ﷺ کا ہر مرتبہ یہی جواب ہوتا، کہ اس وقت تک

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۳: ۳۰
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۷۵
۳۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱: ۲۹۴
۴۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۹۷

کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے اپنے محبوب ﷺ کی خبر نہیں مل جاتی کہ وہ کس حال میں ہیں۔ لختِ جگر کی یہ حالتِ زار دیکھ کر آپ کی والدہ کہنے لگیں:

و اللہ! ما لی علم بصاحبك۔

''خدا کی قسم! مجھے آپ کے دوست کی خبر نہیں کہ وہ کیسے ہیں؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے والدہ سے کہا کہ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا بنت خطاب سے حضور ﷺ کے بارے پوچھ کر آؤ۔ آپ کی والدہ امِ جمیل رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ماجرا بیان کیا۔ چونکہ انہیں ابھی اپنا اسلام خفیہ رکھنے کا حکم تھا اس لئے انہوں نے کہا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دوست محمد بن عبداللہ کو نہیں جانتی۔ ہاں اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے ساتھ تیرے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔ حضرت اُمِ جمیل رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ کے ہمراہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو ان کی حالت دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکیں اور کہنے لگیں:

إنی لأرجو أن ینتقم اللہ لك۔

''مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اُن سے تمہارا بدلہ لے گا۔''

آپ نے فرمایا! ان باتوں کو چھوڑو مجھے صرف یہ بتاؤ:

ما فعل برسول اللہ ﷺ؟

''رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟''

انہوں نے اشارہ کیا کہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو بلکہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا:

سالم صالح۔

''(آپ ﷺ) محفوظ اور خیریت سے ہیں۔''

پوچھا:

فأین ھو؟

''آپ ﷺ (اس وقت) کہاں ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ دارِ ارقم میں ہی تشریف فرما ہیں۔ آپ نے یہ

سن کر فرمایا:

ان لا أذوق طعاما أو شرابا أو آتی رسول اللهﷺ۔(۱)

''میں اس وقت تک کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا جب تک کہ میں اپنے محبوب ﷺ کو ان آنکھوں سے بخیریت نہ دیکھ لوں۔''

شمعِ مصطفوی ﷺ کے اس پروانے کو سہارا دے کر دارِ ارقم لایا گیا، جب حضور ﷺ نے اس عاشقِ زار کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر تھام لیا اور اپنے عاشقِ زار پر جھک کر اس کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔ تمام مسلمان بھی آپ کی طرف لپکے۔ اپنے یارِ غمگسار کو زخمی حالت میں دیکھ کر حضور ﷺ پر عجیب رقت طاری ہوگئی۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ میری والدہ حاضرِ خدمت ہیں، ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دولتِ ایمان سے نوازے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ دولتِ ایمان سے شرف یاب ہوگئیں۔

۴۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت و وارفتگی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح چہرۂ نبوت کے دیدارِ فرحت آثار سے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا کرتے تھے اور ان کے نزدیک پسند و دلبستگی کا کیا معیار تھا، اس کا اندازہ آپ ﷺ کے یارِ غار سے متعلق درج ذیل روایت سے بخوبی ہو جائے گا:

ایک مرتبہ حضور رسالتمآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں: خوشبو، نیک خاتون اور نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بھی تین ہی

---

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (السیر ۃ)، ۳:۳۰
۲۔ حلبی، السیر ۃ الحلبیہ، ۱:۴۷۶
۳۔ طبری، الریاض النضر ہ، ۱:۳۹۸
۴۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، ۱:۲۹۴

چیزیں پسند ہیں:

النظر إلی وجه رسول اللهﷺ، و إنفاق مالی علی رسول اللهﷺ، وأن یکون ابنتی تحت رسول الله۔(۱)

''آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ صلی اللہ علیک وسلم ے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ صلی اللہ علیک وسلم کے عقد میں آنا۔''

جب انسان خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ سے نیک خواہش کا اظہار کرتا ہے تو وہ ذات اپنی شانِ کریمانہ کے مطابق اُسے ضرور نوازتی ہے۔ اس اصول کے تحت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تینوں خواہشیں اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دیں۔

آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے نکاح میں قبول فرما لیا۔ آپ کو سفر و حضر میں رفاقتِ مصطفوی ﷺ نصیب رہی یہاں تک کہ غارِ ثور کی تنہائی میں آپ کے سوا کوئی اور زیارت سے مشرف ہونے والا نہ تھا، اور مزار میں بھی **أوصلوا الحبیب إلی الحبیب** کے ذریعے اپنی دائمی رفاقت عطا فرما دی۔ اسی طرح مالی قربانی اس طرح فراوانی کے ساتھ نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ابن حجر، منبهات: ۲۱، ۲۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، ۱: ۳۶، مقدمه، باب فضائل الصحابه، رقم: ۹۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۵۳

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۲۷۳، رقم: ۶۸۵۸

۵۔ ابن ابی شیبه، المصنف، ۶: ۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۷

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۱۵۸

۷۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۵۳۲، رقم: ۲۱۲۶

۸۔ قرطبی، تفسیر الجامع لاحکام القرآن، ۳: ۴۱۸

ما نفعنی مال أحد قط ما نفعنی مال أبی بکر۔(۲)

''مجھے جس قدر نفع ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے اتنا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔''

دوسرے مقام پر مال کے ساتھ آپ ﷺ نے صحبت کا ذکر بھی فرمایا:

إن (مِن) أَمَنّ الناس علیّ فی صحبتہٖ و مالہ أبو بکر۔(۱)

''لوگوں میں سے مجھے اپنی رفاقت دینے اور اپنا مال خرچ کرنے کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

حضور ﷺ کے ساتھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی والہانہ محبت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد گرامی سارا دن آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہتے، جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحے کاٹنا بھی اُن کے لئے دشوار ہو جاتا۔ وہ ساری ساری رات ماہیٔ بے آب کی طرح

------ ۹۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۰:۳۶۳، رقم: ۵۵۲۵

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲:۱۶، رقم: ۱۱۶۴

۱۱۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۶۵، رقم: ۲۵

۱۲۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء: ۳۰

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱:۱۷۷، کتاب المساجد، رقم: ۴۵۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۰۸، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۰

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۳۵، رقم: ۸۱۰۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۵۵۸، رقم: ۶۵۹۴

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۴۸، رقم: ۳۱۹۲۶

۷۔ نسائی، فضائل الصحابہ، ۱:۳، رقم: ۲

۸۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۶۱، رقم: ۲۱

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۲۲۷

۱۰۔ طبری، الریاض النضرہ، ۲:۱۲، رقم: ۱۰۹۴۰۵

بیتاب رہتے، ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے جگرِ سوختہ سے اس طرح آہ نکلتی جیسے کوئی چیز جل رہی ہو اور یہ کیفیت اس وقت تک رہتی جب تک وہ حضور ﷺ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ نہ لیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب بھی ہجر و فراقِ رسول ہی بنا۔ آپ کا جسم حضور ﷺ کے وصال کے صدمے سے نہایت ہی لاغر ہو گیا تھا، حتی کہ اسی صدمے سے آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی محبوبیت اور آپ ﷺ کے ہجر کے سوز و گداز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قوتِ قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی
ذرۂ عشقِ نبی اَز حق طلب
سوزِ صدیق و علی اَز حق طلب

(حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی دل و جگر کی تقویت کا باعث بنتی ہے اور شدت اختیار کر کے خدا سے بھی زیادہ محبوب بن جاتی ہے۔ تو بھی آپ ﷺ کے عشق کا ذرہ حق تعالیٰ سے طلب کر اور وہ تڑپ مانگ جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اور مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ میں تھی۔)

۵۔ ہجرِ رسول اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے: ایک رات آپ عوام کی خدمت کے لیے رات کو نکلے تو آپ نے ایک گھر میں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور ایک بوڑھی خاتون اُون کاتتے ہوئے ہجر و فراق میں ڈوبے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہی ہے:

علی محمد صلاۃ الأبرار صلی علیہ الطیبون الأخیار

قد كنتَ قواماً بكا بالأسحار يا ليت شعرى والمنايا أطوار
هل تجمعنى و حبيبى الدار(۱)

''محمد ﷺ پر اللہ کے تمام ماننے والوں کی طرف سے سلام ہو اور تمام متقین کی طرف سے بھی۔ آپ راتوں کو اللہ کی یاد میں کثیر قیام کرنے والے اور سحری کے وقت آنسو بہانے والے تھے۔ ہائے افسوس! اسبابِ موت متعدد ہیں، کاش مجھے یقین ہوجائے کہ روزِ قیامت مجھے آقا علیہ السلام کا قرب نصیب ہوسکے گا۔''

یہ اشعار سن کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بے اختیار اپنے آقا ﷺ کی یاد آ گئی اور وہ زار وقطار رو پڑے۔ اہل سیر آگے لکھتے ہیں:

طرق عليها الباب، فقالت: من هذا؟ فقال: عمر بن الخطاب، فقالت: ما لى ولعمر فى هذه الساعة؟ فقال: افتحى، يرحمك الله فلا بأس عليك، ففتحت له، فدخل عليها، وقال: ردى الكلمات التى قلتيها آنفا، فردتها، فقال: ادخلينى معكما و قولى و عمر فاغفرله يا غفار۔(۲)

''انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ خاتون نے پوچھا: کون؟ آپ نے کہا: عمر بن الخطاب۔ خاتون نے کہا: رات کے ان اوقات میں عمر کو یہاں کیا کام؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تو دروازہ کھول تجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ اس نے دروازہ کھولا: آپ اندر داخل ہوگئے اور کہا کہ جو اشعار تو ابھی پڑھ رہی تھی انہیں دوبارہ پڑھ۔ اس نے جب دوبارہ اشعار پڑھے تو آپ کہنے لگے کہ اس مسعود و مبارک اجتماع میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کرلے اور یہ کہہ کہ ہم دونوں کو آخرت میں حضور ﷺ کا ساتھ نصیب ہو اور اے معاف کرنے والے عمر کو معاف کردے۔''

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء،۲:۵۶۹
۲۔ ابن مبارک، الزہد،۱:۳۶۳
(۲) خفاجی، نسیم الریاض،۳:۳۵۵

بقول قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد چند دن تک صاحبِ فراش رہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی عیادت کے لئے آتے رہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہی ایمان تھا اور یہی دین کہ وہ کسی بھی شئے سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبت کے بغیر اپنا تعلق قائم نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حج پر آئے، طواف کیا اور حجرِ اسود کے سامنے آ کر کھڑے ہوگئے۔ اس سے فرمانے لگے:

إني أعلم أنك حجر لا تضر و لا تنفع، ولو لا أني رأيت النبّي ﷺ يقبلك ما قبلتك۔ (۱)

''میں جانتا ہوں بیشک تو ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲:۵۷۹، کتاب الحج، رقم: ۱۵۲۰
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۹۲۵، کتاب الحج، رقم: ۱۲۷۰
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۸۱، کتاب المناسک، رقم: ۳۹۴۳
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۰۰، رقم: ۳۹۱۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۴۶
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۸۲، رقم: ۹۰۵۹
۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳:۳۴۲، رقم: ۱۴۷۵۳
۸۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵:۷۲، رقم: ۹۰۳۵
۹۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳:۲۴۳، رقم: ۳۰۴۲
۱۰۔ بزار، المسند، ۱:۴۷۸، رقم: ۳۴۱
۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱:۷، رقم: ۹
۱۲۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲:۳۹۵، رقم: ۱۵۶۷
۱۳۔ ابویعلی، المسند، ۱:۱۶۹، رقم: ۱۸۹
۱۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳:۴۵۰، رقم: ۴۰۳۸
۱۵۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۲۲:۲۵۶
۱۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۵۸
۱۷۔ زرقانی، شرح علی الموطا، ۲:۴۰۸

میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔‘‘

یہ کلمات ادا کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔(۱)

سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کا دیدارِ محبوب ﷺ کا منفرد اعزاز

صدیقِ باوفا رضی اللہ عنہ کو سفرِ ہجرت میں رفاقتِ سرورِ کونین ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا، جبکہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہونے کے شرفِ لازوال سے مشرف ہوئے۔ ان جلیل القدر صحابہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت میں کئی دیگر حوالوں سے بھی خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رسول اللهﷺ كان يخرج على أصحابه من المهاجرين و الأنصار، و هم جلوس و فيهم أبوبكر و عمر، فلا يرفع إليه أحد منهم بصره إلا أبوبكر و عمر، فإنهما كانا ينظران إليه و ينظر إليهما و يتبسمان إليه و يتبسم إليهما(۲)

’’حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہوتے اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں ہوتے تو کوئی صحابی بھی حضور ﷺ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا، البتہ ابوبکر صدیق اور فاروق

(۱) حاکم، المستدرک، ۱:۶۲۸، رقم: ۱۶۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۱۲، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۶۸

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۵۰

۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۷۵، رقم: ۲۰۶۴

۴۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۸۸، رقم: ۱۲۹۸

۵۔ ابویعلی، المسند، ۱:۱۱۶، رقم: ۳۳۷۸

۶۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، ۱:۲۱۲، رقم: ۳۳۹

۷۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۳۳۸، رقم: ۲۰۹

اعظم رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے چہرۂ انور کو مسلسل دیکھتے رہتے اور سرکار ان کو دیکھتے، یہ دونوں حضرات رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور خود حضور ﷺ ان دونوں کو دیکھ کر تبسم فرماتے۔‘‘

۶۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ..... اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ

عشاقِ مصطفیٰ ﷺ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نسبتِ رسول ﷺ کا جو منفرد اعزاز عطا ہوا اس کا مظاہرہ صلحِ حدیبیہ کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے انہیں اپنا سفیر بنا کر مکہ معظّمہ بھیجا کہ کفار و مشرکین سے مذاکرات کریں۔ کفار نے پابندی لگا دی تھی کہ اس سال حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیرِ رسول بن کر مذاکرات کے لئے حرمِ کعبہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ اس سال آپ لوگ حج نہیں کر سکتے، تاہم کفارِ مکہ نے بزعم خویش رواداری برتتے ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چونکہ تم آ گئے ہو، اس لئے حاضری کے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے اگر چاہو تو ہم تمہیں طواف کی اجازت دیتے ہیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کی اس پیشکش کو بڑی شان بے نیازی سے ٹھکرا دیا۔ حضور ﷺ کے بغیر طواف کرنا انہیں گوارا نہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بغیر لگی لپٹی رکھے کہا:

ما کنتُ لأطوف به حتی یطوف به رسول اللہ ﷺ۔(۱)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبری، ۹:۲۲۱

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۸۲

۳۔ طبری، التاریخ، ۲:۱۲۱

۴۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۵۹۴

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴:۱۶۷

۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۷۰۱

۷۔ ابن حبان، الثقات، ۱:۲۹۹

۸۔ طبری، تفسیر، ۲۶:۸۶

۹۔ ابن کثیر، تفسیر، ۴:۱۸۷

''میں اس وقت تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ طواف نہ کرلیں۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس عمل سے دشمنانِ اسلام کو جتلا دیا کہ ہم کعبہ کو حضور ﷺ کے کہنے پر کعبہ مانتے ہیں اور اس کا طواف بھی اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اس کا طواف کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کعبے سے اپنی جذباتی وابستگی اور عقیدت کو اہمیت نہ دی حالانکہ اس کے دیدار کے لئے وہ مدت سے ترس رہے تھے اور ہجرت کے چھ سات سال بعد انہیں یہ پہلا موقع مل رہا تھا۔ اگر وہ طواف کر بھی لیتے تو حضور ﷺ نے انہیں اس سے منع نہیں کیا تھا لیکن ان کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت نسبتِ رسول ﷺ کی تھی جس کے بغیر وہ کسی عمل کو کوئی وقعت دینے کے لئے تیار نہ تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ یہی نسبت ان کے ایمان کی بنیاد تھی۔

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ تعلقِ عشقی خودسپردگی اور وارفتگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ کتبِ احادیث میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ مسجد کے دروازے پر بیٹھ کر گوشت کا لقمہ تناول کرنے لگے۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! یہ دروازہ گزرگاہِ عام ہے، یہاں بیٹھ کر کھانا چہ معنی دارد؟ دیکھنے والے کیا سمجھیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواب میں فرمانے لگے: مجھے اور تو کچھ خبر نہیں، بس اتنا پتہ ہے کہ ایک بار میرے آقا و مولا ﷺ نے یہاں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا تھا، میں تو اس سنت پر عمل کر رہا ہوں اور اس وقت حضورِ نبی کریم علیہ السلام کی یہی ادا میرے پیشِ نظر ہے۔

ایک دفعہ وضو کے بعد بغیر کسی وجہ کے مسکرانے لگے۔ کسی نے پوچھا: آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں جبکہ کسی سے گفتگو اور مکالمہ بھی نہیں۔ فرمانے لگے: مجھے کسی سے کیا غرض! میں نے تو ایک بار حضور ﷺ کو اسی طرح وضو کرنے کے بعد مسکراتے دیکھا تھا، میں تو محبوب ﷺ کی اسی ادا کو دہرا رہا ہوں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مجھے کیا خبر تھی رکوع کی، مجھے ہوش کب تھا سجود کا
ترے نقشِ پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

اس تعلقِ عشقی کا اظہار تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں جھلکتا تھا۔

۷۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ سے تعلقِ عشقی

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی تربیت براہِ راست آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمائی تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے دامنِ اسلام سے وابستہ ہونا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا گیا تھا۔ اس مقام پر سیدنا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ذکر ضروری ہے جس میں آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی لذت آفرین کیفیت کو بیان کر کے ثابت کر دیا کہ عظمتِ رسول ﷺ کا پرچم سر بلند کرنا اور اطاعتِ مصطفےٰ ﷺ کی قندیل دل میں روشن رکھنا ہی ایمان کی اساس ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

كيف كان حبكم لرسول الله ﷺ؟(۱)

آپ (صحابہ کرام) کو پیغمبر اسلام ﷺ سے کس قدر محبت تھی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان و الله! أحب إلينا من أموالنا وأولادنا و آباء نا و أمهاتنا و من الماء البارد على الظمأ۔(۲)

''اللہ کی قسم! حضور ﷺ ہمیں اپنے اموال، اولاد، آباء و اجداد اور امہات سے بھی زیادہ محبوب تھے اور کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے ہمیں اپنے آقا و مولا ﷺ اس سے بھی بڑھ کر محبوب تھے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ زیارتِ مصطفےٰ ﷺ کے مواقع تلاش کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کی خوشبو انہیں بتا دیتی کہ آقا ﷺ اس طرف گئے ہیں۔ وہ آسانی سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا سراغ لگا لیتے اور آپ ﷺ کے چہرۂ انور کی تابانیوں میں اپنی روح و جان کے ساتھ بھیگ جاتے۔ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے وابستگی اور تقرب کا حال جاننے کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمائیے:

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۲: ۵۶۸

(۲) قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۵۶۸

سورج کا پلٹنا اور نمازِ عصر کی ادائیگی

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے دوران قلعہ صہباء کے مقام پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر اِستراحت فرما رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی۔ اس وقت چاہتے تو عرض کر دیتے کہ حضور صلی اللہ علیک وسلم! تھوڑی دیر توقف فرمائیے کہ میں عصر کی نماز پڑھ لوں، پھر حاضرِ خدمت ہوجاتا ہوں۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا لیکن عقل کا کام تو بقولِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بہانے تلاش کرنا اور تنقید کرنا ہے۔ فرماتے ہیں:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اَعمال کی بنیاد رکھ

عقل کا توشیوہ ہی تنقید ہے، جبکہ عشق آنکھیں بند کر کے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عقل سود و زیاں کے چکر میں اُلجھی رہتی ہے جب کہ عشق بے خطر آگ میں کود کر اُسے گل وگلزار میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گردِ سفر میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔

بو علی اندر غبارِ ناقه گم
دستِ رومی پردۂ محمل گرفت

(بوعلی (جو کہ عقل کی علامت ہے محبوب کی) اونٹنی کے غبار میں گم ہو گیا (جبکہ عشق کے نمائندے) رومی نے ہاتھ آگے بڑھا کر (محبوب کے) کجاوے کو تھام لیا۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ''عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ'' کا مظہر بنتے ہوئے اپنی نماز محبوب کے آرام پر قربان کر دی، جس کے نتیجے میں اس کشتۂ آتشِ عشق اور پیکرِ وفا کو وہ نماز نصیب ہوئی جو کائناتِ انسانیت میں کسی دوسرے کا مقدر نہ بن سکی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو کب سے موقع کے متلاشی تھے کہ انہیں آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اور قرب نصیب ہو۔ وہ ایسا نادر موقع کیونکر ہاتھوں سے جانے دیتے، وہ تو زبان حال سے کہہ رہے ہوں گے:

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

چنانچہ انہوں نے موقع غنیمت جانا اور حضور ﷺ کے سرِ انور کے لئے اپنی گود بچھا دی، جس پر آپ ﷺ نے اپنا مبارک سر رکھا اور اِستراحت فرمانے لگے۔ اب نہ جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور نہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا کہ نماز عصر ادا ہوئی کہ نہیں؟

اِدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خوش بختی کے کیف میں آفتابِ نبوت کو تکے جا رہے تھے اور ادھر آفتابِ جہاں تاب اپنی منزلیں طے کرتا ہوا غروب ہوتا جا رہا تھا۔ جب ان کی نظر ڈوبتے سورج پر پڑی تو چہرۂ اقدس کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ کبھی نگاہ سورج پر ڈالتے اور کبھی محبوب ﷺ کے رخِ زیبا پر۔ کبھی مائل بہ غروب سورج کو تکتے تو کبھی آفتابِ رسالت کے طلوع کا منظر دیکھتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سورج ڈوب چلا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے، حضور ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ علی المرتضی رضی اللہ عنہ پریشانی کے عالم میں محوِ گریہ ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہوئی؟ عرض کیا: آقا! میری نمازِ عصر رہ گئی ہے۔ فرمایا: قضا پڑھ لو۔ انہوں نے حضور رحمتِ عالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، جو زبانِ حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم کی غلامی میں نماز جائے اور قضا پڑھوں؟ اگر اس طرح نماز قضا پڑھوں تو پھر ادا کب پڑھوں گا؟

جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ قضا نہیں بلکہ نماز ادا ہی کرنا چاہتا ہے تو سرکارِ دو عالم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے، اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں دستِ اقدس دعا کے لئے بلند کر دیئے اور عرض کیا:

اللّٰھم! إنّ علیا فی طاعتك و طاعة رسولك، فاردد علیه

الشمس۔(۱)

''اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا (کہ اس کی نماز قضا ہوگئی)، پس اس پر سورج کو پلٹا دے (تاکہ اس کی نماز ادا ہو)۔''

نماز وقت پر ادا کرنا اللہ کی اطاعت ہے لیکن یہاں تو نماز قضا ہوگئی تھی اس کے باوجود حضور ﷺ اس قضا کو اللہ کی اطاعت قرار دے رہے تھے۔ کیا معاذ اللہ آرام اللہ پاک فرما رہا تھا؟ نہیں، وہ تو آرام سے پاک ہے۔ کیا نیند اللہ کی تھی؟ نہیں، وہ تو نیند سے بھی پاک ہے۔ آرام حضور علیہ السلام کا تھا، نیند حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تھی، علی رضی اللہ عنہ کی نماز حضور ﷺ کی نیند پر قربان ہوگئی۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ حضور ﷺ فرماتے کہ ''اے اللہ! علی تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا''، لیکن آپ ﷺ کے اس فرمان سے اطاعت کا مفہوم بھی واضح ہوگیا کہ آپ ﷺ کی خدمت گری جیسی بھی ہو رب کی اطاعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ آپ ﷺ کی خدمت میں مصروف تھے اس لئے ان کی قضا بھی اطاعتِ الٰہی قرار پائی۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

حدیثِ مبارک میں مذکور ہے کہ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے دستِ اقدس دعا کے لئے بلند فرمائے تو ڈوبا ہوا سورج اس طرح واپس پلٹ آیا جیسے ڈوبا ہی نہ ہو۔ یہ تو ایسے تھا جیسے حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ڈوریاں ہوں جنہیں کھینچنے سے سورج آپ ﷺ کی جانب کھنچا آ رہا ہو۔ یہاں تک کہ سورج عصر کے وقت پر آ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۱۵۱، رقم: ۳۹۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۹۷
۳۔ قاضی عیاض، الشفا، ۱:۴۰۰
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶:۸۳
۵۔ سیوطی، الخصائص الکبری، ۲:۱۳۷
۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۱۰۳

عصر ادا کی۔(۱)

۸۔ وارفتگیٔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اذانِ بلالی رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے کہ لوگو تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھا دو، پھر کہنے لگے کہ اب مدینے میں میرا رہنا دشوار ہے، اور شام کے شہر حلب میں چلے گئے۔ تقریباً چھ ماہ بعد آپ ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ فرما رہے تھے:

ما هذه الجفوة، يا بلال! ما آن لك أن تزورنا ؟(۲)

''اے بلال! یہ کیا بے وفائی ہے؟ (تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا)، کیا ہماری ملاقات کا وقت نہیں آیا؟''

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر **لبيك! يا سيدی يا رسول الله!** کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجدِ نبوی پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نگاہوں نے عالمِ وارفتگی میں آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا۔ کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں، جب کہیں نہ پایا تو آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ، غلام حلب سے بہرِ ملاقات حاضر ہوا ہے۔ یہ کہا اور بے ہوش ہو کر مزارِ پُر انوار کے پاس گر پڑے، کافی دیر بعد ہوش آیا۔ اتنے میں سارے مدینے میں یہ خبر پھیل گئی کہ مؤذنِ رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہو کر عرض کرنے لگے کہ بلال! ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوبِ خدا ﷺ کے زمانے میں سناتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو **أشهد أن محمداً رسول الله** کہتے وقت آپ ﷺ کی زیارت سے

---

(۱) ردِ شمس کے معجزۂ مصطفیٰ ﷺ کے تفصیلی مطالعہ کیلئے راقم کی کتاب سیرت الرسول ﷺ (جلد نہم، معجزات) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۳۰۸

مشرف ہوتا اور آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا۔ اب یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے کسے دیکھوں گا؟

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سفارش کروائی جائے، جب وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

يا بلال! نشتهي نسمع أذانك الذي كنت تؤذن لرسول الله ﷺ في المسجد۔(۱)

''اے بلال! ہم آج آپ سے وہی اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ (ہمارے ناناجان) اللہ کے رسول ﷺ کو اس مسجد میں سناتے تھے۔''

اب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو انکار کا یارا نہ تھا، لہٰذا اسی مقام پر کھڑے ہوکر اذان دی جہاں حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ بعد کی کیفیات کا حال کتبِ سیر میں یوں بیان ہوا ہے:

فلما قال: الله أكبر، الله أكبر، ارتجّت المدينة، فلما أن قال: أشهد أن لا إله إلا الله، ازداد رجّتها، فلما قال: أشهد أنّ محمداً رسول الله، خرجت العواتق من خدورهن، و قالوا: بعث رسول الله ﷺ، فما رُئي يوم أكثر باكيا ولا باكية بالمدينة بعد رسول الله ﷺ، من ذالك اليوم ۔(۲)

''جب آپ رضی اللہ عنہ نے (بآوازِ بلند) اللہ اکبر اللہ اکبر کہا، مدینہ منورہ گونج اٹھا (آپ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا)، جب

---

(۱) ۱۔ سبکی، شفاء السقام: ۳۹
۲۔ ہیتمی، الجوہر المنظم: ۲۷

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۳۵۸
۲۔ سبکی، شفاء السقام: ۴۰
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۳۰۸

أشهد أن لا إله إلا الله کے کلمات ادا کئے گونج میں مزید اضافہ ہو گیا، جب أشهد أن محمدا رسول الله کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتی کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں (رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا) لوگوں نے کہا رسول خدا ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ منورہ میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد و زن نہیں دیکھے گئے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اذانِ بلال رضی اللہ عنہ کو ترانۂ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اُس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

۹۔ اسیرِ حسنِ مصطفیٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا تھے، ابو عمارہ ان کی کنیت تھی اور وہ عمر میں حضور ﷺ سے دو چار سال بڑے تھے۔ ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے انہیں بھی دودھ پلایا تھا، اس حوالے سے یہ حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے تو تحریکِ اسلامی کے اراکین کو ایک ولولۂ تازہ عطا ہوا۔ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز ہے جس سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی حق گوئی، جرأت اور بے باکی کا پتہ چلتا ہے۔

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو داعیٔ اعظم کی حیثیت سے فریضۂ تبلیغ سرانجام دیتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے لیکن کفار و مشرکینِ مکہ کی اکثریت نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی دعوتِ حق پر کان نہیں دھرتی تھی بلکہ انہوں نے شہر مکہ کو قریۂ جبر بنا رکھا تھا اور مسلمانوں پر جو اقلیت میں تھے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا تھا اور خود حضور ﷺ کو نہ صرف دشنام طرازیوں اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا جاتا بلکہ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے تک بنائے جا رہے تھے۔ پورے مکہ کی فضا آپ ﷺ کے خون کی پیاسی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابھی شرفِ اسلام سے محروم تھے۔ وہ شمشیر زنی، تیراندازی اور شکار و تفریح کے مشاغل میں اس قدر مشغول تھے کہ

دعوتِ اسلام پر غور کرنے کی فرصت ہی نہ مل سکی تھی۔

ایک دن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا کوہِ صفا (یا ایک روایت کے مطابق حجون) کے مقام سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلا رہے تھے کہ ابوجہل بھی ادھر آنکلا۔ حضور ﷺ کو دیکھا تو آپے سے باہر ہوگیا۔ وہ بدبخت اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں ہذیان بکنے لگا، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی جبینِ اقدس پر ایک بھی شکن نمودار نہ ہوئی۔ ابوجہل گالیاں بکتا رہا، حروفِ ناروا اُس کی گندی زبان سے کانٹوں کی طرح گرتے رہے۔ اس بدبخت نے آپ ﷺ کو جسمانی اذیت کا نشانہ بھی بنایا لیکن تاجدارِ کائنات ﷺ کے لبِ اقدس پر حرفِ شکوہ تک نہ آیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے اور اس کی ہرزہ سرائی و اذیت رسانی پر کمال صبر و تحمل سے کام لیا۔ ایک عورت اپنے گھر میں بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے لوٹے تو اس خاتون سے نہ رہا گیا اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی: کاش آپ تھوڑی دیر پہلے یہاں ہوتے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے کہ ابوجہل نے آپ کے بھتیجے سے کتنا برا سلوک کیا ہے، انہیں گالیاں دی ہیں اور اُن پر ہاتھ بھی اٹھایا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر طیش میں آ گئے، چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کہنے لگے: ابوجہل کی یہ جرأت کہ اُس نے میرے بھتیجے محمد (ﷺ) پر ہاتھ اٹھایا ہے، تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے خانہ کعبہ میں پہنچے، ابوجہل کو دیکھا کہ کفار و مشرکین کی ایک مجلس میں بیٹھا لاف زنی کر رہا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے دشمن ابوجہل کو دیکھ کر آگ بگولہ ہو گئے اور اس کی دریدہ دہنی اور شرارت کی سزا دینے کے لئے اپنی کمان اس کے سر پر دے ماری، جس سے اُس بدبخت شاتمِ رسول کا سر پھٹ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا اور کہا: ابوجہل! تیری یہ ہمت کہ میرے بھتیجے محمد (ﷺ) کو گالی دے اور ان سے بدسلوکی کرے۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا باطن نورِ ایمان سے روشن ہو گیا اور ان کے مقدر کا ستارا اوجِ ثریا پر چمکنے لگا، اور محبتِ رسول ﷺ آنکھوں میں غیرتِ ایمانی کا چراغ بن کر جل اٹھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابوجہل سے کہنے لگے:

أتشتمه و أنا على دينه أقول ما يقول؟ فرد ذلك على إن

استطعت۔(۱)

’’کیا تو (میرے بھتیجے) محمد(ﷺ) کو گالیاں دیتا ہے؟ میں (بھی اُن کے دین پر ہوں اور) وہی کہتا ہوں جو وہ فرماتے ہیں، میرا راستہ روک سکتے ہو تو روک کر دیکھو۔‘‘

اور پھر چشمِ فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہونے کے لئے آ رہے تھے تو اصحابِ رسول کو تردد ہوا لیکن جان نثارِ مصطفےٰ ﷺ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پورے اعتماد سے گویا ہوئے کوئی بات نہیں، عمر آتا ہے تو اُسے آنے دو، اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو ٹھیک اور اگر برے ارادے سے آیا ہے تو اس کی تلوار ہی سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

۱۰۔ سیدنا ابوہریرہ اور دیگر صحابۂ رضی اللہ عنہم کی کیفیتِ اِضطراب

یوں تو دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی آرزو اور تمنا ہر صحابی رسول کے دل میں اس طرح بسی ہوئی تھی کہ اُن کی زندگی کا کوئی لمحہ اس سے خالی نہیں تھا۔ آپ ﷺ کی زیارت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکون کی دولت نصیب ہوتی اور معرفتِ الٰہی کے دریچے ان پر روشن ہو جاتے۔ اُن کے دل کی دھڑکن میں زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی خواہش اس درجہ سما گئی تھی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے آپ ﷺ کا دیدار میسر نہ آتا تو وہ بے قرار ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت گزرتی تھی اس کے بارے میں وہ خود روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ نبوی میں عرض گزاری:

إني إذا رأيتك طابت نفسي و قرت عيني، فأنبئني عن كل شئ،

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲:۱۲۹
۲۔ طبری، التاریخ، ۱:۵۴۹
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱:۴۷۷
۴۔ طبری، ذخائر العقبیٰ، ۱:۱۷۳

قال ﷺ: کل خلق اللہ من الماء۔(۱)

''جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوتا ہوں (تو تمام غم بھول جاتا ہوں اور) دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پس مجھے تمام اشیاء (کائنات کی تخلیق) کے بارے میں آگاہ فرمائیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی تخلیق پانی سے کی ہے۔''

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ ؓ میں سے کسی کو بھی آقا و مولا کی ایک لمحہ کی جدائی گوارا نہ تھی، اگر حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے نظروں سے اوجھل ہوتے تو بے چین ہو جاتے اور آپ ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے۔

ایک دن حضور رحمتِ عالم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ ؓ کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ان کے درمیان سے اٹھ کر کہیں تشریف لے گئے، واپسی میں ذرا تاخیر ہوگئی تو غلامانِ مصطفیٰ کے چہرے مرجھا گئے، وہ پریشان ہوئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو نقصان نہ پہنچا دیا ہو۔ حضرت ابوہریرہ ؓ دوسروں کی نسبت زیادہ مضطرب تھے۔ جب انتظار کی گھڑیاں طویل ہوگئیں تو وہ سب تلاشِ مصطفیٰ ﷺ میں نکل پڑے۔ چلتے چلتے ایک باغ تک جا پہنچے، کوشش کے باوجود باغ کا دروازہ کہیں نظر نہ آیا، ایک چھوٹی سی نالی باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ باقی تو باہر ٹھہر گئے لیکن حضرت ابو ہریرہ ؓ سمٹتے سمٹاتے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے، وہاں حضور سرورِ کونین ﷺ کو دیکھ کر جان میں جان آئی۔ حضور ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۳۲۳
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴:۱۷۶، رقم: ۷۲۷۸
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶:۶۹۹، رقم: ۲۵۵۹
۴۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۱۶۸، رقم: ۶۴۱
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۱۶
۶۔ ابن راہویہ، المسند، ۱:۸۴، رقم: ۱۳۳
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۳:۶۳، رقم: ۲۶۷۶
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۲، رقم: ۸۰۵۱

انہیں اچانک اپنے درمیان پا کر پوچھا: ''ابو ہریرہ! تم ..... یہاں؟'' جی آقا! غلام حاضر ہے۔ ''کیا بات ہے؟'' حضور ﷺ نے حیران ہوکر پوچھا۔ وہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہمارے درمیان سے اٹھ آئے تھے، واپسی میں دیر ہوگئی تو ہمیں اضطراب نے آگھیرا، چنانچہ ہم آپ ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے اور چونکہ باغ میں داخل ہونے کا کوئی دروازہ نہ تھا اس لئے میں ایک نالی کے ذریعہ سمٹ سمٹا کر باغ کے اندر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے جاں نثار بھی میرے پیچھے تھے اور وہ باہر کھڑے ہیں۔(۱)

۱۱۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ایک ایمان افروز واقعہ

غزوۂ تبوک حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا آخری معرکہ تھا جس میں آپ ﷺ نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ بعض جنگی حکمتِ عملیوں اور مصلحتوں کے پیشِ نظر کسی غزوۂ پر روانہ ہونے سے پہلے اپنے عزائم عام لوگوں سے خفیہ رکھا کرتے تھے لیکن غزوہ تبوک ایسا پہلا موقع تھا جب آپ ﷺ نے اعلانیہ طور پر مسلمانوں کو بھرپور جنگی تیاریوں کا حکم دیا حتی کہ نومسلموں کے لئے بھی اس مہم میں حصہ لینا لازمی قرار دے دیا۔

جب جہاد کے لئے لشکرِ اسلام کی تیاری کا اعلانِ عام ہوا۔ اُن دنوں جزیرہ نمائے عرب شدید گرمی کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا۔ فصلِ خرما پک چکی تھی، تمازتِ آفتاب کا وہ عالم تھا کہ ہر ذی روح کو سائے کی تلاش تھی۔ اس سے قبل کافی عرصے سے قحط سالی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۶۰، کتاب الایمان، رقم: ۳۱
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۰:۴۰۹، رقم: ۴۵۴۳
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۲۱، رقم: ۱۷
۴۔ ابن مندہ، الایمان، ۱:۲۲۶، رقم: ۸۸
۵۔ ابونعیم، المسند المخرج علی صحیح الامام مسلم، ۱:۱۲۵، رقم: ۱۴۱

کے باعث مسلمان انتہائی عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ باربرداری اور سواری کے جانوروں کی شدید قلت تھی، سفر طویل تھا اور وسائل کا فقدان ایک پریشان کن مسئلہ تھا۔ اس پر مستزاد اسلام دشمن منافقین نے اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھانے کے لئے لشکرِ اسلام میں وسوسے اور پھوٹ ڈالنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔ کبھی وہ مسلمانوں کو موسم کی شدت سے ڈراتے، کبھی بے آب و گیاہ صحرائی سفر کی صعوبتوں کا ذکر کر کے ان کے پائے استقلال کو ڈگمگانے کی سعی کرتے اور کبھی رومیوں کی فوجی قوت کو بڑھا چڑھا کر اُن کے حربی اسلحہ اور ساز و سامان سے مسلمانوں کے حوصلے (morale) پست کرنے کا جتن کرتے، الغرض مختلف نفسیاتی حربے بروئے کار لائے جا رہے تھے۔ اس عالم میں جہاد کا اعلان مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت و اتباع میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے جذبے سے سرشار تھے وہ کب ان سازشیوں کو خاطر میں لاتے۔ انہوں نے کسی مصلحت اور اندیشۂ دور و دراز کو اپنے پاؤں کی زنجیر نہیں بننے دیا اور بغیر کسی تاخیر کے اپنے آقا و مولا ﷺ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ﷺ کی قیادت میں ہر پیر و جوان سر پر کفن باندھ کر تبوک کے طویل سفر پر روانہ ہو گیا۔ لیکن تین مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محض سستی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، اس واقعہ کی تفصیلات اہلِ سیر اور ائمہ تفسیر نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کی ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے دوسرے دو ساتھی جو غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کے ساتھ نہ جا سکے حضرت مرارۃ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کا شمار صاحبِ ثروت لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ سواری کے لئے ایک اونٹ خریدوں گا اور حضور ﷺ کے ساتھ لشکر میں شامل ہو جاؤں گا۔ مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ارادہ تھا۔ وہ بھی اونٹ خرید کر لشکرِ اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے۔ دونوں حضرات اسی شش و پنج میں تھے کہ آج چلتے ہیں کل چلتے ہیں، جب زیادہ دن گزر گئے تو یہ سوچ غالب آ گئی کہ اب تو روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہو چکی ہے، ممکن ہے وہ اسلامی لشکر میں شامل ہی نہ ہو سکیں، اسی ادھیڑ بن میں سفرِ جہاد پر روانہ نہ

ہو سکے۔ جب مدینہ میں گھر سے باہر نکلتے تو سوائے ضعیفوں اور منافقین کے انہیں کوئی نظر نہ آتا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا اور وہ لشکرِ اسلام میں شمولیت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تبوک سے حضور ﷺ کی واپسی کی خبر ملی تو ندامت و شرمندگی کے مارے ہم میں سے ہر ایک کو یہی خیال ہر وقت دامن گیر رہنے لگا کہ حضور ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ وہ کبھی اپنے اہلِ خانہ سے مشورہ طلب کرتے کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائیں تو مجھے کیا کرنا چاہئے، کبھی ذہن میں یہ خیال ابھرتا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنالوں گا۔ پھر ہم میں سے ہر ایک نے یہ فیصلہ کرلیا کہ نتائج خواہ کچھ بھی ہوں حضور ﷺ کی بارگاہ میں سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ دلوں کے پوشیدہ اَحوال نورِ نبوت سے جان لیتے ہیں، ان سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔

تبوک سے واپسی پر جب حضور نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں ٹھہرے تو وہاں پیچھے رہ جانے والے لوگ بھی اکٹھے ہوگئے، جن کی تعداد راویانِ حدیث نے اسّی پچاسی کے لگ بھگ بیان کی ہے۔ ان میں ہر کوئی قسمیں کھا کھا کر کوئی نہ کوئی عذر پیش کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ان کی ظاہری قسموں پر اعتبار کر کے درگزر سے کام لیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میری باری آئی تو حضور ﷺ نے معنی خیز تبسم فرمایا، جس سے ناگواری اور ناراضگی جھلک رہی تھی۔ سید المرسلین ﷺ نے پوچھا: تمہیں کس بات نے پیچھے رکھا، کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میرا معاملہ کسی دنیا دار سے ہوتا تو میں بھی کوئی بہانہ بنا کر چھوٹ جاتا لیکن میرا معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے لہٰذا سچ سچ بیان کروں گا۔ آقا! سچی بات یہ ہے کہ میں آسودہ حال تھا کوئی عذر اور بہانہ نہیں بس غفلت کا شکار ہوگیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا، اس لئے اب انتظار کر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ کردے۔ فرماتے ہیں: میں محفل سے اٹھا تو بنی مسلمہ کے چند آدمی اٹھ کر میرے ساتھ باہر آئے اور مجھے ملامت

کرنے لگے، حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ واپس جا کر اپنا بیان بدل دوں کہ مجھے حضرت معاذ بن سہیل ﷺ اور حضرت ابو قتادہ ﷺ نظر آئے۔ انہوں نے میری ہمت بندھائی کہ سچ پر قائم رہو، اللہ تمہارے لئے کشادگی کی کوئی نہ کوئی راہ پیدا کردے گا۔ اِسی طرح حضرت ہلال بن اُمیہ ﷺ اور مرارہ بن الربیع ﷺ کا یہی معاملہ رہا۔

یہ تینوں مخلصین کڑی آزمائش میں ڈالے گئے۔ حضور ﷺ نے اُن کے سماجی مقاطعہ (social boycott) کا حکم صادر فرمایا تو نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ لوگوں نے ان سے بات چیت تک کرنا چھوڑ دی۔ حضرت کعب بن مالک ﷺ فرماتے ہیں:

’’سماجی مقاطعہ کے نتیجہ میں لوگ ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ دوسرے دو ساتھی تو شرم کے مارے گھروں سے باہر نہ نکلے۔ میں ہمت کر کے بازار میں جاتا، مسجد میں نماز پڑھتا، لوگوں کو سلام کہتا لیکن کوئی جواب نہ دیتا۔ حضور ﷺ کو سلام کرتا تو وہ منہ پھیر لیتے۔ جب میں نماز میں متوجہ ہوجاتا تو حضور ﷺ مجھے دیکھتے لیکن جب میں دیکھتا تو اعراض فرماتے۔ ایک دن میں اپنے چچازاد اور بچپن کے دوست ابوقتادہ ﷺ کی دیوار پر چڑھ کر بڑے رنج اور کرب سے کہنے لگا کہ تم میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے، تم تو مجھے بچپن سے جانتے ہو، میں منافق نہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے یہ جملہ تین بار دہرایا تو اُس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور بوجھل دل کے ساتھ واپس لوٹ آیا۔

یہ تینوں صحابہ کرام ﷺ توفیقِ ایزدی سے اس کڑی آزمائش اور امتحان کے کڑے مرحلے سے گزرے لیکن زبان سے اُف تک نہ کی۔ جب اس سوشل بائیکاٹ کے پہاڑ جیسے چالیس دن گزر گئے تو بارگاہِ نبوی سے حکم صادر ہوا کہ اپنی بیویوں سے بھی علیٰحدہ ہوجاؤ۔ یہ بڑا نازک مرحلہ تھا۔ جذباتی سطح پر ایک طوفان کھڑا ہوسکتا تھا لیکن ایک لمحہ کا توقف کئے بغیر حضرت کعب ﷺ نے سرِتسلیم خم کردیا۔ حضرت کعب ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا طلاق دے دوں؟ بتایا گیا کہ نہیں صرف وقتی طور پر علیحدگی اختیار کرلو۔ یہ حکم ملتے ہی میں

نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ ادھر حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر رکھا تھا۔ ان کی زوجہ محترمہ حضور ﷺ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوئیں، عرض کیا: یا رسول اللہ! ہلال رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے ہیں، رو رو کر ہلکان ہوئے جا رہے ہیں، جب سے سماجی مقاطعہ ہوا ہے فرطِ غم سے کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ہے، کسی وقت چند لقمے لے لیتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، ساری ساری رات نوافل ادا کرتے اور توبہ و استغفار کرتے گزارتے ہیں، ڈر ہے کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی خادم بھی نہیں کہ ان کی دیکھ بھال کر سکے، اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں حسبِ سابق ان کی خدمت بجا لاتی رہوں؟ کتبِ سیر و احادیث میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بھی کسی نے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی کو اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت لے لیں۔ فرماتے ہیں: حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ عرض کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ نجانے حضور ﷺ کیا جواب ارشاد فرمائیں، میں یہ سوال کرنے کی جرات نہیں رکھتا۔ اسی کشمکش میں پچاس دن گزر گئے۔

ان صبر آزما لمحات میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر ایک ایسی مصیبت اور آزمائش کا مرحلہ آیا جس نے ان کے دن کے سکون اور رات کے آرام کو غارت کر دیا۔ وہ فرماتے ہیں: ''میں ایک روز مدینہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ایک شامی کسان جو مدینہ میں غلہ فروخت کرنے آیا کرتا تھا، وہ میرے بارے میں لوگوں سے پوچھتا پھر رہا تھا کسی نے اشارے سے میرا پتہ بتا دیا تو وہ میرے پاس آ گیا۔ اس نے مجھے شاہِ غسان کا ریشمی غلاف میں ملفوف ایک خط دیا۔ اس میں جو کچھ لکھا تھا وہ اس طرح تھا:

أما بعد! فإنه قد بلغنی أن صاحبك قد جفاك ولم يجعلك الله بدار هوان ولا مضيعة، فالحق بنا نواسك ۔(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۶، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۲۵، کتاب التوبۃ، رقم: ۲۷۶۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۵۸

''اما بعد! مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ تیرا صاحب (مراد حضور نبی اکرم ﷺ) تجھ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت و رسوائی اور ضائع ہونے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تم سے بہتر سلوک کریں گے۔''

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاہی مکتوب پڑھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ پہلے سے بھی زیادہ کڑی آزمائش ہے، (افسوس کہ) میرے ایمان پر حملہ کرنے کے لئے ایک مشرک بادشاہ بھی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگا ہے۔ میں نے اس کا خط پھاڑ کر تنور میں پھینک دیا (اور اس کی مذموم پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا)۔

ان مخلص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آزمائش کا مرحلہ پچاس دنوں کے بعد مکمل ہوا، اللہ رب العزت نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور اس کا اعلان بذریعہ وحی فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بشارت دی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں مبارک باد دینے کے لیے ان کے گرد جمع ہو گئے کہ وہ ہر کڑے امتحان میں سرخرو نکلے تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن

..... ۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۶۰، رقم: ۳۳۷۰
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۳۵
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۲۴، رقم: ۳۷۰۰۷
۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۵: ۴۰۳، رقم: ۹۷۴۴
۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۴۵، رقم: ۹۰
۹۔ طبری، تفسیر، ۱۱: ۶۰
۱۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۱۸
۱۱۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۴۵
۱۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۵۴
۱۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۱۲۵
۱۴۔ ابن عبدالبر، الدرر، ۱: ۲۴۵
۱۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۵

میں اِرشاد فرمایا:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ O وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ط حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ O (۱)

’’یقیناً اللہ نے نبی (معظم) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوہ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہےo اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو موخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے) تب اللہ ان پر لطف و کرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ و رجوع پر قائم رہیں، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے o‘‘

ایمان کی پختگی اور استقامت کا یہ واقعہ دراصل ان عاشقانِ زار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا جو حقیقتاً حسنِ مصطفیٰ ﷺ کے اسیر تھے، وہ تو اپنے آقا و مولا کو چھوڑ کر کسی اور کے در کی دریوزہ گری کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے محبوب اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی طرف سے دی گئی ہر کڑی سے کڑی آزمائش کو نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا

(۱) القرآن، التوبہ، ۹:۱۱۷، ۱۱۸

بلکہ امتحان کی بھٹی سے کندن بن کر نکلے۔ اسلام دشمن صاحبانِ اقتدار و اختیار نے تو ایسے موقعوں پر بھی اُن کے قصرِ ایمان میں نقب لگانے کی اپنی سی کوشش کی مگر وہ کسی لالچ اور دُنیوی مفاد کو خاطر میں نہ لائے، اس لئے کہ وہ تو حسنِ مصطفیٰ کے اسیر تھے اور دنیا کی کوئی طاقت کسی قیمت پر ان کی وفاداری کا سودا نہیں کرسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی سے بڑی پیشکش کو بھی انہوں نے پائے اِستحقار سے ٹھکرادیا اور اپنے محبوب ﷺ کی ناراضی پر کسی پرکشش مادی منفعت کو بھی ترجیح نہ دی اور ہر نئی بلا اور مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

۱۲۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کا فقید المثال جذبۂ حبّ رسول ﷺ

غزوۂ تبوک کے موقع پر مسلمان اپنے محبوب نبی ﷺ کے اعلانِ جہاد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اطاعت و اتباع اور ایثار و بے نفسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ اپنی جان کی پروا کر رہے تھے اور نہ انہیں مال و دولت اور اہل و عیال کی محبت مرغوب تھی۔ ایسے میں بعض مخلص اور سچے اہلِ ایمان بھی بوجوہ پیچھے رہ گئے لیکن جب انہیں محبوبِ خدا ﷺ یاد آئے اور ان کی چشمِ تصور میں اللہ کے پیارے نبی ﷺ کا حسنِ بے مثال منور و تاباں ہوا تو وہ دنیا کی تمام آسائشوں اور مرغوبات کو ٹھکراتے ہوئے سیدھے آقا ﷺ کے قدموں میں آ گرے۔ ایسے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ میں سے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوخیثمہ مالک بن قیس رضی اللہ عنہ کا نام بھی آتا ہے۔ وہ بھی بوجوہ بروقت لشکرِ اسلام کے ساتھ روانہ نہ ہوسکے تھے لیکن احساسِ ندامت نے انہیں جلدی رختِ سفر باندھنے پر مجبور کردیا اور وہ سیدھے جاکر حضور نبئ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوگئے۔ ان کی روانگی کا واقعہ بڑا ہی ایمان افروز اور حبِ رسول ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑے حسن و جمال سے نوازا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر خطۂ عرب شدید قحط کی زد میں تھا اور اوپر سے سورج بھی آگ برسا رہا تھا۔ انہی ایام میں جب مجاہدینِ اسلام تبوک کی طرف روانہ ہونے کو تھے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی دونوں بیویوں نے باغ کے اندر اپنے سائبانوں کو خوب اچھی طرح

آراستہ پیراستہ کر کے اور پانی کے چھڑکاؤ سے خوب ٹھنڈا کر رکھا تھا۔ شدید گرمی کے اس موسم میں جب ہر ذی روح العطش العطش پکار رہا تھا ٹھنڈے پانی کا بھی وافر بندوبست تھا۔

علاوہ ازیں دونوں بیگمات خوب بن سنور کر ان کے لئے سراپا انتظار تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر نامدار کے لئے کھانا بھی تیار کر رکھا تھا اور دونوں کی یہی خواہش تھی کہ وہ پہلے اس کے خیمے میں آئیں۔ جب حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ باغ کے اندر آئے تو دروازے پر کھڑے ہوکر دونوں بیویوں کے بناؤ سنگھار کو دیکھا، ان کے خیموں کا خوب جائزہ لیا جنہیں انہوں نے بلا کی گرمی میں بے حد آرام دہ اور ٹھنڈا بنا رکھا تھا۔اس موقع پر حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے عشق کا امتحان ہوا، لیکن انہوں نے اس ظاہری اور عارضی آرام اور عیش وعشرت پر اس دائمی وابدی آرام کو ترجیح دی جو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں ان کا منتظر تھا۔ اہلِ سیر لکھتے ہیں کہ اس موقع پر انہوں نے فرمایا:

رسول اللهﷺ فی الضح والرّيح والحر، وأبو حيثمة فی ظل بارد و طعام مهيّأ، و امرأة حسناء فی ماله مقيم، ما هذا بالنصف! ثم قال: والله! لا أدخل عريس واحدة منكما حتی الحق برسول اللهﷺ فهيّأ لی زاداً، ففعلتا(۱)

’’رسول اللہ ﷺ تو دھوپ، آندھی اور گرمی میں سفر پر ہوں اور ابو خیثمہ یہاں ٹھنڈے سائے، تیار کھانے اور خوبرو حسین وجمیل بیویوں کے ہمراہ اپنے مال و

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۰۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵: ۷
۳۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۳
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۳۰
۵۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۴: ۱۶۴۲
۶۔ ابو عبد اللہ الدورقی، مسند سعد بن ابی وقاص، ۱: ۱۴۰، رقم: ۸۰

متاع میں محوِ استراحت ہو، یہ قرینِ انصاف نہیں۔ پھر (اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: خدا کی قسم! میں تم دونوں میں سے کسی ایک کے بھی سائبان میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملوں، لہٰذا تم دونوں فوراً میرے لئے زادِ راہ کا انتظام کرو، چنانچہ دونوں بیویوں نے ان کے لئے زادِ راہ تیار کیا۔''

لشکرِ اسلام سوئے تبوک روانہ ہوچکا تھا۔ چنانچہ بلاتاخیر حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ بلاتاخیر رسول اللہ ﷺ کی تلاش وجستجو میں روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ تبوک پہنچ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا، جسے سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ یوں یہ عاشقِ صادق اور اسیرِ حسن مصطفیٰ ﷺ اپنے محبوب ﷺ کے جلووں سے فیض یاب ہوا۔

۱۳۔ حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کشتۂ عشق رسول ﷺ

حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے۔ آپ مشرک اور اسلام دشمن عورت اُم اَنمار بنت سباع الخزعیہ کے غلام تھے۔ جب اسے پتہ چلا کہ شمعِ ایمان آپ کے سینے میں روشن ہوچکی ہے اور وہ چوری چھپے حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے ملتے رہتے ہیں تو اس نے اس نور کو بجھانے کے لئے ظلم و بربریت کی حد کر دی۔ وہ آپ کے سر کو لوہا تپا کر داغتی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جو ایک دفعہ محبوب کی زلفوں کا اسیر ہو جائے وہ ایسی سزاؤں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کسی نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حالتِ زار کی خبر حضور ﷺ کو کر دی تو آپ ﷺ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اللھم! انصر خباباً۔(۱)

''اے اللہ! خباب کی مدد فرما!''

(۱) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۲

ہمہ وقت مستجاب الدعوات نبی ﷺ کی اس دعا کا فوری اثر یہ ہوا کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی مالکہ اُم انمار کو سر میں شدید درد کے دورے پڑنے شروع ہوگئے اور اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ شدت درد سے کتے کی طرح بھونکتی تھی۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ اس میں کمی کے لیے سر کو داغنا کارگر ہوگا۔ اس مشورہ پر عمل کرنے کے لئے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مامور کیا گیا اور وہ اس کو لوہے کی گرم سلاخ سے داغتے رہے۔

اس کشتۂ وفا کو دامنِ مصطفی ﷺ سے وابستہ ہونے سے روکنے کے لئے طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے رہے لیکن ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ انہیں شدت کی گرمی میں لوہے کی ذرہ پہنا کر دھوپ میں پھینک دیا جاتا اور کبھی برہنہ بدن جھلستی ہوئی ریت پر چت لٹا دیا جاتا، جس سے ان کی کمر کا گوشت تمازتِ آفتاب سے جھلس کر رہ جاتا مگر ایمان کی قندیل جو حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے دل میں فروزاں تھی اس کی لَو ذرا مدھم نہ ہوئی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ پیشہ کے اعتبار سے لوہار تھے۔ ایک دفعہ عاص بن وائل نامی مشرک نے ان سے لوہے کا کام عاریتاً کرایا لیکن جب انہوں نے طے شدہ رقم ادا کرنے کا مطالبہ کیا تو عاص بن وائل نے نہایت ڈھٹائی سے یہ کہہ کر کچھ رقم کرنے سے انکار کر دیا کہ میں اس وقت تک واجب الادا رقم نہیں دوں گا جب تک تم محمد (ﷺ) پر ایمان لانے سے انکار نہیں کر دیتے۔ اگر تم منحرف ہوگئے تو تمہیں تمہارا واجب الادا قرض لوٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ اس پر اس پیکرِ وفا نے یہ کہہ کر اس کافر کا منہ بند کر دیا:

إني لن أكفر بمحمدٍ ﷺ حتى تموت ثم تبعث(۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۷۶۱، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۵۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۵۳، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم: ۲۷۹۵
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۳۱۸، ابواب التفسیر، رقم: ۳۱۶۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۱۰
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱: ۲۴۳، رقم: ۴۸۸۵

''میں ہرگز ہرگز حبیبِ خدا حضرت محمد ﷺ کا انکار نہیں کروں گا حتی کہ تو مر کر دوبارہ زندہ کیا جائے۔''

اس پر وہ لعین بولا کہ جب میں دوبارہ اپنے مال و اولاد کے ساتھ زندہ ہو کر آؤں گا تو تجھے تیرا ادھار ادا کر دوں گا۔ اس کی کفر آمیز گفتگو کی مذمت میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

اَفَرَاَیتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیَاتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًاO اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًاO کَلَّا ط سَنَکْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّلَہٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّاO وَّ نَرِثُہٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًاO (۱)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا کہ مجھے (قیامت کے روز بھی اسی طرح) مال و اولاد ضرور دیئے جائیں گےo وہ غیب پر مطلع ہے یا اُس نے (خدائے) رحمٰن سے (کوئی) عہد لے رکھا ہےo ہرگز ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے جو وہ کہتا ہے اور

.....۶۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۴، رقم: ۱۱۳۲۲

۷۔ شاشی، المسند، ۲: ۴۰۹، رقم: ۱۰۰۶

۸۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۶۹، رقم: ۳۶۶۵

۹۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۸، رقم: ۱۶۲۵

۱۰۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۱: ۱۴۵

۱۱۔ طبری، جامع البیان، ۱۶: ۱۲۰

۱۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۱۳۶

۱۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۲۰۸

۱۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۱۶: ۱۲۹

۱۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴

۱۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۵۹

(۱) القرآن، مریم، ۱۹: ۷۷۔۸۰

اس کے لئے عذاب (پر عذاب) خوب بڑھاتے چلے جائیں گےo اور (مرنے کے بعد) جو یہ کہہ رہا ہے اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا (اس کے مال و اولاد ساتھ نہ ہوں گے)o''

ائمہ حدیث اور مفسرین نے ان آیات قرآنیہ کے شان نزول میں محولہ بالا واقعہ درج کیا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی اس وفاداری بشرطِ اُستواری کے باعث ان سے بہ دل و جاں محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو اپنی مسند پر بٹھانے کا اعزاز بخشا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کفار کے ہاتھوں پہنچنے والی اذیت کی تفصیل دریافت کی تو انہوں نے اپنی کمر سے قمیص ہٹا کر امیرالمؤمنین کو وہ داغ اور نشانات دکھائے جو اس ظلم و تشدد کا نتیجہ تھے۔ خلیفۃ المسلمین نے ان کی کمر دیکھ کر فرمایا:

مارأیت کالیوم ظهر رجل۔

''میں نے تو آج تک کسی کی ایسی کمر نہیں دیکھی۔''

اس کے جواب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ تفصیل آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گذار کی:

لقد أوقدت ناراً و سحبت عليها، فما أطفأها إلا ودك ظهری۔(۱)

''مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا جاتا تھا حتی کہ میری کمر کی چربی (اور

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۶۴، ۱۶۵
۲۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۱۴۴
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۸۳
۴۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲: ۴۳۹، رقم: ۴۲۸
۵۔ ابن اثیر، اسدالغابہ، ۲: ۱۴۷۔ ۱۴۹

خون) سے وہ آگ بجھتی تھی۔‘‘

یہ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کی کشش اور دلآویزی تھی کہ جو ایک دفعہ آپ ﷺ کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا پھر خواہ اس کا جسم پرزے پرزے کیوں نہ کر دیا جاتا تو اسے کوئی پروا نہ ہوتی، عشق کا نشہ ایسا نہیں تھا کہ جسے کوئی ترشی اتار سکتی۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے ۳۷ھ میں وفات پائی اور کوفہ میں دفن ہوئے۔ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کی قبر سے گزر ہوا تو انہوں نے اس عاشقِ زار کی شان میں ارشاد فرمایا:

رحم الله خباباً، أسلم راغباً، و هاجر طائعاً، و عاش مجاهداً، و ابتلی فی جسمه۔(۱)

’’اللہ تعالیٰ حضرت خباب پر رحم فرمائے، اپنی خوشی سے اسلام لائے اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گزار دی اور (رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے پر کفار و مشرکین کی طرف سے) جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔‘‘

۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ عشقِ رسول ﷺ

اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں خادمِ رسالت مآب حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی صفِ اوّل میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی تو گھر کی فضا کو اللہ اور اُس کے محبوب رسول ﷺ کے تذکارِ جمیل سے معمور پایا، گھر کا ہر فرد جاں نثارِ مصطفیٰ ﷺ تھا۔ حبِّ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۹۹،
۲۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۲۵۸، رقم: ۲۲۱۲
۳۔ طبری، تاریخ لامم والملوک، ۳: ۱۰۸
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲: ۱۴۹
۵۔ عبد الرحمٰن مبارکپوری، تحفۃ الأحوذی، ۴: ۳۹

رسول ﷺ اُنہیں وراثت میں ملی تھی، دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت پر بھی مامور رہے، پیغمبرِ انسانیت ﷺ کی سیرت و کردار سے اتنے متأثر ہوئے کہ ہر وقت عشقِ رسول ﷺ کی فضائے کیف و سرور میں گم رہتے۔ جب تاجدارِ کائنات ﷺ کا وصال ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ پر بھی قیامت ٹوٹ پڑی۔ جس شفیق ہستی کا ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا دل پر شاق گزرتا تھا، اس عظیم ہستی کی یاد میں آنکھیں اشکبار رہتیں۔ حضور ﷺ کے تبرکات کی زیارت کرتے تو دل کو اطمینان ہوتا۔ ذکرِ نبی ﷺ کی محفل سجاتے، خود بھی تڑپتے اور دوسروں کو بھی تڑپاتے۔

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرما رہے تھے، حضور ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے:

ولا مَسِسْتُ خزّة ولا حريرَة ألين من كف رسول الله ﷺ، و لا شَمِمْتُ مسكة و لا عبيرة أطيب رائحة من رائحة رسول الله ﷺ۔ (۱)

''اور میں نے آج تک کسی دیبا اور ریشم کو مَس نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور نہ کہیں ایسی خوشبو سونگھی جو رسول اللہ ﷺ کے جسمِ اَطہر کی خوشبو سے بڑھ کر ہو۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اکثر خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوتی۔ ثنی بن سعید روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۹۶، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۷۲
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۸۱۴، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۰۷
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۱، رقم: ۶۳۰۳
۵۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۵، رقم: ۶۱

ما من ليلةٍ إلّا وأنا أرى فيها حبيبي، ثم يبكي(۱)

''(آپ ﷺ کے وصال کے بعد) کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میں اپنے حبیب ﷺ کی زیارت نہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے۔''

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی محبتِ رسول ﷺ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزندِ ارجمند سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اسمِ گرامی اسیرانِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ میں بڑے ادب سے لیا جاتا ہے، آپ بھی اپنے عظیم باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے محبتِ رسول کا پیکرِ اتم بن گئے تھے:

وكان ابن عمر يتحفظ ما سمع من رسول اللهﷺ و يسأل من حضر إذا غاب عن قوله وفعله وكان يتبع آثاره في كل مسجد صلى فيه وكان يعترض براحلته في طريق رأى رسول الله ﷺ عرض ناقته وكان لا يترك الحج وكان إذا وقف بعرفة يقف في الموقف الذي وقف فيه رسول اللهﷺ۔(۲)

''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتے اُسے یاد کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی غیرموجودگی میں آپ ﷺ کے بارے میں پوچھتے رہتے اور آپ ﷺ کے اقوال و افعال کا پورا ریکارڈ رکھتے۔ اتباعِ سنت میں جس جس جگہ آپ ﷺ نے نمازیں پڑھی ہوتیں وہیں پہ سجدہ ریز ہوتے۔ سفر کیلئے وہ راستے اختیار کرتے جن پر آپ ﷺ نے سفر کیا ہوتا اور ہر سال حج ادا کرتے اور وقوفِ عرفہ کے وقت اس جگہ ٹھہرتے جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے

---

(۱) ۱۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷: ۲۰
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۳: ۴۰۳
(۲) عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۶

قیام فرمایا ہوتا۔‘‘

کتب احادیث و سیر میں ان کے حوالے سے ایک روایت ہے:

ما ذکر ابن عمر رسول اللہ ﷺ إلا بکی، و لا مرّ علی ربعھم إلا غمض عینیہ۔(۱)

’’عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے رو پڑتے، اور جب بھی آپ ﷺ کے ٹھکانوں پر گذرتے آنکھیں بند کر لیتے۔‘‘

حضرت سیدنا عبدالرحمٰن بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ ان کا پاؤں سُن ہو گیا، میں نے تجویز پیش کی:

أذکر أحب الناس إلیك، فقال: یا محمداہ، فانتشرتْ ۔(۲)

’’جو ہستی آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اُس کا نام لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (آقا علیہ السلام کو پکارتے ہوئے) کہا: اے محمد، صلی اللہ علیك وسلم! مدد فرمایئے۔ دوسرے ہی لمحے ان کا پاؤں ٹھیک ہو چکا تھا۔‘‘

۱۶۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غلامیٔ رسول ﷺ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خادم تھے۔ وہ ایک قافلے کے ساتھ

(۱) ۱۔ بیہقی، المدخل الی السنن الکبریٰ، ۱: ۱۴۸، رقم: ۱۱۳

۲۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۸۷

۳۔ ابن قیسرانی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۳۸

(۲) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲: ۱۸

۲۔ بخاری، الأدب المفرد، ۱: ۳۳۵، رقم حدیث: ۹۶۴

۳۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۳۶۹، رقم: ۲۵۳۹

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴: ۱۵۴

۵۔ مناوی، فیض القدیر، ۱: ۳۹۹

۶۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۷: ۱۴۲

اپنے ننھیال جا رہے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت کا شکار ہو گئے۔ بنو قیس نے اُن کے قافلے کو لوٹ لیا۔ حکیم بن حزام نے کمسن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنو قیس سے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لئے خرید لیا۔ جب انہیں حضور ﷺ سے نکاح کا اعزاز حاصل ہوا تو انہوں نے زید کو حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، یوں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو غلامی رسول ﷺ کا اعزاز حاصل ہوا۔

قافلے کے لوٹے جانے کی خبر سے قیامت ٹوٹ پڑی اور زید کے والدین کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ زید زندہ بھی ہے یا نہیں۔ وہ بیٹے کی جدائی سے بہت پریشان تھے اُنہوں نے اس کی تلاش جاری رکھی۔ حج پر آئے ہوئے لوگوں نے زید کو پہچان لیا اور انہیں ان کے والد کی حالتِ زار سے آگاہ کیا۔ زید کے والد کو جب بیٹے کا سراغ ملا تو وہ مکہ پہنچے اور حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض پیرا ہوئے کہ زید کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں، ہم زندگی بھر آپ کے ممنونِ احسان رہیں گے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر زید تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں کسی قسم کا فدیہ لئے بغیر ہی اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا گیا: کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ وہ بولے: کیوں نہیں! یہ میرے والدِ گرامی ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم اگر اپنے والد کے ساتھ جانا چاہو تو بخوشی جا سکتے ہو اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو بھی رہ سکتے ہو۔ یہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا امتحان تھا، ایک طرف وہ باپ تھا جو مدت سے اس کی تلاش میں تھا، اور زید کے دل میں بھی باپ کی محبت کا سمندر موجزن تھا لیکن اسے دوسری طرف نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی غلامی کا شرفِ عظیم بھی حاصل تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فیصلہ کرتے ہوئے ایک لمحہ کے لئے بھی کسی تذبذب کا شکار نہیں ہوئے، اور کہا کہ میں حضور ﷺ کے قدموں سے جدا نہیں ہوں گا۔ فرمایا:

ما أنا بالذی أختار علیك أحداً! أنت منی بمکان الأب والأم فقالا: ویحك یا زید ! أتختار العبودیة علی الحریة، و علی أبیك و عمك و أهل بیتك؟ قال: نعم، إنی قد رأیت من هٰذا

الرجل شيئاً ما أنا بالذى أختار عليه أحداً أبداً فلما رأى رسول الله ﷺ ذالك، أخرجه إلى الحجر، فقال: يا من حَضَرَ اشهدوا أن زيداً ابنى أرثه و يرثنى، فلما رأى ذالك أبوه و عمه طابت أنفسها و انصرفا۔(۱)

''(یارسول اللہ!) میں آپ کے مقابلے میں بھلا کسی اور کو ترجیح دے سکتا ہوں! آپ میرے لئے ماں باپ کے مقام پر ہیں۔ اس بات پر ان دونوں (آپ کے والد اور چچا) نے کہا ارے زید! تو ہلاک ہو، غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو؟ اور اپنے والد، چچا اور سب گھر والوں کو چھوڑ رہے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں بے شک میں نے اس شخص (حضور نبیٔ اکرم ﷺ) میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلے میں کسی اور چیز کو پسند نہیں کر سکتا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر اُنہیں اپنی آغوش میں لیا اور حاضرین کو گواہ بنا کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، ہم ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ جب ان کے باپ اور چچا نے یہ منظر دیکھا تو نہایت خوش ہوئے اور انہیں (حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس) چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔''

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے قسم کھا کر کہا:

واللہ! العبودية عند محمد ﷺ أحب الى من أن اكون عندكم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳:۴۲

۲۔ قرطبی، تفسیر، ۱۴:۱۱۸

۳۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۳۵۱

۶۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۴۳۹

۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۲: ۵۹۹

۴۔ ابن الجوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۳۸۱

(۲) قرطبی، تفسیر، ۱۴:۱۹۳

’’خدا کی قسم: محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی مجھے تمہارے پاس رہنے سے زیادہ مرغوب ہے۔‘‘

۱۷۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی آتشِ شوق

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ کتبِ تاریخ و سیر میں تفصیل سے درج ہے۔ آتش پرستی سے توبہ کر کے عیسائیت کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ پادریوں اور راہبوں سے حصولِ علم کا سلسلہ بھی جاری رہا، لیکن کہیں بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسی سلسلے میں اُنہوں نے کچھ عرصہ عموریا کے پادری کے ہاں بھی اس کی خدمت میں گزارا۔ عموریا کا پادری الہامی کتب کا ایک جید عالم تھا۔ اس کا آخری وقت آیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اُس عالم نے بتایا کہ نبیٔ آخر الزماں (ﷺ) کا زمانہ قریب ہے۔ یہ نبی دینِ ابراہیمی کے داعی ہوں گے۔ اور پھر عموریا کے اُس پادری نے مدینہ منورہ کی تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بتا دیں کہ نبی آخرالزماں (ﷺ) مکہ سے ہجرت کر کے کھجوروں کے جھنڈ والے اس شہرِ دلنواز میں سکونت پذیر ہوں گے۔ عیسائی پادری نے اللہ کے اس نبی کے بارے میں بتایا کہ وہ صدقہ نہیں کھائیں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور یہ کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہو گی۔ پادری اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا، تلاشِ حق کے مسافر نے عموریا کو خداحافظ کہا اور سلمان فارسی شہرِ نبی کی تلاش میں نکل پڑے۔ سفر کے دوران حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چند تاجروں کے ہتھے چڑھ گئے لیکن تلاشِ حق کے مسافر کے دل میں نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے دیدار کی تڑپ ذرا بھی کم نہ ہوئی بلکہ آتشِ شوق اور بھی تیز ہو گئی۔ یہ تاجر اُنہیں مکہ لے آئے، جس کی سرزمین نبی آخرالزماں ﷺ کا مولد پاک ہونے کا اِعزاز حاصل کر چکی تھی۔ تاجروں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنا غلام ظاہر کیا اور اُنہیں مدینہ (جو اُس وقت یثرب تھا) کے بنی قریظہ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اُنہوں نے یہودی کی غلامی قبول کر لی ..... یہودی آقا کے ساتھ جب وہ یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ گئے تو گویا اپنی منزل کو پا لیا۔

غموریا کے پادری نے یثرب کے بارے میں انہیں جو نشانیاں بتائی تھیں وہ تمام نشانیاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیں، وہ ہر ایک سے نبیٔ آخرالزماں ﷺ کے ظہور کے بارے میں پوچھتے رہتے لیکن ابھی تک قسمت کا ستارا اَوجِ ثریا پر نہ چمک پایا تھا اور وہ بے خبر تھے کہ نبیٔ آخرالزماں ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے اس شہرِ خنک میں تشریف لا نے والے ہیں۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے یہودی مالک کے کھجوروں کے باغ میں کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے تھے کہ اُنہوں نے اپنے یہودی مالک کو کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا کہ مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں آنے والی ہستی نبیٔ آخرالزماں ﷺ ہونے کی داعی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دل مچل اٹھا، اور تلاشِ حق کے مسافر کی صعوبتیں لمحۂ مسرت میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ وہ ایک طشتری میں تازہ کھجوریں سجا کر والیٔ کونین ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ صدقے کی کھجوریں ہیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے وہ کھجوریں یہ فرما کر واپس کر دیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے۔ غموریا کے پادری کی بتائی ہوئی ایک نشانی سچ ثابت ہو چکی تھی۔ دوسرے دن پھر ایک خوان میں تازہ کھجوریں سجائیں اور کھجوروں کا خوان لے کر رسولِ ذی حشم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یہ ہدیہ ہے، قبول فرما لیجئے۔ حضور ﷺ نے یہ تحفہ قبول فرما لیا اور کھجوریں اپنے صحابہ میں تقسیم فرما دیں۔

دو نشانیوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اب مُہرِ نبوت کی زیارت باقی رہ گئی تھی۔ تاجدارِ کائنات ﷺ جنت البقیع میں ایک جنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور ایک جگہ جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آقائے دوجہاں ﷺ کی پشت کی طرف بے تابانہ نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ آقائے کائنات ﷺ نے نورِ نبوت سے دیکھ لیا کہ سلمان کیوں بے قراری کا مظاہرہ کر رہا ہے، مخبرِ صادق ﷺ نے ازرہِ محبت اپنی پشت انور سے پردہ ہٹا لیا تاکہ مہرِ نبوت کے دیدار کا طالب اپنے من کی مراد پا لے۔ پھر کیا تھا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہی بدل گئی، تصویرِ حیرت بن کے آگے بڑھے، فرطِ محبت سے مہرِ نبوت کو چوم لیا اور آپ ﷺ پر ایمان لاکر ہمیشہ کیلئے دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو

گئے۔(۱)

۱۸۔حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقاء کا کمالِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ

رئیسِ قریش سفیان بن خالد نے ایک سازش کے تحت چند آدمی مدینہ منورہ بھیجے کہ اپنے مسلمان ہونے کا ڈھونگ رچائیں اور محمد(ﷺ) سے درخواست کرکے چند مبلغین اپنے ہمراہ لائیں تاکہ اُنہیں مقتولینِ اُحد کا انتقام لینے کے لئے قتل کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے انہیں سو اونٹوں کا لالچ دیا گیا۔ یہ سازشی عناصر مدینہ منورہ سے جن مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ان میں حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستے میں اُنہوں نے اپنے مزید آدمیوں کو بلا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گھیرا تنگ کر دیا، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمت نہ ہاری اور جرأت و بہادری سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ مٹھی بھر مجاہد آخر دم تک لڑتے رہے اور سوائے دو افراد کے سب کے سب شہید ہو گئے، ان دو کو مکہ لے جا کر فروخت کر دیا گیا۔ ان میں ایک حضرت زید رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں صفوان بن اُمیہ نے پچاس اونٹوں کے عوض خریدا تاکہ باپ کے بدلے میں انہیں قتل کر کے اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کر سکے۔

کفار و مشرکین کے سازشی گروہ میں ایک عورت سُلافہ بنت سعد بھی شامل تھی جس کے دو بیٹے غزوۂ اُحد میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر اُسے مل جائے تو وہ اُس کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، تو اس سے قبل اُنہوں نے بارگاہِ خُداوندی میں دعا کی: یا

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۹۸، رقم:۶۵۴۴

۲۔ بزار، المسند، ۶:۴۶۳۔۴۶۵، رقم: ۲۵۰۰

۳۔ طبرانی، معجم الکبیر، ۶:۲۲۲۔۲۲۴، رقم: ۶۰۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۴:۷۵۔۸۰

۵۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱:۴۰

اللہ! میرے آقا و مولا ﷺ کو میری شہادت سے آگاہ فرما دے۔ اے پروردگارِ عالم! میرا سر تیری راہ میں کاٹا جا رہا ہے تو اس کی حفاظت فرما۔

جب کفار حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر کاٹنے لگے تو کہیں سے شہد کی مکھیوں کا ایک غول نمودار ہوا، جس نے شہید کے بدن کو اپنے حصار میں لے لیا۔ کفار نے سر کاٹنے کا کام یہ سوچ کر رات پر ملتوی کر دیا کہ رات کو تو شہد کی مکھیاں غائب ہو جائیں گی، لیکن رات شدید بارش ہوئی اور شہید کی لاش کو طوفانی موج بہالے گئی۔ دوسری طرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جانے لگا تو کفار و مشرکینِ مکہ کا ایک ہجوم جمع ہو گیا، جس میں ابوسفیان بھی شامل تھے۔ ابوسفیان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

أنشدك الله يا زيد! أتحب أن محمداً الآن عندنا مكانك يضرب عنقه وانك فی أهلك ؟

''اے زید! تجھے اللہ رب العزت کی قسم، (سچ سچ بتا) کیا تو پسند کرتا ہے کہ اس وقت تمہارے بجائے محمد (ﷺ) ہمارے پاس ہوتے کہ ہم (نعوذ باللہ) اُنہیں قتل کرتے اور تم اپنے اہل و عیال کے پاس ہوتے؟''

اسیرِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنے محبوب آقا ﷺ کا چہرہ گھوم گیا، فرمایا:

واللہ! ما أحبّ أنّ محمداً الآن فی مكانه الذی هو فيه تصيبه شوكة تؤذيه وأنی جالسٌ فی أهلی۔

''خدا کی قسم! میں تو یہ بھی نہیں گوارا کرتا، کہ میرے آقا و مولا محمد ﷺ کو اس وقت جہاں بھی رونق افروز ہوں، کانٹا بھی چبھے، کہ جس سے اُنہیں تکلیف پہنچے اور میں آرام سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھا رہوں۔''

ابوسفیان نے غلامِ مصطفیٰ ﷺ کی جاں نثاری کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

ما رأيتُ من الناس أحدا يحب أحداً كحبِ أصحاب محمد

محمداً۔

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ دوسروں سے ایسی محبت کرتا ہو جیسی محبت محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) سے کرتے ہیں۔''(۱)

حضرت خبیب ﷺ کو بھی قیدی بنا لیا گیا تھا اور کچھ عرصے بعد اُنہیں بھی تختہ دار پر لٹکا دیا گیا لیکن شہادت سے قبل آپ نے مہلت مانگی کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، اجازت ملنے پر وہ اطمینان سے بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تختہ دار پر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں التجاء کی کہ مولا! میرا سلام میرے آقا ﷺ تک پہنچا دے۔ حضرت اُسامہ ﷺ کا بیان ہے کہ اس وقت میں مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا: **وعلیکم السلام**۔ اس کے ساتھ ہی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ قریشِ مکہ نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے ایسے چالیس افراد بلائے جن کے آباء و اجداد جنگِ بدر میں واصلِ جہنم ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کو شہید کیا، آپ ﷺ کی میت تختہ دار پر لٹکی رہی، جس کی نگرانی کے لئے کفار نے چالیس افراد کا ایک ٹولہ مقرر کیا۔ حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اُس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أیّکم ینزل خبیبًا عن خشبته وله الجنة(۲)

''تم میں سے جو شخص بھی حضرت خبیب ﷺ کو تختہ دار سے اُتارے گا اُس کے

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۱۲۶
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۵۵، ۵۶
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۶۵
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۷۹
۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۱۰۸، ۱۵۵، ۳۵۸
۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۲:۱۹
۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۶۴۹
(۲) حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۱۶۰۔۱۶۱

لئے جنت ہے۔‘‘

چنانچہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اس حکم کو قبول کیا اور اُنہیں تختہ دار سے اُتار کر لائے۔

۱۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جاں نثاری

غزوۂ اُحد میں حضور رحمتِ عالم ﷺ زخمی ہو گئے، خود (لوہے کی ٹوپی جو دورانِ جنگ پہنی جاتی تھی) کی کڑیوں نے رخسارمبارک زخمی کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح دوڑتے ہوئے خدمتِ اقدس میں پہنچے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح نے آگے بڑھ کر رخسارِ اقدس سے خود کی کڑیوں کو نکالا۔ پہلی کڑی نکالنے لگے تو زور سے پیچھے گر پڑے اور ان کا ایک دانت ٹوٹ گیا۔ لیکن شمع رسالت کے پروانے نے اپنے زخمی ہونے کی پروانہ کی اور آپ ﷺ کے رخسارِ اقدس سے خود کی دوسری کڑی کو بھی نکال لیا لیکن ایسا کرتے ہوئے ایک بار پھر گر گئے اور دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔(۱)

وہ زبانِ حال سے گویا ہوئے: یا رسول اللہ! یہ تو محض دو دانت ہیں آپ کے قدموں پر گر کر جان بھی چلی جائے تو میرے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہوگا۔

۲۰۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کا خوبصورت ’’قصاص‘‘

جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ نے جذبۂ عشق کو ایک تحریک بنا دیا تھا۔ جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جب صفیں درست فرما رہے تھے تو سواد بن عزیہ کے پیٹ میں جو صف سے ذرا آگے بڑھے ہوئے تھے، تیر چبھو کر فرمایا:

استو یا سواد۔

’’سواد! برابر ہو جا۔‘‘

(۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴:۲۹

اس پر انہوں نے عرض کیا:

يا رسول الله! أوجعتني، و قد بعثك الله بالحق، فأقدني، فكشف رسول الله ﷺ عن بطنه وقال: إستقِد۔ فاعتنقه، وقبل بطنه و قال: ما حملك على هٰذا يا سواد؟ فقال: يا رسول الله! حضر ما ترى و لم آمن القتل، فإني أحب أن أكون آخر العهد بك أن يمسّ جلدي جلدك، فدعا له رسول الله ﷺ بخير ۔(۱)

''یا رسول اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، سو مجھے بدلہ دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا لیا اور فرمایا: بدلہ لے لو۔ وہ (تو بہانہ ڈھونڈ رہے تھے) حضور ﷺ سے لپٹ گئے اور بطنِ اقدس کو بوسہ دینے لگے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سواد! تجھے کس چیز نے اس عمل کی ترغیب دی؟ اُنہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں ممکن ہے میں جنگ میں زندہ نہ بچ سکوں اس پر میں نے چاہا کہ میرا آخری عمل آپ کے ساتھ یہ ہو کہ میرا جسم آپ کے جسمِ اطہر سے مس ہو جائے، پس رسول اللہ(ﷺ) نے ان کے لئے دُعائے خیر فرمائی۔

۲۱۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے الوداعیہ کلمات

حضرت سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع غزوۂ اُحد میں شدید زخمی ہوگئے۔ بارہ نیزے ان کے جسم کے آر پار ہوئے، تلوار اور تیر کے زخم جو اس کے علاوہ تھے ستّر (۷۰) کے لگ

(۱) ۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳:۲۷۱
۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۳:۱۷۴
۳۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲:۳۲
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۲:۵۹۰ رقم: ۲۳۳۳
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲:۴۰۲

بھگ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ سعد بن ربیع کی خبر کون لائے گا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے انہیں شہیدوں کے درمیان شدید زخمی حالت میں پایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بتایا کہ مجھے حضور ﷺ نے تمہارا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر اُنہوں نے اپنا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فاذهب إليه فأقرئه منّى السلام، وأخبره أنى قد طعنت اثنتى عشرة طعنة، وأنى قد أنفذت مَقاتلى، و أخبر قومك أنّه لا عذر لهم عند الله، إنْ قتل رسول الله ﷺ، و واحد منهم حىّ۔(۱)

''میرے آقا ﷺ کے حضور میرا سلام پیش کرنا اور کہنا کہ مجھے نیزے کے بارہ زخم لگے ہیں اور میں نے اپنے مقابل کے جسم سے نیزہ آر پار کر دیا ہے۔ اپنے لوگوں سے کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو کچھ ہوا اور تم میں سے ایک فرد بھی زندہ بچا تو قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔''

یہ ان کا جذبۂ جاں نثاری تھا کہ بدن زخموں سے چور ہے اور زندہ بچ جانے کی کوئی اُمید نہیں مگر پھر بھی تصورِ محبوب ﷺ ہی میں کھوئے ہوئے ہیں اور اُن کے بارے میں نہ صرف فکر مند ہیں بلکہ اپنی قوم کو یہ پیغام بھی دے رہے ہیں کہ خبردار! اسی محبوب ﷺ کے دامن سے وابستہ رہنا۔

---

(۱) ۱۔ مالک بن انس، موطا، ۲: ۴۶۵۔۴۶۶
۲۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۲: ۵۹۰
۳۔ ابن عبد البر، التمہید، ۲۴: ۹۴
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۵۲۴
۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۴۸۱
۶۔ عسقلانی، الاصابہ، ۳: ۵۹
۷۔ زرقانی، شرح علی موطا، ۳: ۵۹

۲۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ ایثار و محبت

سفرِ ہجرت کے آخری مرحلے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ قبا میں قیام پذیر تھے۔ مسجد قبا کی تعمیر کے بعد حضور ﷺ یثرب ..... جسے بعد میں مدینۃ النبی ﷺ بننے کا اعزاز حاصل ہونا تھا ..... کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق یہ ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا، یثرب کے شہری جوق در جوق حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ناقہ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ بنونجار کی خوش بخت بچیاں دف کے ساتھ استقبالیہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔ عورتیں، مرد، بچے تمام مہمانِ مکرم ﷺ کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے ہوئے تھے۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ اُسے والیٔ کونین ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہو لیکن یہ شرفِ عظیم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا جاچکا تھا۔ آپ ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر نچلی منزل میں قیام پذیر ہوئے جبکہ وہ میاں بیوی بالا خانے پر رہنے لگے تاکہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کو بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہونے میں آسانی رہے۔ ایک دن بالائی منزل میں پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میاں بیوی کو خدشہ ہوا کہ کہیں چھت نہ ٹپکنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے پانی جذب کرنے کے لئے اس پر لحاف ڈال دیا اور خود ساری رات دونوں میاں بیوی سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فلقد انکسر حب لنا فیه ماء، فقمت أنا و أم أیوب بقطیفة لنا ما لنا لحاف غیرها ننشف بها الماء تخوفاً أن یقطر علی رسول اللهﷺ منه شئ فیؤ ذیه۔(۱)

’’ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی بہہ گیا، پس میں اور (میری اہلیہ) اُم

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۱۱۹، رقم: ۳۸۵۵
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۵۲۱، رقم: ۵۹۳۹
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۳: ۲۰۱
۴۔ سمہودی، وفاء الوفاء، ۱: ۲۶۴
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۷۶

ایوب اپنے واحد لحاف سے پانی صاف کرتے رہے اس خوف سے کہ کہیں پانی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اوپر ٹپک جائے اور انہیں تکلیف پہنچے۔‘‘

۲۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تبرکاتِ رسول ﷺ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے تبرکاتِ مقدسہ محفوظ تھے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی:

ان یکفن فی قمیص کان رسول اللہ ﷺ قد کساہ إیاہ۔ و أن یجعل مما یلی جسدہ۔ وکان عندہ قلامۃ أظفار رسول اللہ، فأوصی أن تُسحق و تجعل فی عینیہ و فمہ، وقال: افعلوا ذالك، و خلّوا بینی و بین أرحم الراحمین۔(۱)

’’مجھے اس قمیص میں کفنایا جائے جسے رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنایا تھا اور اسے ان کے جسم پر (اس طرح) ڈال دیا جائے (کہ درمیان میں کوئی اور کپڑا حائل نہ ہو)۔‘‘

علاوہ ازیں ان کے پاس حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے تراشے ہوئے مبارک ناخن تھے۔ انہوں نے وصیت کی کہ ان مبارک ناخنوں کو باریک پیس کر ان کی آنکھوں اور منہ میں ڈال دیا جائے پھر فرمایا میں جیسا کہتا ہوں ایسا ہی کرنا اور باقی معاملہ میرے اور ارحم الرحمین کے درمیان چھوڑ دینا۔

۲۴۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت

غزوۂ بدر کے موقع پر ایک کم سن نوجوان مجاہدینِ اسلام کی صفوں میں چھپتا پھر

---

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۵: ۲۰۳
۲۔ نووی، تہذیب الاسماء، ۲: ۱۰۳
۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴

رہا تھا۔ حضور ﷺ نے صف بندی کے دوران اس نوجوان کو دیکھ کر فرمایا: بیٹا! ابھی تمہاری عمر لڑنے کی نہیں ہے، اس لئے تم واپس چلے جاؤ۔ رسولِ خدا ﷺ کا یہ حکم سن کر وہ نوجوان جو کم عمری کے باوجود دل میں شہادت کی شدید آرزو رکھتا تھا آبدیدہ ہوگیا، اور عرض پرداز ہوا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوں، شاید میرا لہو اللہ کی راہ میں کام آجائے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اس نوجوان کا جذبۂ ایمان دیکھ کر اُسے اجازت مرحمت فرمادی اور اسے تلوار بھی عطا کی۔ تاریخ اس نوجوان کو حضرت عمیر بن ابی وقاص ﷺ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت عمیر بن ابی وقاص ﷺ دشمن پر ٹوٹ پڑے، آخر دادِ شجاعت دیتے ہوئے فقط سولہ سال کی عمر میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے اور اپنا نام اسیرانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھوانے کی سعادت حاصل کی۔ (۱)

۲۵۔ حضرت ابو جندل ﷺ کا پاسِ عہد

حضرت ابو جندل ﷺ عشقِ رسول کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہوئے اور اپنا سب کچھ حضور ﷺ کے قدموں پر نثار کر دینے کا عہد کر

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۱۴۹
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۰۸، رقم: ۴۸۶۴
۳۔ سہیلی، الروض الانف، ۳: ۱۶۴
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۴: ۲۸۷
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۹۷
۶۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۳۹۴
۷۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۶۹
۸۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۷۲۵
۹۔ مروزی، السنۃ، ۱: ۴۷
۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۳۸۰

لیا۔ اس کی پاداش میں ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، کفار و مشرکین مکہ نے اس جاں نثارِ پیغمبر ﷺ کو زنجیروں میں جکڑ دیا لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز خیطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھی کہ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کفار و مشرکین کی قید سے بھاگ کر پناہ کے لئے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ سے تمام تر ہمدردی کے باوجود آپ ﷺ کو معاہدے کی خلاف ورزی ہرگز گوارا نہ تھی۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے دل پر پتھر رکھ کر ابوجندل رضی اللہ عنہ کی واپسی کی تجویز سے اتفاق کیا۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو مخاطب کیا:

يا أبا جندل! قد تم الصلح بيننا و بين القوم، فاصبر حتى يجعل الله لك فرجا و مخرجاً ۔(۱)

''اے ابوجندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہو گئی ہے، اس لئے تم صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش اور نکلنے کی راہ پیدا کر دے۔''

ابوجندل رضی اللہ عنہ نے آقا ﷺ کے فرمان کی تعمیل کر کے اطاعت و اتباع کی ایک نئی داستان قلمبند کی اور اپنے عمل سے ایفائے عہد کے چراغ کو بجھنے نہ دیا۔

۲۶۔ رئیس المنافقین کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا لافانی کردار

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا، مدینہ منورہ میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۹۷
۲۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۹۶۷، کتاب الشروط، رقم: ۲۵۶۴
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹: ۲۲۷
۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۶، رقم: ۱۵
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۲۳
۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۸۷

آوری سے قبل اسے یثرب کا بادشاہ بنانے کی تیاریاں کی جا رہی تھیں، لیکن حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے یہ منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا اور ریاستِ مدینہ کا قیام عمل میں آیا۔ عبداللہ بن ابی اور دیگر منافقینِ مدینہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا راستہ روکنے کے لئے در پردہ سازشوں کا جال بننے لگے اور مہاجرینِ مکہ کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ اسی طرح منافقینِ مدینہ طبقاتی کشمکش کو ہوا دے کر ریاستِ مدینہ کے امن کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اسی عبداللہ بن اُبی کے بیٹے تھے لیکن منافق باپ کے سازشی ذہن سے انہیں دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ وہ حضور ﷺ کے جاں نثار صحابی تھے اور اپنے باپ کی حرکتوں پر اندر ہی اندر کھولتے رہتے تھے۔ وہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ کی جملہ منفی سرگرمیوں کے پس منظر میں عرض پرداز ہوئے۔ یا رسول اللہ! مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے باپ کا کانٹا راستے سے ہٹا دوں تاکہ دینِ مبین کی پیش رفت میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

أنه استأذن النبی ﷺ أن يقتل أباه، قال: لا تقتل أباك۔(۱)

’’(حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی) نے نبیٔ اکرم ﷺ سے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کو قتل نہ کر۔‘‘

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۷۹، رقم: ۶۴۹۰
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۵۳۸، رقم: ۶۶۲۷
۳۔ شیبانی، الاحاد والمثانی، ۴: ۲۳، رقم: ۱۹۶۷
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۸
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

۲۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

مرّ رسول الله ﷺ بعبد الله بن أبی و هو فی ظل أطم، فقال: عبر علينا ابن أبی كبشة، فقال ابنه عبدالله بن عبدالله: يا رسول الله! والذی أكرمك لئن شئت لاتيتك برأسه، فقال: لا، ولكن بر أباك و أحسن صحبته ۔(۱)

''عبداللہ بن ابی ایک بلند ٹیلہ کے سایہ میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا: ابن ابی کبشہ کا یہاں سے گذر ہوا۔ اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مکرم و محترم بنایا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اپنے) اس (بدبخت باپ) کا سر (قلم کرکے) آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر کردوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اپنے والد کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ محبت سے پیش آؤ۔''

یہ بات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایسا مخلص شخص ہی کہنے کی جرأت کر سکتا ہے جس نے محبتِ رسول ﷺ میں اپنی ذات کو گم کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اپنا حقیقی باپ ابن ابی، حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے راستے کی دیوار بنتا نظر آیا تو اُنہوں نے اس دیوار کو ہی گرانے کا فیصلہ کر لیا۔

۳۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی پر ایک مقام پر ابن ابی نے حضور تاجدارِ

---

(۱) ۱۔ ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (۹: ۳۱۸)' میں کہا ہے کہ اُسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔
الصحیح
۲۔ ابن حبان، ا ،۲: ۱۷۰، ۱۷۱، رقم: ۴۲۸
۳۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۴۹۸، رقم: ۲۰۲۹
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۸۰، رقم: ۲۲۹
۵۔ عسقلانی، الاصابہ، ۴: ۱۵۵

کائنات ﷺ کی شان میں بعض گستاخانہ الفاظ کہے۔ اس پر اس کا حقیقی بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تلوار سونت کر اپنے باپ کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اسے خوب ذلیل کیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لما رجع رسول الله من بنی المصطلق، قام ابن عبدالله بن أبی: فسَلّ علی أبیه السیف، و قال: لله علی ألا أغمده حتی تقول محمد الاعز وأنا الأذل، قال: ویلك! محمد الأعز و أنا الأذل، فبلغت رسول الله فأعجبه و شکرها له.(۱)

''جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو ابن عبداللہ بن ابی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ پر تلوار سونتی اور فرمایا: بخدا! میں اس وقت تک اپنی تلوار میان میں نہیں رکھوں گا جب تک تو زبان سے یہ نہیں کہہ دیتا کہ محمد ﷺ معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ اس نے کہا: تو ہلاک ہو، محمد (ﷺ) معزز ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کی جرأت کو پسند فرمایا اور سراہا۔

۲۷۔ حضرت سُمَیّہ رضی اللہ عنہا سے روحِ ایمانی کو جدا نہ کیا جا سکا

جس طرح سب سے پہلے اسلام کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہونے کا اعزاز ایک معزز خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا اُسی طرح سب سے پہلے حق کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کی سعادت بھی ایک خاتون کو حاصل ہوئی۔ یہ خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں، جنہوں نے ناموسِ

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۳۱۷، ۳۱۸
۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۵۲۰، رقم: ۱۲۴۰
۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۸: ۱۲۹
۴۔ آلوسی، روح المعانی، ۲۸: ۱۱۶

رسالت کے تحفظ کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی ان کے جذبۂ ایمانی کو طرح طرح سے آزمایا گیا لیکن جان کا خوف بھی ان کے جذبۂ ایمان کو شکست نہ دے سکا۔ روایات میں مذکور ہے کہ انہیں گرم کنکریوں پر لٹایا جاتا، لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر دیا جاتا، لیکن تشنہ لبوں پر محبتِ رسول کے پھول کھلتے رہے اور پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ عورت تو نازک آبگینوں کا نام ہے جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان کا حصارِ آہنی بن گئیں۔

وروی أن ابا جهل طعنها فی قبلها بحربة فی یده، فقتلها، فهی أول شهید فی الإسلام، وکان قتلها قبل الهجرة، وکانت ممن أظهر الإسلام بمکة فی أول الإسلام.(۱)

''روایت ہے کہ ابوجہل نے ان کے جسم کے نازک حصے پر برچھی کا وار کیا جس سے وہ شہید ہوگئیں، یہ اسلام کی پہلی شہید خاتون ہیں، جن کو ہجرت سے پہلے شہید کر دیا گیا اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام کے ابتدائی دور میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کیا تھا۔''

ابن اسحاق نے آل عمار بن یاسر کے کسی شخص سے روایت نقل کی ہے کہ:

أن سمیة أم عمار عذبها هذا الحی من بنی المغیرة علی الاسلام، و هی تأبی حتی قتلوها، وکان رسول اللهﷺ یمر بعمار و أبیه و أمه و هم یعذبون بالأبطح فی رمضاء مکة، فیقول: صبرًا، یا آل

---

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۱۳، رقم: ۳۳۸۶۹
۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۷: ۲۴، رقم: ۳۴۶۰
۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۱: ۲۱۶، رقم: ۴۱۷۴
۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۵۰
۴۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۳

یاسر فإن موعدکم الجنة۔ (۱)

''اُمِ عمار حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بنی مغیرہ نے اسلام لانے کی پاداش میں تکلیفیں پہنچائیں مگر اس نے (اقرار اسلام کے سوا) ہر چیز کا انکار کیا حتی کہ اُنہوں نے اسے شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کا جب حضرت عمار اور ان کے والد اور والدہ کے پاس سے گزر ہوتا جن کو کفار کی طرف سے مکہ کی شدید گرمی میں وادی أبطح میں عذاب دیا جا رہا ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے اے آلِ یاسر! صبر کرو، جنت تمہارا انتظار کر رہی ہے۔''

۲۸۔ حضرت عداس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قدموں میں

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں نے شقاوتِ قلبی کی انتہا کر دی تھی، جسمِ اطہر پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ﷺ کے مبارک ٹخنوں سے خون بہنے لگا۔ مضروبِ طائف حضور رحمتِ عالم ﷺ کچھ دیر کے لئے ایک باغ میں رکے، یہ باغ ربیعہ نامی شخص کا تھا جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کا بدترین دُشمن تھا۔ اس کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اس وقت باغ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے ایک طشتری میں انگور کا ایک خوشہ دے کر اپنے غلام عداس کے ذریعے حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ آقائے محتشم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کے دانے توڑے تو عداس کی نظریں چہرۂ اقدس پر جم کر رہ گئیں۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں کے لوگ بسم اللہ پڑھ کر کھانا نہیں کھاتے۔ حضور ﷺ نے غلام سے پوچھا: تم کس ملک کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا تعلق کس دین سے ہے؟ اُس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی ہوں

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۲۳۹، رقم: ۱۶۳۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۳۲، رقم: ۵۶۴۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۳۰۳، رقم: ۷۶۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳: ۴۹
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۱۶۲
۶۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۷: ۱۵۲

اور نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ نینویٰ جو یونس بن متی کا شہر ہے؟ عداس تصویرِ حیرت بن گیا اور بولا: آپ یونس بن متی کو جانتے ہیں؟ ارشادِ گرامی ہوا کہ یونس بن متی میرے بھائی ہیں، وہ بھی ربِ ذوالجلال کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ عداس فرطِ عقیدت سے اُٹھ کھڑا ہوا، پہلے رحمۃ للعالمین ﷺ کے سرِ انور کو چوما اور پھر آقائے مکرم ﷺ کے پائے اقدس کے بوسے لینے لگا۔ واپس اپنے مالکان کی خدمت میں پہنچا تو اُنہوں نے اسے ڈانٹا لیکن غلامِ بےنوا کے لبوں پر یہ الفاظ مچل اُٹھے:

ما فی الأرض خیر من هذا۔(۱)

''روئے زمین پر آج ان سے بہتر کوئی نہیں۔''

۲۹۔حضور ﷺ کی مبارک چادر سے کفن بنانے کی آرزو

کسی خاتون نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں ایک چادر پیش کی۔ آقائے محتشم ﷺ نے اسے زیبِ تن فرمایا اور اپنے صحابہ ﷺ کی محفل میں تشریف لائے۔ ایک صحابی عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عنایت فرمادیجئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے یہ چادر اسے عطا فرمادی۔ صحابہ کرام ﷺ کو اس شخص کا یہ عمل پسند نہ آیا اور اسے کہا کہ جب تمہارے علم

---

(۱) ۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ،۲: ۲۶۸، ۲۶۹
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۷۸
۳۔ ابن عبدالبر، الدرر، ۱: ۶۳
۴۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱۶: ۲۱۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ،۳: ۱۳۶
۵۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱: ۵۵۴، ۵۵۵
۶۔ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ،۲: ۹۲
۷۔ عسقلانی، الاصابہ،۴: ۴۶۷
۸۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۰۰
۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۱: ۳۵۵، ۳۵۶

میں تھا کہ حضور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگ لی؟ وہ شخص جو ایک عاشقِ رسول تھا، جواب میں گویا ہوا۔

رجوتُ برکتها حین لبسها النبی ﷺ، لعلی أکفن فیها (۱)

''جب نبیٔ اکرم ﷺ نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی آرزو کی کہ میں اس میں کفنایا جاؤں۔''

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسے اسی چادر میں دفنایا گیا۔

۳۰۔ حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا کی داستانِ استقامت

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ معاذ اللہ شہید کردیئے گئے۔ اس خبر کا سننا تھا کہ مدینے میں ہر طرف کہرام مچ گیا۔ اہلِ مدینہ شہر سے باہر نکل آئے۔ ان میں قبیلہ انصار کی ایک خاتون حضرت ہند بنت حزام رضی اللہ عنہا بھی تھی جس کا باپ، بھائی اور خاوند حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے، اور تمام کے تمام اس غزوہ میں شہید ہوگئے تھے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۴۵، کتاب الأدب، رقم: ۵۶۸۹
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۲۹، کتاب الجنائز، رقم: ۱۲۱۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۰، رقم: ۹۶۵۹
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۷۷، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۵۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۳۳
۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۷۰، رقم: ۴۶۲
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۰۴، رقم: ۶۴۸۹
۸۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۰، رقم: ۶۶۳۴
۹۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۱۴۳، رقم: ۵۷۸۵
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۴۵۴

جب اس خاتون سے کوئی صحابی ملتا تو وہ اطلاع دیتا کہ تیرا باپ وہاں شہید ہوگیا اور کوئی اس کے خاوند کی شہادت کا تذکرہ کرتا تو کوئی بھائی کی شہادت کی خبر دیتا۔ وہ عظیم خاتون سن کر کہتی کہ یہ بات نہ کرو بلکہ یہ بتلاؤ:

ما فعل برسول اللهﷺ ؟(۱)

''رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

خير هو بحمد لله كما تحبّين۔

''الحمدللہ! آپ ﷺ اسی طرح خیریت سے ہیں جس طرح تو پسند کرتی ہے''۔

حضور ﷺ کی خیریت کی خبر سن کر وہ کہنے لگی:

أرونيه حتى أنظر إليه

''مجھے آپ ﷺ کی زیارت کراؤ، حتی کہ میں خود اُنہیں دیکھ لوں۔''

جب اس خاتون نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھا تو پکار اٹھی:

يا رسول الله! كل مصيبة بعدك جلل ۔(۲)

''یارسول اللہ! آپ کے ہوتے ہوئے ہر غم و پریشانی ہیچ ہے۔''

---

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ،۲:۹۳

(۲) ۱۔ابن ہشام، السیرۃ النبویہ،۴: ۵۰

۲۔طبری، تاریخ الامم والملوک،۲:۴۷

۳۔حلبی، السیرۃ الحلبیہ،۲: ۵۲۸، ۵۴۲

۳۔ابن کثیر، البدایہ والنہایہ،۴: ۴۷

۵۔قسطلانی، المواہب اللدنیہ،۲:۹۳

۳۱۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقامِ عشق

ایک نوجوان صحابی حضرت حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے ساتھ حجلۂ عروسی میں تھے کہ کسی پکارنے والے نے آ قائے دوجہاں ﷺ کے حکم پر جہاد کے لئے پکارا۔ وہ صحابی اپنے بستر سے اُٹھے۔ دلہن نے کہا کہ آج رات ٹھہر جاؤ، صبح جہاد پر روانہ ہو جانا۔ مگر وہ صحابی جو صہبائے عشق سے مخمور تھے، کہنے لگے: اے میری رفیقۂ حیات! مجھے جانے سے کیوں روک رہی ہو؟ اگر جہاد سے صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو زندگی کے دن اکٹھے گزار لیں گے ورنہ کل قیامت کے دن ملاقات ہوگی۔''

اس صحابی رضی اللہ عنہ کے اندر عقل و عشق کے مابین مکالمہ ہوا ہوگا۔ عقل کہتی ہوگی: ابھی اتنی جلدی کیا ہے؟ جنگ تو کل ہوگی، ابھی تو محض اعلان ہی ہوا ہے۔ شبِ عروسی میں اپنی دلہن کو مایوس کر کے مت جا۔ مگر عشق کہتا ہوگا: دیکھ! محبوب کی طرف سے پیغام آیا ہے، جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا نہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسی جذبۂ حب رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اللہ رب العزت کے فرشتوں نے انہیں غسل دیا اور وہ 'غسیل الملائکہ' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب جنگ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ملائکہ کو انہیں غسل دیتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے:

إنّ صاحبكم لتُغَسّله الملائكة يعنى حنظلة، فسألوا أهله: ماشأنه؟ فسئلت صاحبته فقالت: خرج و هو جنب حين سمع الهائعة، فقال رسول اللهﷺ: لذالك غسلته الملائكة، وكفى بهذا شرفاً و منزلة عندالله تعالٰى۔ (۱)

(۱) ۱۔ ابن اثیر، اسد الغابۃ، ۲: ۸۶
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۲۵، رقم: ۴۹۱۷
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۹۵، رقم: ۷۰۲۵
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۵، رقم: ۶۶۰۵

’’تمہارے ساتھی حنظلہ کو فرشتوں نے غسل دیا ان کے اہلِ خانہ سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے فرشتے اسے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنگ کی پکار پر حالتِ جنابت میں گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے اسے غسل دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقام و مرتبے کے لئے یہی کافی ہے۔‘‘

اسی جذبے کے احیاء کی آج پھر ضرورت ہے۔ اگر ہم جوان نسل میں کردار کی پاکیزگی، تقدس اور ایمان کی حلاوت نئے سرے سے پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان میں اس تعلقِ عشقی کو کوٹ کوٹ کر بھرنا ہوگا۔

۳۲۔ فراقِ رسول ﷺ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب انہیں ان کے بیٹے نے حضور ﷺ کے وصال مبارک کی خبر دی وہ اس وقت اپنے کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر غمزدہ ہوگئے اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی:

اللّٰھم! اذھب بصری حتی لا أری بعد حبیبی محمداً ﷺ

..... ۵۔ ابن اسحاق، سیرۃ، ۳: ۳۱۲

۶۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۴: ۲۳

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۴: ۲۱

۸۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۵۲۵

۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۶۹

۱۰۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۱۰

۱۱۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۱: ۳۵۷

أحدا۔(۱)

’’اے میرے اللہ! میری آنکھوں کی بینائی اب ختم کر دے تاکہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو دیکھ ہی نہ سکوں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی دعا قبول فرما لی۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إن رجلا من أصحاب محمد ذهب بصره فعادوهٗ۔

’’حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک صحابی کی بینائی (فراقِ رسول ﷺ میں) جاتی رہی تو لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے۔‘‘

جب ان کی بینائی ختم ہونے پر افسوس کا اظہار کیا گیا تو وہ کہنے لگے:

كنتُ أريدهما لأنظر إلى النبي ﷺ، فأما إذا قُبض النبي، فوالله ما يسّرني أن بهما بظبي من ظباء تبالة۔(۲)

’’میں ان آنکھوں کو فقط اس لئے پسند کرتا تھا کہ ان کے ذریعے مجھے نبیٔ اکرم ﷺ کا دیدار نصیب ہوتا تھا۔ اب چونکہ آپ ﷺ کا وصال ہوگیا ہے اس لئے اگر مجھے چشمِ غزال (ہرن کی آنکھیں) بھی مل جائیں تو کوئی خوشی نہ ہوگی۔‘‘

۳۳۔ سفیرِ قریش اور معیارِ ایمان

کتبِ حدیث و سیر میں درج ہے کہ قبل از اسلام کفار و مشرکین نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں بھیجا۔ حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر نگاہ پڑتے ہی ایمان کی روشنی دل میں اتر گئی اور وہ عرض گزار ہوئے: آقا! اب واپس جانے کو جی نہیں چاہتا، مجھے اپنے قدموں میں ہی رہنے دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، آدابِ

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۹۴

(۲) بخاری، الادب المفرد، ۱: ۱۸۸، رقم: ۵۳۳

سفارت کا تقاضا ہے کہ تم واپس جاؤ۔ تم ایک سفیر کی حیثیت سے میرے پاس آئے تھے اور سفیر کو روکنا مجھے گوارا نہیں، اس لئے واپس لوٹ جاؤ۔ چنانچہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے، لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ واپس آ کر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے دامنِ عاطفت میں پناہ لے لی۔

وہ فرماتے ہیں:

بعثتنی قریش إلی رسول اللہ ﷺ، فلمّا رأیتُ رسول اللہ ﷺ ألقی فی قلبی الإسلام، فقلت: یا رسولَ اللہ! إنی، و اللہ! لا أرجع إلیھم أبداً، فقال رسول اللہ: إنی لا أخیس بالعھد، و لا أحبس البرد، و لکن ارجع، فإن کان فی نفسك الذی فی نفسك الآن، فارجع ۔ (۱)

’’مجھے قریش نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھیجا، آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اِسلام نے میرے دل میں گھر کرلیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزاری: یارسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! اب لوٹ کر کفار کی طرف نہیں جاؤں گا (بلکہ ساری زِندگی آپ کے قرب میں گزار دُوں گا۔) آپ ﷺ نے فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اور نہ سفیر کو اپنے پاس رو کے رکھنا میرے طریق

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۸۲، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۵۸
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵:۲۰۵، رقم: ۸۶۴۷
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۸
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۱:۲۳۳، رقم: ۴۸۷۷
۵۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۹۱، رقم: ۶۵۳۸
۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۳:۳۱۸
۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱:۳۲۳، رقم: ۹۶۳
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۹:۱۴۵، رقم الباب: ۱۲۴
۹۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱:۳۹۳، رقم: ۱۶۳۰

میں سے ہے۔ اِس وقت لوٹ جاؤ، اگر محبت کا یہی عالم برقرار رہا تو پھر واپس چلے آنا۔‘‘

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ اپنی داستانِ وفا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حکمِ رسول ﷺ کے مطابق اُس وقت میں واپس لوٹ آیا لیکن کفار ومشرکین میں میرا جی نہ لگتا تھا، پھر میں حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام لے آیا۔

۳۴۔ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کے محبت آمیز جذبات

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ کی مثل ایک اور روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب لشکرِ یمامہ کے سپہ سالار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ اَقدس میں پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے ثمامہ کو مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھنے کا حکم دیا۔ تین دِن تک ثمامہ مسجدِ نبوی کے ستون سے بندھے رہے۔ تیسرے دن اُنہیں حضور نبیٔ اکرم ﷺ سے گفتگو کا اِعزاز حاصل ہوا، جس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو رہا کر دیا جائے۔ جب ثمامہ کو رہا کر دیا گیا تو وہ مسجدِ نبوی کے قریب کھجوروں کے ایک باغ میں چلے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے غسل کیا اور دوبارہ رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضرِ خدمت ہوئے، سرِ تسلیم خم کیا اور اِیمان کی دولت سے بہرہ ور ہونے کے لئے یہ تاریخی کلمات عرض کئے:

يَا محمد! و اللهِ ما كان على الأرضِ وجهٌ أبغض إليّ مِن وَجْهِكَ، فقد أصبح وَجْهُكَ أحبّ الوُجوهِ كلّها إليّ، واللهِ! ما كان مِن دينٍ أبغض إليّ مِن دِيْنِكَ، فأصبح دِيْنُكَ أحبّ الدينِ كلّه إليّ، و اللهِ! ما كان مِن بلدٍ أبغض إليّ مِن بَلَدِكَ، فأصبح بَلَدُكَ أحبّ البلادِ كلّها إليّ ۔ (۱)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۳۸۶، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۱۷۶۴
۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۵۸۹، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۱۴

’’یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! قسم ہے ربِ کائنات کی! رُوئے زمین پر مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چیز ناپسندیدہ نہ تھی، مگر (اَب رُوئے اَنور کی زیارت کے بعد) آپ صلی اللہ علیک وسلم کے چہرۂ اَنور سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہیں۔ قسم ہے ربِ ذُوالجلال کی! آپ صلی اللہ علیک وسلم کا دِین میرے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ تھا، لیکن اَب یہ دِین تمام اَدیان سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ قسم ہے خدائے رحیم و کریم کی! مجھے آپ صلی اللہ علیک وسلم کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا، لیکن اَب آپ صلی اللہ علیک وسلم کا شہرِ دِلنواز مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔‘‘

۳۵۔ فراقِ رسول ﷺ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نالۂ شوق

جب نبیٔ اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہجر و فراق کے ان لمحات میں یہ کلمات عرض کئے:

السلام عليك يا رسول الله! بأبى أنت و أمى! لقد كنت تخطبنا على جذع نخلة، فلما كثر الناس اتخذت منبراً لتسمعهم، فحنّ الجذع لفراقك، حتى جعلت يدك عليه فسكن، فأمتك أولىٰ بالحنين إليك لما فارقتها، بأبى أنت و أمى، يا رسول الله! لقد

..... ۳۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۰۹، کتاب الطہارت، رقم: ۱۸۹

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۰۷، رقم: ۱۹۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۴۳، رقم: ۱۲۳۹

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۱۹، رقم: ۱۲۶۱۴

۷۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۵۸، رقم: ۶۶۹۷

۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۲۷۷

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۱۷۲

۸۔ ابن عبد البر، الاستیعاب، ۱: ۲۱۵

بلغ مِن فضيلتك عنده أن جعل طاعتك طاعته، فقال ﷻ: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔(۱)

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! آپ پر سلام ہو، آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ آپ ہمیں کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، کثرتِ صحابہ کے پیشِ نظر منبر بنوایا گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیك وسلم اُس تنے کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیك وسلم کی جدائی میں سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیك وسلم نے اس پر دستِ شفقت رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ جب اس بے جان کھجور کے تنے کا یہ حال ہے تو اِس اُمت کو آپ صلی اللہ علیك وسلم کے فراق پر نالۂ شوق کا زیادہ حق ہے۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیك وسلم کو کتنی فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے دیا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔''

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

بأبی أنت و أمی، يا رسول الله! لقد بلغ من تواضعك أنك جالستنا، و تزوجتَ منّا، و أكلتَ معنا، ولبستَ الصوف، و ركبتَ الدواب، واردفت خلفه، و وضعت طعامك على الأرض تواضعا منك ۔(۲)

''یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیك وسلم پر قربان ہوں، آپ کا یہ عالم ہے کہ (عرش کے مہمان ہوکر) ہم خاک نشینوں کے ساتھ رہے، ہم لوگوں

(۱) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

(۲) عبدالحلیم محمود، الرسول: ۲۲، ۲۳

کے ساتھ نکاح کیا اور ہمارے ساتھ کھایا، صوف کا لباس پہنا، عام جانور پر سواری فرمائی بلکہ ہم جیسوں کو اپنے پیچھے بٹھایا اور اپنی تواضع کے پیشِ نظر زمیں پر دسترخواں بچھایا۔‘‘

۳۶۔ جبرئیلِ امین علیہ السلام کا شوقِ زیارت

سورۃ الضحیٰ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بعض اہم حکمتوں کی بناء پر کچھ عرصہ کیلئے سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تو مخالفین نے یہ طعنہ دینا شروع کر دیا کہ محمد (ﷺ) کے رب نے (معاذ اللہ) اسے چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الضحیٰ نازل فرمائی۔ جب جبریل امین علیہ السلام اس سورۂ مبارکہ کی صورت میں ربِ کریم کا پیار بھرا پیغام لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ماجئت حتی أشتقت إليك ۔

’’(اے جبرئیل!) تم نے آنے میں اتنی دیر کر دی کہ مجھے تمہاری ملاقات کا اشتیاق ہونے لگا۔‘‘

اس پر جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا:

و أنا كنتُ أشد إليك شوقاً، و لكنى عبد مأمور و ما نتنزل إلا بأمر ربك ۔(۱)

’’یا رسول اللہ! مجھے آپ کی زیارت و ملاقات کا شوق آپ سے بڑھ کر تھا مگر میں حکم کا غلام ہوں اور آپ کے رب کے حکم کے بغیر ہم نازل نہیں ہو سکتے۔‘‘

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را هم خبر نیست

(۱) ۱۔ خازن، تفسیر، ۴: ۴۸۵
۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰: ۹۴
۳۔ بغوی، معالم التنزیل، ۴: ۹۸

(اللہ اور اس کے محبوب ﷺ میں راز و نیاز کا وہ معاملہ ہوتا ہے جس کی خبر کراماً کاتبین کو بھی نہیں ہوتی۔)

۳۷۔ آئینۂ محبوب ﷺ میں محبوب ﷺ کی صورت نظر آتی

امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب محبوب کی یاد ستاتی تو وہ آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کو مبارک حجروں میں تلاش کرتے۔ اُمہاتُ المومنین رضی اللہ عنہن سے عرض کرتے کہ ہمیں اپ دیدارِ محبوب کے بغیر چین نہیں آ رہا۔ چنانچہ بعض اوقات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زیرِ استعمال رہنے والا آئینہ لاتیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس آئینے کو دیکھتے تو بجائے اپنے آپ کو دیکھنے کے محبوبِ خدا ﷺ کو جلوہ افروز پاتے۔ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

روی أن بعض الصحابة أحب أن یری رسول اللہ ﷺ، فجاء إلیٰ میمونة، فأخرجت له مرآته، فنظر فیها مرأی صورة رسول اللہ ﷺ، ولم یر صورة نفسه۔(۱)

’’روایت ہے کہ (جب محبوبِ کریم ﷺ کی یاد) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم (کو تڑپاتی اور وہ) رسول اللہ ﷺ کی زیارت چاہتے تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آ جاتے۔ وہ آپ ﷺ کا ذاتی آئینہ اس صحابی کو دے دیتیں۔ جب وہ صحابی اس آئینہ مبارک کو دیکھتا تو بجائے اپنی صورت کے اُسے رسول اللہ ﷺ کی صورت مبارک نظر آتی۔‘‘

۳۸۔ بعد از محبوب ﷺ آرزو جینے کی کیا کروں؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک خاتون آپ ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے آئی اور مجھ سے کہنے لگی:

(۱) آلوسی، روح المعانی، ۲۲:۳۹

إکشفی لی قبر رسول الله، فکشفته لها، فبکت حتی ماتت۔(۱)

''مجھے حجرۂ انور کھول دیں (میں سرور دو عالم ﷺ کے مزارِ اقدس کی زیارت کرنا چاہتی ہوں۔) میں نے اسے کھول دیا۔ وہ عورت (ہجر رسول ﷺ کے صدمے سے) بہت روئی حتی کہ واصل بحق ہوگئی۔''

۳۹۔سالارِ کاروانِ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا جذبِ دروں

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا نام ہونٹوں پر آتا ہے تو دیدۂ و دل میں خوشبو کے چراغ جھلملانے لگتے ہیں اور پلکیں اس عاشقِ رسول ﷺ کے احترام میں جھک جاتی ہیں۔ جنگِ اُحد میں جب نبیٔ اکرم ﷺ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے اور اس سچے عاشقِ رسول تک یہ خبر پہنچی تو انہوں نے ایک ایک کرکے اپنے سارے دانت شہید کر ڈالے کہ معلوم نہیں میرے آقا ﷺ کا کون سا دانت شہید ہوا ہو گا۔ حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ کو بظاہر نبیٔ آخرالزماں ﷺ کی زیارت کی سعادت نصیب نہیں ہوئی، لیکن چشمِ تصور ہر لمحہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چہرۂ انور کے طواف میں مصروف رہتی۔

حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ قرن کے رہنے والے تھے۔ وہ اپنی ضعیف والدہ کو تنہا چھوڑ کر طویل سفر اختیار نہیں کر سکتے تھے اور پھر یہ خیال بھی دامنگیر تھا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے جلووں کی تاب بھی لاسکوں گا کہ نہیں۔ آقائے محتشم ﷺ کو بھی اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے، جو روزِ محشر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری اُمت کے لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ اپنے اس غلام سے کتنی محبت فرماتے ہوں گے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ قاضی عیاض، الشفاء،۲: ۵۷۰

۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ،۲: ۲۰۴، رقم: ۲۰۳

إن خير التابعين رجلٌ يقال له أويس، وله والدة، وكان به بياض فمروه فليستغفرلكم۔(۱)

’’تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے، جس کا نام اویس ہو گا، اور اُس کی والدہ (حیات) ہے، اُس کو برص کی بیماری ہے، پس اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے مغفرت کی دُعا کرے۔‘‘

تاجدارِ انبیاء ﷺ کے حکم کے مطابق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اس عاشقِ رسول کے پاس پہنچ گئے، اس وقت حضرت اویسِ قرنی رضی اللہ عنہ بارگاہِ خُداوندی میں سجدہ ریز تھے۔ اصحابِ رسول ﷺ نے اُنہیں حضور ﷺ کا سلام پہنچایا اور حضور ﷺ کی اُمت کی خاطر دعا کے لئے عرض کیا۔(۲)

۴۰۔ ایک یہودی عالم اور حسرتِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کسی ایک جمعرات کی صبح کو ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اونٹ پر سوار ایک سفید ریش بوڑھا

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۱۹۶۸، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: ۲۵۴۲
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۵۶، رقم: ۵۷۲۰
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶: ۱۶۳
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۱: ۲۲۰

(۲) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۹۷، رقم: ۳۲۳۴۴
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۱: ۱۸۷، ۱۸۸، رقم: ۲۱۲
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۳۲۱، رقم: ۶۷۹۸
۴۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲: ۸۰۔۸۲
۵۔ ابنِ عساکر، تاریخ، ۶: ۱۴۵۔۱۶۶

آیا۔ اس نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازے پر باندھا اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوا:

السلام علیکم و رحمة الله! هل فیکم محمد رسول الله؟(۱)

''تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت نازل ہو، کیا تم میں اللہ کے رسول محمد (ﷺ) موجود ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أیها السائل عن محمد(ﷺ)! ماذا ترید منه؟

''اے حضور ﷺ کے بارے پوچھنے والے! تجھے آپ ﷺ سے کیا کام ہے؟''

اس نے کہا کہ میں یہودی علماء میں سے ہوں اور اَسی (۸۰) سال سے تورات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اس میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد (ﷺ) کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے اور میں اس ذکر سے متاثر ہو کر آیا ہوں۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

و قد جئتُ أطلب الإسلام علی یده۔

''اور میں آپ (ﷺ) کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ آپ ﷺ کا تو وصال ہو چکا ہے۔ اس پر اس عالم نے افسوس کا اظہار شروع کر دیا اور کہا:

هل فیکم قرابة محمد؟

''کیا تم میں ان کی اولاد ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے جاؤ۔ وہاں جا کر اس نے اپنا تعارف کروایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں

---

(۱) ابن عساکر، تاریخ، ۱:۳۴۲

آپ ﷺ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدۂ عالم رضی اللہ عنہا نے اپنے شہزادے امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

هاتِ الثوب الذی توفی فیه رسول اللهﷺ، فجآء، فأخذه الحبر و ألقاه علی وجهه وجعل یستنشق ریحه، و یقول: بأبی و أمی من جسد نشف فیه هذا الثوب۔

''وہ کپڑا لاؤ جو آپ ﷺ نے بوقتِ وصال پہنا ہوا تھا۔ جب وہ کپڑا لایا گیا تو اس عالم نے اسے اپنے چہرے پر ڈال لیا۔ وہ اس کی خوشبو کو سونگھتا اور خوشبو سونگھتے ہوئے بار بار کہتا کہ اس صاحبِ ثوب پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔''

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

صف لی صفة رسول الله حتی کأنی أنظر إلیه۔

''حضور کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اس طرح کرو کہ گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔''

یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔

فبکی علیّ بکاء شدیداً و قال: واللهٰ! لإن کنتَ مشتاقاً إلی محمدﷺ فأنا أشوق إلی حبیبی منك۔(۱)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ رو پڑے اور کہنے لگے: اے سائل خدا کی قسم! آپ ﷺ کی زیارت کا جس قدر تجھے اشتیاق ہے مجھے اس سے کہیں بڑھ کر اپنے حبیب ﷺ کی ملاقات کا شوق ہے۔''

بعد ازاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے حلیہ اور سراپا مبارک کا

(۱) ابن عساکر، تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ۱:۳۴۲، ۳۴۳

ذکر بڑی تفصیل سے فرمایا، جس کی من وعن تصدیق اس یہودی عالم نے سابقہ کتب سماوی کی روشنی میں کی اور مسلمان ہو گیا۔

وصالِ محبوب ﷺ پر سواری کا غم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد ہجر و فراق کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وناقۂ آنحضرت علف نمیخورد وآب نمی نوشید تاآنکه مُرد۔ از جمله آیاتی که ظاهر شد بعد از موتِ آنحضرت آں حماری که آنحضرت گاهی براں سوار میشد چنداں حزن کرد که خود را درچاهی انداخت۔(۱)

’’آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی اونٹنی نے مرتے دم تک کچھ کھایا اور نہ پیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد جو عجیب کیفیات رونما ہوئیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ جس دراز گوش پر آپ ﷺ سواری فرماتے تھے وہ آپ ﷺ کے فراق میں اتنا مغموم ہوا کہ اس نے ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی جاں جاں آفریں کے حوالے کر دی۔‘‘

اُستنِ حنانہ: ایک ایمان افروز واقعہ

اسلام کے ابتدائی دور میں آقا دوجہاں ﷺ مسجدِ نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آپ ﷺ کو کافی دیر کھڑے رہنا پڑتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ کی یہ مشقت شاق گزری۔ ایک صحابی جس کا بیٹا بڑھئی تھا، نے حضور ﷺ کے لئے منبر بنانے کی درخواست کی تاکہ اُس پر بیٹھ کر آپ ﷺ خطبہ دیا

(۱) ۱۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۴۴۴
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

کریں۔ آپ ﷺ نے اس درخواست کو پذیرائی بخشی، چنانچہ حضور ﷺ نے کھجور کے تنے کو چھوڑ کر اس منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ اس تنے سے گریہ و زاری کی آوازیں آنے لگیں۔ اُس مجلسِ وعظ میں موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس کے رونے کی آواز سنی۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو منبر سے اُتر کر اس ستون کے پاس تشریف لے گئے اور اُسے اپنے دستِ شفقت سے تھپکی دی تو وہ بچوں کی طرح سسکیاں بھرتا ہوا چپ ہو گیا۔(۱)

اُس ستون کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے:

كان النبی ﷺ يخطب إلى جذع، فلما اتخذ المنبر تحوّل إليه فحن الجذع، فأتاه فمسح يده عليه۔(۲)

''رسالت مآب ﷺ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ اُسے چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اُس تنے نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس پر دستِ شفقت رکھا۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما تنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

فصاحت النخله صياح الصبی، ثم نزل النبی ﷺ فضمها إليه،

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، ۱:۴۵۵
۲۔ دارمی، السنن، ۱:۲۹، رقم: ۳۲
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲:۳۶۷، رقم: ۲۲۵۰
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۰
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۵۹۴، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

تئن أنين الصبی الذی یسکن۔(۱)

’’کھجور کے تنے نے بچوں کی طرح گریہ و زاری شروع کر دی تو حضور ﷺ منبر سے اُتر کر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے اور اُسے اپنی آغوش میں لے لیا، اس پر وہ تنا بچوں کی طرح سسکیاں لیتا خاموش ہو گیا۔‘‘

حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اُس تنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فسمعنا لذالك الجذع صوتا کصوتِ العشار، حتی جاء النبی ﷺ فوضع یده علیها فسکنت۔(۲)

’’ہم نے اُس تنے کے رونے کی آواز سنی، وہ اُس طرح رویا جس طرح کوئی اُونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتٰی کہ آپ ﷺ نے تشریف لا کر اُس پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔‘‘

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

لو لم أحتضنه لحن إلی یوم القیامة۔(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۱

۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳:۱۳۱۴، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۹۲

۲۔ دارمی، السنن، ۱:۳۰، رقم: ۳۴

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۹۵، رقم: ۵۴۸۷

۴۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۳

۵۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۹۸

(۳) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۴۵۴، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، رقم: ۱۴۱۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۶۳

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶:۳۱۹، رقم: ۳۱۷۴۶

۴۔ ابویعلی، المسند، ۶:۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴

۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶

’’اگر آپ ﷺ اس ستون کو بانہوں میں لے کر چپ نہ کراتے تو قیامت تک روتا رہتا۔‘‘

یہ آپ ﷺ کی پشتِ اقدس کے لمس کا اثر تھا کہ ایک بے جان اور بے زبان لکڑی میں آثارِ حیات نمودار ہوئے جس کا حاضرینِ مجلس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیثِ مبارکہ میں اس طرح ہیں:

كان جذع نخلة في المسجد يسند رسول الله ﷺ ظهره إليه إذا كان يوم الجمعة أوحدث أمر يريد أن يكلم الناس، فقالوا: ألانجعل لك يارسول الله شيئاً كقدر قيامك، قال: لا، عليكم أن تفعلوا. فصنعوا له منبراً ثلاث مراق. قال: فجلس عليه، قال: فخار الجذع كما تخور البقرة جزعا على رسول الله ﷺ، فالتزمه و مسحه حتى سكن۔(۱)

’’مسجد نبوی میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ خطبہ پڑھنے کے لئے جمعہ کے دن یا کسی ایسے وقت میں جب لوگوں کو کوئی حکمِ الٰہی پہنچانا ہوتا، کھجور کے ایک ستون سے پشت مبارک لگا کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کے لئے کوئی ایسی شے تیار کی جائے جس پر آپ کھڑے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایسا کر سکتے ہو تو اجازت ہے۔ چنانچہ تین درجوں والا ایک منبر تیار کرایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اُس پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون سے رونے کی آواز سنی گئی۔ آپ ﷺ فوراً منبر سے اُترے، اُسے سینہ سے لگایا اور (جیسا کہ بچوں کے چپ کرانے کے لئے کیا جاتا ہے) اُس پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پرسکون ہو گیا۔‘‘

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۰۹

مثنوی مولانا رومؒ: ہجرِ نبی کا پیکرِ شعری

مولانا رومؒ نے اِسی واقعہ کو اپنے پیار بھرے اشعار میں بیان کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے مع ترجمہ حاضر ہیں:

استنِ حنانه در هجرِ رسول
ناله میزد همچو اربابِ عقول
(رسولِ پاک ﷺ کے فراق میں کھجور کا ستون انسانوں کی طرح رو دیا۔)

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں
کزوے آگاه گشت هم پیر و جواں
(وہ اس مجلسِ وعظ میں اس طرح رویا کہ تمام اہلِ مجلس اس پر مطلع ہوگئے۔)

در تحیر ماند اصحابِ رسول
کز چه مے نالد ستوں با عرض و طول
(تمام صحابہ حیران ہوئے کہ یہ ستون کس سبب سے سرتاپا محوِ گریہ ہے۔)

گفت پیغمبر چه خواهی اے ستوں
گفت جانم از فراقت گشت خوں
(آپ ﷺ نے فرمایا: اے ستون تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا: میری جان آپ کے فراق میں خون ہوگئی ہے۔)

مسندت من بودم از من تاختی
بر سرِ منبر تو مسند ساختی
(پہلے تو میں آپ کی مسند تھا، آپ نے مجھ سے کنارہ کش ہوکر منبر کو مسند بنالیا۔)

پس رسولش گفت کای نیکو درخت
اے شدہ باسر تو ہمراز بخت
گرھمے خواھی ترا نخلے کنند
شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

(آپ نے فرمایا: اے وہ درخت جس کے باطن میں خوش بختی ہے، اگر تو چاہے تو تجھ کو پھر ہری بھری کھجور بنادیں حتی کہ مشرق ومغرب کے لوگ تیرا پھل کھائیں۔)

یا دراں عالم حقت سروے کند
تا ترو تازہ بمانی تا ابد

(یا اللہ تعالیٰ تجھے اگلے جہاں بہشت کا سرو بنا دے تا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تروتازہ رہے۔)

گفت آن خواھم کہ دائم شد بقاش
بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

(اس نے عرض کیا: میں وہ بننا چاہتا ہوں جو ہمیشہ رہے۔ اے غافل! تو بھی بیدار ہو اور ایک خشک لکڑی سے پیچھے نہ رہ جا ﴿یعنی جب ایک لکڑی دار البقاء کی طلب گار ہے تو انسان کو تو بطریقِ اولیٰ اس کی خواہش اور آرزو کرنی چاہئے﴾۔)

آں ستون را دفن کرد اندر زمین
تاچو مردم حشر گردد یومِ دیں

(اس ستون کو زمین میں دفن کردیا گیا، تا کہ قیامت کے دن اسے انسانوں کی طرح اٹھایا جائے۔)

---

(۱) مولائے روم، مثنوی: ۵۶، دفتر اوّل

باب چہارُم

محبوبِ خدا ﷺ کی محبوب ادائیں

گزشتہ صفحات میں سرکارِ دو جہاں تاجدارِ کون و مکاں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے بے مثال حسن و جمال اور سراپائے اقدس کا ذکرِ جمیل تفصیل سے گزر چکا ہے، جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے اس بزمِ ہستی میں آپ ﷺ کو ایسا شاہکار بنا کر بھیجا جس کی نظیر کا کوئی تصور حیطۂ خیال میں آ سکتا ہے نہ عالمِ امکان میں اس جیسا محبوب کوئی دوسرا ہوسکتا ہے۔

مصحفے را ورق ورق دیدم

ھیچ سورت نہ مثلِ صورتِ اوست

حضور ﷺ کا دل آویز پیکرِ حسن و جمال اور مرقعٔ زیب و رعنائی ہر دور میں اہلِ ایمان کی توجہ اور والہانہ عقیدت و شیفتگی کا مرکز و محور رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہ اس بات کا ادراک حاصل کرنے کے بھی مشتاق تھے کہ آپ ﷺ مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے کے باوجود اپنے صحابہ اور دیگر عام انسانوں کے ساتھ کیسے گھل مل کر رہتے تھے! آپ کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، رہن سہن، بود و باش اور عام انسانی رویے کیسے تھے! آپ ﷺ کا لباس، کھانے کے برتن، سواری کے جانور اور روزمرہ زندگی کے دیگر معمولات و مشاغل کس نوعیت اور انداز کے تھے! بظاہر چھوٹی نظر آنے والی یہ باتیں محبوبِ رب ذوالجلال کی وہ ادائیں ہیں، جن کا تذکرہ عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے نہ صرف حرزِ جاں ہے بلکہ اِنہیں سنتِ نبوی ﷺ جان کر اِن پر عمل پیرا ہونا وہ توشۂ آخرت سمجھتے ہیں۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی حسین و دلکش ادائیں غلامانِ رسول ﷺ کو کتنی محبوب ہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی خربوزہ کھانے سے اس لئے گریز کیا کہ انہیں اس بات کا علم نہ ہوسکا تھا کہ حضور ﷺ نے خربوزہ کیسے کھایا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا ذکر بزبان شعر یوں کیا ہے:

کاملِ بسطام در تقلیدِ فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

آج بھی اہل ایمان حضور ﷺ کی ان اداؤں کو دہرانا نہ صرف باعثِ سعادت بلکہ اپنے ایمان کی تکمیل کا ذریعہ گردانتے ہیں۔

۱۔ مزاج اقدس

حضور نبئ اکرم ﷺ کے مزاجِ اقدس میں رقت، نرمی اور گداز کا عنصر بدرجہ اتم دیکھا جاسکتا تھا۔ اس کا خمیر عشقِ الٰہی سے اٹھایا گیا تھا۔ آپ ﷺ سرتاپا رحمت تھے، اتنے شفیق اور نرم خو کہ سختی نام کو بھی نہیں پائی جاتی تھی، اور خودستائی و خودنمائی کا شائبہ تک آپ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ میں نہیں تھا۔ آپ ﷺ کے مزاجِ مبارک میں فطری طور پر جلال و جمال کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا تھا لیکن جہاں تک معمولاتِ روز و شب کا تعلق ہے عملاً جمال کی کیفیت غالب دکھائی دیتی تھی۔

سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أجود الناس صدرًا، و أصدق الناس لهجةً، و ألينهم عريكةً(۱)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۳، رقم: ۷
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۰، رقم: ۱۴۱۵
۵۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۶۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۳، ۳۱
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۲
۸۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۳، ۱۵۴

''حضور ﷺ دل کے سب سے بڑھ کر سخی، زبان میں سب سے بڑھ کر سچے اور مزاج کے سب سے بڑھ کر نرم تھے۔''

حضور ﷺ کے مزاجِ اقدس کا کماحقہٗ ادراک تو ممکن ہی نہیں، البتہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ پیکرِ فقر وغنا تھے، عجز وانکسار آپ ﷺ کی دِل نواز شخصیت کا جزوِ لاینفک تھا، آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام ﷺ سے بھی عجز و انکساری سے کام لیا کرتے تھے اور بعدازاں خُدا بزرگ توُئی کے منصبِ جلیلہ پر رونق افروز ہوتے ہوئے بھی عام انسانوں میں گھل مل جایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا یہ طرزِ عمل آپ ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ میں اعتماد پیدا کرتا اور وہ خود اعتمادی سے زندگی کا سفر جاری رکھتے۔

حضور ﷺ اپنی مجلسی زندگی میں مساوات کا کامل ترین نمونہ تھے، اپنے عمل سے کسی میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیتے، آپ ﷺ کا سیرت و کردار طبقاتی کشمکش اور قبائلی و نسلی تفاخر اور مباہات سے یکسر پاک تھا۔ غریبوں، مسکینوں اور معاشرتی طور پر کم تر حیثیت کے لوگوں سے یوں گھل مل جاتے کہ مجلس میں ہر شخص کو سماجی مرتبہ سے قطع نظر اپنی بات کھل کر کرنے کی اجازت تھی، اپنے ما فی الضمیر کے اظہار میں کسی پر کوئی پابندی نہ تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں ہر سطح پر جمہوری شعور کو فروغ ملتا اور حقوقِ انسانی کی پاسداری کا عملی اہتمام ہوتا۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ زندگی جس انقلابی جدوجہد سے عبارت تھی اس سے ہر قدم پر مساوی انسانی حقوق کا درس ملتا ہے۔ ہر فرد اپنی حاجت بیان کرتا اور آپ ﷺ ممکنہ حد تک ہر ایک کی دستگیری فرماتے۔ ایثار و بے نفسی کی ایسی مثالیں قائم کیں جو ہر دور کے لئے لائق تقلید ہیں۔ دوسروں کا سامان اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچا دینا، ہمسایوں کی ضروریات کا خیال رکھنا، ان کے لئے بازار سے سودا سلف خرید کر لانا، بکریوں کا دودھ دوہنا، اپنے جوتے خود مرمت کرنا، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری کرنا، غلاموں پر شفقت اور محروم المعیشت انسانوں کے مسائل کے حل میں معاونت کرنا آپ ﷺ کا روز مرہ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ

۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۹

۱۰۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۸

مجلس میں اپنے لئے امتیازی جگہ پسند نہ کرتے بلکہ جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔

حضرت ابو ذر غفاری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ يجلس بين ظهرى أصحابه، فيجئ الغريب فلا يدرى أيّهم هو، حتى يسأل۔(۱)

''حضور ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اس طرح گھل مل کر تشریف فرما ہوتے کہ اجنبی لوگ آتے اور آپ ﷺ کو پہچان نہ سکتے حتی کہ آپ ﷺ کے بارے میں سوال کرتے۔''

۲۔ حسنِ تکلم اور شیریں گفتاری

آقائے دو جہاں حضور رحمتِ عالم ﷺ کی گفتگو اس قدر شیریں، دلکش اور دلآویز ہوتی کہ اس کا ہر ہر لفظ سامع کے دل میں ترازو ہو جاتا۔ حسنِ تکلم میں اس قدر دلکشی و رعنائی پائی جاتی کہ شہد کی مٹھاس بھی پیچھے رہ جاتی، بات کو زیادہ طول دیتے نہ بالکل اختصار ہی سے کام لیتے بلکہ آپ ﷺ کی گفتگو ایسا حسنِ اعتدال لئے ہوتی کہ ہر نکتہ وضاحت سے کھل کر سامنے آجاتا، اور مخاطبین کے لئے کسی قسم کا الجھاؤ اور اِبہام باقی نہ رہتا۔ آپ ﷺ کے کلام کا ہر لفظ اتنا پُر تاثیر اور پُر معنی ہوتا کہ اس کا بے ساختہ پن دلوں میں اترتا چلا جاتا۔ ہر شخص آپ ﷺ سے شعور و آگہی کی دولت لے کر اٹھتا اور ماضی

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۲۵، کتاب السنہ، رقم: ۴۶۹۸
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۰۱، کتاب الایمان وشرائعہ رقم: ۴۹۹۱
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۴۲، رقم: ۵۸۷۴
۴۔ بزار، المسند، ۹: ۴۱۹، رقم: ۴۰۲۵
۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۲۰۹، رقم: ۱۶۵
۶۔ ابن مندہ، الایمان، ۱: ۳۱۴، رقم: ۱۶۰
۷۔ مروزی، تعظیم قدر الصلوۃ، ۱: ۳۸۵، رقم: ۳۷۸
۸۔ سمعانی، ادب الاملاء والاستملاء، ۱: ۵۰

الضمیر سمجھنے میں کسی تشنگی کا احساس نہ رہتا۔

۱۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما کان رسول اللہ ﷺ یسرد سردکم ھذا، و لکنہ کان یتکلم بکلام بیّن فصلٍ، یحفظہٗ من جلس إلیہ(۱)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ تمہارے مانند تیزی سے مسلسل کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ ﷺ اس طرح کلام فرماتے کہ گفتگو کا ہر کلمہ واضح اور جُدا ہوتا اور پاس بیٹھنے والا شخص اُسے یاد کر لیتا تھا۔''

۲۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نہ صرف ہر بات کھول کھول کر بیان فرماتے بلکہ بسا اوقات گفتگو کے اہم نکات کو مخاطبین کے دلوں میں اُتارنے کے لئے بار بار دہراتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ گفتگو تین بار دہراتے تھے:

کان رسول اللہ ﷺ یعید الکلمۃ ثلاثاً لتُعقل عنہ(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۳، رقم: ۲۴۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۶۱، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۳۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۰۹، رقم: ۱۰۲۴۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۵۷
۶۔ اسحاق بن راہویہ، ۳: ۹۸۳، رقم: ۱۷۰۴
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۰۷، رقم: ۵۵۴۷
۸۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۵، رقم: ۲۹
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۵
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۰، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۴۸، کتاب العلم، رقم: ۹۴

’’حضور ﷺ (بعض اوقات) کلام کو (ضرورت کے مطابق) تین مرتبہ دُہراتے تاکہ (آپ ﷺ کے) مخاطبین اُسے اچھی طرح سمجھ لیں۔‘‘

۳۔ حضور ﷺ کی رعنائی و دلآویزی میں ڈوبی ہوئی پُرنور گفتگو کا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ إذا تكلّم رُئی كالنّور يخرج مِن بين ثنايا ه۔(۱)

۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۲

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۰۴، رقم: ۷۷۱۶

۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۲: ۱۹۷

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۴۱، رقم: ۶۴۵

۷۔ سیوطی، الدیباج، ۲: ۴۴۹، رقم: ۸۷۰

۸۔ اسماعیلی، معجم الشیوخ، ۱: ۴۵۰، رقم: ۱۰۵

۹۔ نووی، شرح صحیح مسلم، ۱: ۲۳۱

۱۰۔ عظیم آبادی، عون المعبود، ۳: ۳۱۴

۱۱۔ زرقانی، شرح الموطا، ۲: ۳۱۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۴۱

۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۴، رقم: ۵۸

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۲۳۵، رقم: ۷۶۷

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹

۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹

۶۔ بیہقی، دلائل النبوہ، ۱: ۲۱۵

۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۸، رقم: ۷۹۷

۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۷

۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۶

۱۰۔ مناوی، فیض القدیر، ۵: ۷۲

’’حضور ﷺ جب کلام فرماتے تو سامنے کے دندانِ مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔‘‘

۴۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے، اوصافِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں جان سے اپنے نانا جان ﷺ کے اندازِ گفتگو کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا:

كان رسولُ اللهِ ﷺ طويل السكتِ، لا يتكلّم فى غيرِ حاجةٍ، يفتتح الكلام و يختمه باشداقه، و يتكلم بجوامع الكلم، كلامه فصل، لا فضول و لا تقصير، ليس بالجافى و لا المهين۔(۱)

’’حضور ﷺ طویل سکوت فرمانے والے تھے (یعنی آپ ﷺ خاموش طبع تھے)، بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے، آغازِ کلام اور اُس کا اختتام دہن مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا (یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی)۔ حضور ﷺ کا کلامِ اقدس جامع الفاظ پر مشتمل ہوتا (یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کا ایک سمندر اپنے دامن میں سمیٹے ہوتے)، نیز کلمات میں باہم مناسب فاصلہ

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۴، رقم: ۲۲۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۳
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۲۲
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۲
۷۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۲
۸۔ ابن حبان، الثقات، ۲: ۱۴۷
۹۔ ابنِ جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۷
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲

ہوتا (تاکہ سامعین اچھی طرح سُن اور سمجھ سکیں) اور یاد رکھ سکیں، الفاظ نہ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگیٔ مقصد سے قاصر (بلکہ حقِ بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔ آپ ﷺ سخت مزاج تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے۔''

۵۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

إنّ النبی ﷺ کان یحدث حدیثاً لو عدّہ العادُ لأحصاہ۔(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ اِس انداز سے کلام فرماتے کہ اگر کوئی (الفاظ) گننا چاہتا تو (بآسانی) شمار کرسکتا تھا۔''

۶۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرۂ انور سے وقار و عظمت اور رُعب و جلال جھلکتا، اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سلکِ گوہر بار میں سے گویا موتی ڈھلک رہے ہوں، کلام میں شہد کی سی مٹھاس ہوتی۔ معلمِ اعظم حضور رحمتِ عالم ﷺ کی گفتگوئے بے مثال کے حوالے سے اُمِّ معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حسن و رعنائیِ کلام کا ذکر انتہائی خوبصورت اور دلکش انداز میں کرتی ہیں:

إن صمت فعلیہ الوقار، و إن تکلم سماہ و علاہ البہاء أجمل

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۳۰۷، کتاب المناقب، رقم: ۳۳۷۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۲۹۸، کتاب الزہد والرقائق، رقم: ۲۴۹۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۲۰، کتاب العلم، رقم: ۳۶۵۴
۴۔ حمیدی، المسند، ۱: ۱۲۰، رقم: ۲۴۷
۵۔ ابویعلی، المسند، ۸: ۱۳۶، رقم: ۴۶۷۷
۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۹۵
۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۷، رقم: ۷۹۴
۸۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۸۲
۹۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۰

الناس وابهاه من بعيد و احسنه و أجمله من قريب حلو المنطق فصلا لا نزر و لا هذر كأن منطقه خرزات نظم يتحدرن۔(۱)

’’جب خاموش ہوتے تو آپ ﷺ پُر وقار ظاہر ہوتا اور جب بولتے تو آپ ﷺ پر چمک طاری ہو جاتی۔ لوگوں میں سے حسین تر، دُور سے روشن تر، قریب سے حسین و جمیل تر، میٹھی باتیں کرنے والے، الگ الگ، نہ مختصر نہ زیادہ طویل، آپ ﷺ کی باتیں گویا لڑی سے گرتے موتی ہوتیں۔‘‘

۷۔ اُمِ معبد رضی اللہ عنہا ہی سے ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

إذا صمتَ فعليه البهاء، و إذا نطق فعليه وقار، له كلامٌ كخرزاتِ النظم۔(۲)

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۱۔۱۲، رقم: ۴۲۷۴

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۴: ۴۹، رقم: ۳۶۰۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۶: ۵۷

۴۔ ابن حبان، الثقات، ۱: ۱۲۶

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۲۳۱

۶۔ ابونعیم، دلائل النبوہ، ۱: ۲۸۳

۷۔ ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۴۵۸، رقم: ۷۹۶

۸۔ طبری، الریاض النضرہ، ۱: ۴۷۱

۹۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۳: ۵۶

۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۳۱

۱۱۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۳۱۰

(۲) ۱۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۳: ۱۷۸

۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷: ۱۰۵، رقم: ۶۵۱۰

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۹

۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۹

۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۲۲۷

’’جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو آپ ﷺ پر حسن کا نکھار چھایا ہوتا اور جب آپ ﷺ بولتے تو آپ ﷺ پر وقار کی کیفیت ہوتی، آپ ﷺ کا کلام موتیوں کے ہار کی مثل تھا۔‘‘

۳۔ تبسم اور خوش مزاجی

حضور ﷺ کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ میں خوش طبعی، شگفتہ مزاجی اور تبسم فرمانے کی عادت ایک عجیب شانِ دل آویزی لئے ہوئے تھی۔ آپ ﷺ مزاح بھی فرماتے تھے لیکن یہ مزاح ہمیشہ تہذیب کے دائرہ میں رہتا۔ کسی بات پر ہنستے تو ہنسی میں کبھی آواز پیدا نہ ہوتی بلکہ یہ ایک قسم کا تبسم ہی ہوتا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأيتُ النبيﷺ مستجمعاً قطُّ ضاحكا حتى أرى منه لَهَواته، إنما كان يتبسم۔(۱)

’’میں نے کبھی بھی حضور ﷺ کو اس طرح زور سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۶۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۷۴۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۶۱۶، کتاب صلاۃ الاستسقاء، رقم: ۸۹۹
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۲۶، کتاب الادب، رقم: ۵۰۹۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶۶
۵۔ ابن مبارک، کتاب الزہد، ۱: ۴۸، رقم: ۱۴۸
۶۔ ابن ابی عاصم، کتاب الزہد، ۱: ۲۴
۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۹۵، رقم: ۳۷۰۰
۸۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۱: ۷۶، رقم: ۲۱۵
۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۳۶۰، رقم: ۶۲۵۴
۱۰۔ ابونعیم، المسند المستخرج علی صحیح مسلم، ۲: ۴۸۴، رقم: ۲۰۲۵
۱۱۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۱: ۱۳۰

ﷺ کا حلق مبارک دیکھ لیتی، (آپ ﷺ کا ہنسنا بھی) آپ ﷺ کا تبسم ہی ہوا کرتا تھا۔‘‘

۲۔ سیدنا حصین بن زید کلبی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم میں ایک حدیث مبارکہ مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ما رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ ضاحکاً، ما کان إلا التبسم۔(۱)

’’میں نے رسولِ خدا ﷺ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا، آپ ﷺ کا ہنسنا تو بس تبسم ہوا کرتا تھا۔‘‘

۳۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے تبسم فرمانے کے بارے میں روایت بیان کی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سألتُ خالی هنداً عن صفة ضحك رسول اللهِ ﷺ، فقال: جُلُّ ضحکه التبسم، یَفْتر عن مثل حَبِّ الغمام۔(۲)

’’میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہی ہوتا تھا اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار تروتازہ اور انتہائی سفید و شفاف نظر آتے۔‘‘

۴۔ آپ ﷺ مسکراتے تو یوں لگتا گویا صحنِ چمن میں گلاب کھل اُٹھے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے من خوشی سے پھولے نہ سماتے اور ہر طرف آپ ﷺ کا حسین تبسم آبدار موتیوں کی

---

(۱) ابن جوزی، الوفاء: ۴۶۵، رقم: ۸۲۷

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا باحوالِ المصطفیٰ: ۴۶۵، رقم: ۸۲۸

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۵، رقم: ۲۲۶

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲: ۱۵۶، رقم: ۴۱۴

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۷۴

طرح بکھر جاتا۔ بعض دفعہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی مسکراہٹ کا ایسا انداز بھی ہوتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے دندانِ مبارک بھی دیکھ لیتے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فضحك النبي ﷺ حتى بدتْ أنيا بُه ۔(۱)

''پس حضور نبیٔ اکرم ﷺ اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کے دانت مبارک نظر آنے لگے۔''

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دوزخ میں سب سے آخر میں نکلنے والے ایک شخص کی روداد بیان کرتے ہوئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے تبسم فرمایا:

رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ ضحك حتى بدتْ نواجِذُه ۔(۲)

''میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس قدر مسکرائے کہ آپ ﷺ کی مبارک داڑھیں

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۸۴، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۳۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۸۱، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۱۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۱۳، کتاب الصوم، رقم: ۲۳۹۲
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۱۱، رقم: ۳۱۱۴
۵۔ مالک بن انس، الموطا، ۱: ۲۹۶، رقم: ۶۵۷
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۱
۷۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۹، رقم: ۱۷۱۶
۸۔ دارقطنی، السنن، ۲: ۱۹۰، رقم: ۴۹
۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۲۸۹، رقم: ۳۵۲۳
۱۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۳۴۸، رقم: ۹۷۸۶
۱۱۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۲: ۶۰
۱۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۴۴۱، رقم: ۱۰۰۸
۱۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۳۶۵، رقم: ۲۲۴۶
۱۴۔ بیہقی، سنن الکبریٰ، ۴: ۲۲۱، رقم: ۷۸۲۹
۱۵۔ ابن جارود، المنتقی، ۱: ۱۰۴، رقم: ۳۸۴
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۴۰۲، کتاب الرقاق، رقم: ۶۲۰۲

نظر آنے لگیں۔‘‘

کتبِ سیر و احادیث میں حضور ﷺ کی خوش مزاجی و شیریں بیانی کے ان گنت واقعات درج ہیں، یہ خوش مزاجی اور شگفتہ بیانی اپنے جاں نثاروں کی دلجوئی کے لئے ہوتی۔ آپ ﷺ ہر آنے والے ملاقاتی کا خندہ پیشانی سے ملتے، وفود کو خوش آمدید کہتے وقت لبوں پر تبسم کے پھول کھل اُٹھتے، جاں نثاروں کے جھرمٹ میں ہشاش بشاش رہتے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیتُ أحداً أکثر تبسماً مِن رسولِ اللہ ﷺ (۱)

’’میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو مسکرانے والا نہیں پایا۔‘‘

------ ۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۱۷۳، کتاب الایمان، رقم: ۱۸۶

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۱۲۷، ابواب صفۃ الجنۃ، رقم: ۲۵۹۵

۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۴۵۲، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۳۹

۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۹۰، رقم: ۲۳۳

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۸

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶، ۴۵۷، رقم: ۷۴۳۱

۸۔ الحاکم، المستدرک، ۴: ۶۳۴، رقم: ۸۷۵۱

۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۳۷، رقم: ۳۴۰۱۶

۱۰۔ ابویعلیٰ، المسند، ۹: ۷۲، رقم: ۵۱۳۹

۱۱۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۴۳ رقم: ۴۲۶

۱۲۔ شاشی، المسند، ۲: ۲۱۹، رقم: ۷۸۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۶۰۱، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۴۱، ۳۶۴۵

۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۸۶، رقم: ۱۸۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۱

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۵۱، رقم: ۸۰۴۷

۵۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۲۰۶

۴۔ گریہ و زاری

خوف و خشیت الٰہی سے حضور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی کہ کثرت گریہ و زاری سے آپ کے سینہ مبارک سے ہنڈیا کے جوش مارنے کی سی آوازیں نکلنے لگتیں اور ساون کی جھڑی کی طرح آنسوؤں کی برسات ہونے لگتی۔ اس طرح کی کیفیت ہر نماز کی حالت میں وارد ہوتی۔ وہ نماز جو بندگی میں معراج کی آئینہ دار تھی۔ اس کی کیفیت و محویت کا کون اندازہ کرسکتا ہے!

۱۔ حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ نماز میں آقا ﷺ کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لجوفه أزيز كأزيز المرجل من البكاء۔(۱)

۶۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۶۵، رقم: ۸۲۴

۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۱

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۳، رقم: ۳۲۳

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۲۳۸، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۹۰۴

۳۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۳، کتاب السہو، رقم: ۱۲۱۴

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۱: ۱۹۵، رقم: ۵۴۴

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۵

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۴۳۹، رقم: ۶۶۵

۷۔ ابویعلی، المسند، ۳: ۴۱۷، رقم: ۱۵۹۹

۸۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۳۹۶، رقم: ۹۷۱

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۵۱، رقم: ۳۱۷۳، ۳۱۷۴

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۱: ۴۸۱، رقم: ۴۷۴

۱۱۔ ابونعیم، دلائل النبوۃ، ۱: ۱۳۸

۱۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۵۴۸، رقم: ۱۰۱۲

۱۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۹

''آپ ﷺ کے سینۂ انور سے رونے کی آوازیں اس طرح آ رہی تھیں جیسے ہنڈیا کے اُبلنے کی آواز آتی ہے۔''

۲۔ سورج گرہن وغیرہ کے مواقع پر بھی حضور ﷺ محبوبِ حقیقی کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کرکے سجدہ ریز ہو جاتے اور نالہ و گریہ سے عجب سماں بندھ جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گرہن کے موقع پر نماز شروع کی تو حضور ﷺ نے قیام، رکوع اور سجود کو معمول سے بہت زیادہ طویل کر دیا۔

فجعل ينفخ و يبكي۔(۱)

''پھر حضور ﷺ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔''

۳۔ احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر بھی آپ ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔

۴۔ نبیٔ آخر الزماں حضور رحمتِ عالم ﷺ مسجدِ نبوی میں جلوہ افروز تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حلقہ بنائے اپنے آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ تاجدارِ کائنات ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ مجھے کلامِ الٰہی سناؤ۔ وہ پیکرِ ادب بن کر عرض گزار ہوئے: آقا! ایک غلام کی کیا مجال کہ آپ ﷺ کے سامنے کلامِ پاک کی تلاوت کرے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابی کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا کہ میں دوسروں سے کلامِ الٰہی سننا پسند کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنے آقا ﷺ کے حکم کی تعمیل میں سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس آیت پر پہنچا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۶۵، رقم: ۳۲۵
۲۔ نسائی، السنن، ۳: ۱۳۸، کتاب الکسوف، رقم: ۱۴۸۲
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۵۳، رقم: ۹۰۱

شَهِيْدًا○(۱)

''پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو اُن سب پر گواہ لائیں گے○''

اِس آیتِ کریمہ کی سماعت پر حضور ﷺ کی چشمانِ مقدس سے آنسو رواں ہو گئے۔(۲)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی سفر میں رات کے وقت حضور رحمتِ عالم ﷺ نے بسم اللہ کی تلاوت کی اور آغاز کرتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پھر گریہ و زاری کی وہ کیفیت طاری ہوگئی کہ حضور ﷺ نے بیس مرتبہ اس کی تلاوت فرمائی اور ہر مرتبہ خشیتِ الٰہی سے روتے روتے گر پڑتے ، پھر مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ!

لقد خاب مَن لم يرحمه الرحمن الرحيم۔(۳)

''وہ شخص تباہ ہو گیا جس پر رحمٰن و رحیم (خدا) نے رحم نہ فرمایا۔''

۵۔عبادت وخشیتِ الٰہی

حضور نبیٔ اکرم ﷺ معصوم عن الخطاء تھے، آپ ﷺ پر گناہوں کا سایہ بھی نہ پڑا تھا مگر اس کے باوجود تعلیم اُمت کے لئے آپ ﷺ کثرت سے نوافل ادا کرتے، خوف و

(۱) القرآن، النساء،۴:۴۱

(۲) ۱۔ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۲۳۸، ابواب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۲۵
۲۔ابوداؤد، السنن،۳: ۳۲۴، کتاب العلم، رقم: ۳۶۶۸
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۸، رقم: ۸۰۷۵
۴۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۶۴، رقم: ۳۲۴
۵۔ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ: ۵۴۸، رقم: ۱۰۱۱

(۳) ۱۔ابن جوزی، الوفا: ۵۴۹، رقم: ۱۰۱۵
۲۔ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ،۳: ۱۸۱، رقم: ۵۷۶

خشیت کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات مصلّٰی پر گزر جاتی۔ طویل قیام اور عجز و نیاز مندی کی سجدہ ریزیاں آپ ﷺ کا معمول تھا۔ آپ ﷺ عبادت میں کمال انہماک اور خشوع و خضوع اختیار فرماتے، آپ ﷺ نے اُمت کو کثرتِ بندگی کی تعلیم دی، لیکن دوسروں کو تلقین کرنے سے پہلے خود اس کی مثال قائم کی۔

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آقا ﷺ رات کو نمازِ تہجد ادا فرماتے تو قیام کو اتنا طویل کر دیتے کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ تو اللہ کے محبوب اور مقرّب ہیں، آپ اس قدر مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں؟ تو نبیِ آخر الزماں ﷺ نے فرمایا:

يا عائشةُ! أفلا أكون عبدًا شكورًا.(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۱۷۲، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، رقم: ۲۸۲۰
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۰، کتاب التہجد، رقم: ۱۰۷۸
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲: ۲۶۸، ابواب الطہارۃ، رقم: ۴۱۲
۴۔ نسائی، السنن، ۳: ۲۱۹، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، رقم: ۱۶۴۴
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۵۶، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، رقم: ۱۴۱۹
۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۲۲، رقم: ۲۶۳
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۱۵
۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۸۶، رقم: ۶۲۰
۹۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۲۰۱، رقم: ۱۱۸۳
۱۰۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۱۳۸، رقم: ۳۸۱۰
۱۱۔ طبرانی، المعجم الصغیر، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۹۰
۱۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۷، رقم: ۴۳۹۹
۱۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۱، رقم: ۹۳۰
۱۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۸

’’اے عائشہ! کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟‘‘

۲۔ حضور ﷺ کی کثرت عبادت، مجاہدے اور زہد و ریاضت کے بارے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تعبّد رسول اللهﷺ حتی صار کالشَّن البالی۔(۱)

’’حضور ﷺ نے اس قدر عبادت کی کہ آپ ﷺ پرانے مشکیزے کے مانند ہو گئے۔‘‘

۶۔ آقائے دوجہاں ﷺ کی قراءت

صاحبِ قرآن حضور نبیٔ اکرم ﷺ اپنی نمازوں میں زیادہ سے زیادہ قراءت فرماتے۔ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ سردارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نمازِ فجر میں طویل قراءت فرماتے جبکہ دیگر فرائض میں قدرے کم قراءت فرماتے۔ نوافل میں طویل قیام فرماتے، خصوصاً قیام اللیل میں کہ کوئی دوسرا شخص آپ ﷺ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

۱۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ رسولَ اللهﷺ کان یقرأ فی صلٰوۃِ الغداۃِ مِن الستین إلی المائۃِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۱، رقم: ۹۳۴
۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۸۱، ۳۴۳۴۸
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۱۶۵
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲: ۲۰۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۳۸، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۶۱
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۲۱۵، کتاب مواقیت الصلاۃ، رقم: ۵۷۴
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۰۹، کتاب الصلاۃ، رقم: ۳۹۸
۴۔ ابوعوانہ، المسند، ۲: ۱۶۱
۵۔ ابویعلی، المسند، ۱۳: ۴۲۵، رقم: ۷۴۲۹

’’حضور ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ آیات سے سو آیات کے درمیان تک قرأت فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

صلّیتُ مع رسول اللہ ﷺ، فأطال حتی هممتُ بأمرٍ سوءٍ، قال: قیل: وما هممتَ به؟ قال: هممتُ أن أجلس وأدعه.(۱)

’’ایک شب میں نے حضور ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ نے طویل قیام کیا (اور قراءت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کر لیا۔ میں (حضرت وائل) نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ نے کس بات کا ارادہ کیا تھا؟ اُنہوں نے فرمایا: میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضور ﷺ کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کانتْ قراءةُ النبی ﷺ باللیل یرفعُ طورًا ویخفضُ طورًا۔(۲)

’’رات کے وقت حضور ﷺ کبھی بلند آواز سے قراءت فرماتے اور کبھی آہستہ آواز

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۵۳۷، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، رقم: ۷۷۳
۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۱، کتاب التہجد، رقم: ۱۰۸۴
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۴۵۶، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، رقم: ۱۴۱۸
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۸۵، رقم: ۳۶۴۶
۵۔ ابو یعلی، المسند، ۹: ۱۰۰، رقم: ۵۱۶۵

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۲: ۳۷، کتاب الصلاۃ، رقم: ۱۳۲۸
۲۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۱۸۸، رقم: ۱۱۵۹
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۳۲۲، رقم: ۳۶۸۱
۴۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۱۶۶
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۲، رقم: ۴۴۸۷

سے۔‘‘

۴۔ آقائے دوجہاں ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ تین روز میں قرآنِ پاک ختم کر لیا کرتے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان لا يقرأ القرآن في أقلّ مِن ثلاثٍ.(۱)

’’حضور ﷺ تین دن رات سے کم وقت میں قرآنِ حکیم ختم نہیں فرماتے تھے۔‘‘

۷۔ رفتارِ مبارک

حضور ﷺ کا چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، غرض ہر عمل وقار و تمکنت کا آئینہ دار تھا، چلتے تو وقار اور اعتماد کے ساتھ چلتے، قدم اُٹھاتے تو زمین قدم بوسی کی منتظر رہتی۔ وہ زمین جس پر آپ ﷺ خرامِ ناز فرماتے اُس پر آسمان رشک کرتا کہ تجھے سردارِ کائنات کے قدموں کو بوسہ دینے کا اِعزاز حاصل ہوا ہے۔ آپ ﷺ کی رفتار پر نہ تو دل کی تنگی کا گمان ہوتا اور نہ یہ اندازہ لگایا جاسکتا کہ آپ ﷺ کسی اُلجھن میں گرفتار ہیں یا طبیعت پر کسی قسم کی گرانی ہے۔ چال میں شانِ نبوت کا رُعب بھی تھا اور عبدیت کا عجز و انکسار بھی۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا مشى تكفّأ تكفّؤاً، كأنّما ينحط مِن صبب۔(۲)

---

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۵۳، رقم: ۴۳۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۶
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۱۴، رقم: ۹۴۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۱، رقم: ۵
۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۲: ۲۴۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۱
۴۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۱
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۶

’’حضور ﷺ چلتے تو پاؤں جما کر چلتے تھے، گویا بلندی سے اُتر رہے ہیں۔‘‘

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات ﷺ کے خرامِ ناز کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

كان إذا مشى تقلّع كأنّما يمشى فى صببٍ۔(۱)

’’حضور ﷺ جب چلتے تھے تو ہمت اور قوت سے پاؤں اُٹھاتے، (پاؤں زمین پر گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے) چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا ڈھلواں جگہ پہ چل رہے ہوں۔‘‘

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

و ما رأيتُ أحدًا أسرع فى مشيته مِن رسولِ اللهِ ﷺ، كأنّما الأرض تطوى له، إنّا لنجهد أنفسنا، و إنه لغير مكترث(۲)

’’میں نے آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہیں دیکھا، زمین گویا آپ ﷺ کے لئے لپٹ جاتی تھی۔ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہم قدم ہونے میں مشقت محسوس کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ اپنی معمول کی رفتار سے چلتے جاتے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۹۹، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۵۱
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۱: ۳۳، رقم: ۷
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (السیرۃ)، ۶: ۲۹
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۳۲۸، رقم: ۳۱۸۰۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۵۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۱: ۱۱۲، رقم: ۱۲۴
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۱۵، رقم: ۶۳۰۹
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۱۵
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۱۴، ۱۵

۸۔ اندازِ نشست و برخاست

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی ہر ادا حسن و جمال کا مرقع تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم .....جنہیں حضور ﷺ کی محافل میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تھی ..... نے ان محافل میں اپنے آقا ﷺ کی ایک ایک ادا کو لوحِ تاریخ میں محفوظ کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

۱۔ حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان النبيُّ ﷺ أوقرَ الناسِ في مجلسِه، لا يكادُ يخرجُ شيئًا من أطرافِه۔(۱)

''مجلس میں حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ باوقار ہوتے تھے، اور حضور ﷺ اطراف (مثلاً منہ، ناک، کان وغیرہ) سے کوئی چیز ظاہر نہیں فرماتے تھے۔''

۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان إذا جلس إحتبىٰ بيده۔(۲)

''رسولِ اکرم ﷺ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو دونوں گھٹنے کھڑے کر

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا، ۱: ۸۰

(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۲۶۲، کتاب الأدب، رقم: ۴۸۴۶
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۱۷، رقم: ۱۳۰
۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۳۶، رقم: ۵۷۰۹
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۶۰
۵۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۶۸
۶۔ قاضی عیاض، الشفاء، ۱: ۱۷۶
۷۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۶، رقم: ۷۸۹
۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۴۰
۹۔ دومی، الاتحافات الربانیہ: ۱۸۰

کے اُنہیں ملاتے ہوئے اُن کے گرد ہاتھوں کا حلقہ سا بنا کر بیٹھتے۔‘‘

حضور ﷺ مجلس میں اس طرح تشریف فرما ہوتے کہ رعب کے ساتھ وقار اور عجز و اِنکسار بیک وقت آپ ﷺ کے نشست و برخاست کے ہر انداز سے ظاہر ہوتا۔

۳۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تاجدارِ کائنات ﷺ تکیئے کا سہارا لے کر بیٹھتے اور آپ ﷺ کے اس انداز میں کسی قسم کا تکلف نہ ہوتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ متکئاً علٰی وسادةٍ علٰی یسارِہ۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔‘‘

۹۔ حضور ﷺ کا چھینک لینا

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ کان إذا عطس غطی وجهه بیده أو بثوبه و غَضّ بها صوته۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۹۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۷۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۱۸، رقم: ۱۳۱
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۶
۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۳۱، رقم: ۲۳۱۶
۵۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۱۲۸، رقم: ۶۲۷۲
۶۔ عبدالرزاق، المصنف، ۷: ۳۲۴، رقم: ۱۳۳۴۳
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۸۴، رقم: ۶۲۹۷
۸۔ ابن جوزی، الوفاء: ۴۵۶، رقم: ۷۹۰
۹۔ دومی، الاتحافات الربانیہ: ۱۷۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۸۶، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۴۵

’’حضور ﷺ کو جب چھینک آتی تو اپنا منہ مبارک ہاتھ مبارک یا کپڑے سے ڈھانپ لیتے اور آواز مبارک پست رکھتے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبیﷺ کان إذا عطس غطی وجهه بیده أو بثوبه و غض بها صوته۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کو جب چھینک آتی تو ہاتھ مبارک یا کپڑے سے اپنا منہ مبارک ڈھانپ لیتے اور اپنی آواز مبارک پست رکھتے۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللهﷺ کان إذا عطس حمد الله، فیقال له: یرحمك الله، فیقول؛ یهدیکم الله ویصلح بالکم۔(۲)

’’جب نبیٔ اکرم ﷺ کو چھینک آتی تو اللہ کی حمد بیان فرماتے، اور آپ

۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۰۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۲۹
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۳۹

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۳۲۵، رقم: ۷۷۹۶
۲۔ حمیدی، المسند، ۲: ۴۸۹، رقم: ۱۱۵۷
۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۲۳۷، رقم: ۱۸۴۹
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۹۰، رقم: ۳۳۹۴
۵۔ ابن جوزی، الوفا، ۴۵۵، رقم: ۷۸۵

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۰۴
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۲۸، رقم: ۹۳۴۰
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۱۷۶، رقم: ۱۵۷
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۱۷۷، رقم: ۲۷۸
۵۔ لجی، منتہی السول، ۱: ۴۱۱

ﷺ سے کہا جاتا: یَرحَمُکَ اللہ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)۔ آپ ﷺ (جواباً) ارشاد فرماتے: یَھدِیکُم اللہ ویصلح بالکم (اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا کرے اور تمہارے احوال بہتر فرمائے)۔''

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ رسول اللہ ﷺ کان یکرہ العطسۃَ الشدیدۃَ فی المسجد۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ مسجد میں زور سے چھینک لینے کو ناپسند فرمایا کرتے تھے۔''

۵۔ روایت ہے:

کان ﷺ یکرہ رفع الصوتِ بالعطاس۔(۲)

''نبیٔ اکرم ﷺ بلند آواز سے چھینک لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔''

آقائے دوجہاں ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی بلکہ جمائی پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: إنّ اللہ یحبّ العُطاس و یکرہ التثاؤب، فإذا عطس أحدکم، فقال: الحمد للہ، فحق علی کل مَن سمعہ أن یقول: یرحمک اللہ، و أما التثاؤب، فإذا تثاءب أحدکم فلیَرُدَّہ، ما استطاع و لایقولن: ھاہ ھاہ، فإنّما ذالک مِن الشیطانِ یضحک منہ۔(۳)

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۲۹۰، رقم: ۳۳۹۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۲، رقم: ۹۳۵۶
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۶۱، رقم: ۶۸۷
(۲) لجی، منتہی السول، ۱: ۴۱۲
(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۸۷، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۴۷

''حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند، پس جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ **الحمد للہ** کہے، سننے والے پر لازم ہے کہ وہ جواب میں **یرحمك اللہ** کہے، جبکہ تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو حسبِ استطاعت اُسے روکے اور ھاہ ھاہ نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، جس پر وہ خوش ہو کر ہنستا ہے۔''

۱۰۔ حضور ﷺ کا اِستراحت فرمانا

حضور نبیٔ اکرم ﷺ عظمت کی جس بلندی پر رونق افروز ہوئے عام انسان تو کیا اللہ کے دیگر برگزیدہ انبیاء و رسل میں کسی کو بھی اس مقامِ عظمت تک رسائی حاصل نہ ہوئی۔ انسانی لغت کا کوئی ایک لفظ بھی حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ اور عظمت و رفعت کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کر سکتا۔ وہ سب سے سربلند اور سب سے عظیم انسان تھے، لیکن اس مقام و مرتبے پر جلوہ افروز ہونے کے باوجود آپ ﷺ ایک چٹائی پر استراحت فرماتے، جس پر کوئی دوسرا کپڑا بچھا نہ ہوتا۔ والیٔ کونین حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب اس بستر پر آرام فرما ہوتے تو جسمِ اطہر پر بوریا کے نشان پڑ جاتے۔

بقولِ اقبال:

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش
تاجِ کسریٰ زیر پائے اُمتش

۲۔۔۔۔۔۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۹۷، کتاب الأدب، رقم: ۵۸۶۹
۳۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۳۰۶، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۲۸
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۶۲، رقم: ۱۰۰۴۳
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۸، رقم: ۹۵۲۷
۶۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۹۳، رقم: ۷۶۸۳
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۳۵۹، رقم: ۵۹۸
۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۲: ۶۱، رقم: ۹۲۲
۹۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۲۷۰، رقم: ۳۳۲۲

(آپ چٹائی پر خوابِ استراحت فرماتے جبکہ آپ کی امت کے قدموں میں ایران کی شہنشاہیت کا تخت بچھا ہوا تھا۔)

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

دخلتُ علی النبیﷺ وھو فی غرفةٍ کأنھا بیت حمام، وھو نائمٌ علی حصیر قد أثر بجنبہ۔ (۱)

''میں نبیٔ اکرم ﷺ کے کاشانۂ اقدس میں داخل ہوا تو آپ ﷺ کا کمرہ حمام کی طرح (گرم) تھا جبکہ آپ ﷺ چٹائی پر آرام فرما تھے، جس کے نشانات آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر تھے۔''

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

أنّ النبیﷺ کان یحتجر حصیرا باللیل فیصلی و یبسطه بالنھار فیجلس علیه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ لجی، منتہی السول، ۱:۵۲۸
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰:۱۶۲، رقم: ۱۰۳۲۷
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۱، رقم: ۱۰۴۱۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۸۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۲۰۱، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۶۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۳۰۹، رقم: ۲۵۷۱
۴۔ حمیدی، المسند، ۱:۹۵، رقم: ۱۸۳
۵۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۲: ۴۷۰، رقم: ۱۰۴۵
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۱۰۹، رقم: ۵۰۲۰
۷۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۸، رقم: ۱۰۸۵
۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۵۶

''نبیٔ اکرم ﷺ رات کے وقت چٹائی کو حجرہ کی صورت میں اردگرد کھڑا فرما لیتے (پردہ بنا لیتے) اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے، دن کے وقت اسے بچھا کر اُس پر تشریف فرما ہوتے۔''

۴۔ احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ آپ ﷺ کا بستر مبارک ایک ٹاٹ ہوتا تھا، جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوہرا کر کے حضور ﷺ کے لئے بچھا دیا کرتی تھیں۔ وہ چارپائی جو تاجدارِ کائنات ﷺ کے زیرِاستعمال رہی، کھجور کی بنی ہوئی تھی۔ اس پر آرام فرما ہوتے تو جسمِ اطہر پر نشانات پڑ جاتے۔ جاں نثارانِ مصطفیٰ یہ منظر دیکھتے تو بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دخلتُ علی رسول اللهﷺ و هو علی سریر مضطجع مرمل بشریط، و تحت رأسِه وسادة مِن أدم حشوها لیف، فدخل علیه نفر مِن أصحابه و دخل عمر فانحرف رسول اللهﷺ انحرافة فلم یر عمر بین جنبیه و بین الشریط ثوبا و قد أثر الشریط بجنب رسول اللهﷺ۔ (۱)

''میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا، نبیٔ اکرم ﷺ چارپائی پر آرام فرما تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی تھی۔ آپ ﷺ کے سرِ اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا، جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے، حاضرِ خدمت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۹
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۲۷۶، رقم: ۶۳۶۲
۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵: ۱۶۷، رقم: ۲۷۸۲
۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۶
۵۔ بیہقی، دلائل النبوۃ: ۱: ۳۳۷
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۷

نے ذرا پہلو بدلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی بچھونا حائل نہیں ہے (اس وجہ سے) کھجور کی پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں نظر آ رہے تھے۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو بے اختیار اشکبار ہو گئے۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ میرا سببِ گریہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ قیصر و کسریٰ سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أما ترضٰی أن تکونَ لهم الدنیا ولنا الآخرة۔ (۱)

''(اے عمر!) کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اُن کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو۔''

اس پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً حقیقت اس طرح ہی ہے۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۸۶۷، کتاب التفسیر/ التحریم، رقم: ۴۶۲۹
۲۔ بخاری، الادب المفرد، ۱: ۳۹۸، رقم: ۱۱۶۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۳۹
۴۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۵: ۱۶۸، رقم ۶۲۸۳
۵۔ بزار، المسند، ۱: ۳۰۴، رقم: ۱۹۵
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۳: ۱۶۶، رقم: ۴۵۷۳
۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۳۱۱، رقم: ۱۰۴۱۴
۸۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۰: ۳۲۶
۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۶۶
۱۰۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۶۷، رقم: ۱۰۵۶

بستر مبارک

تاجدارِ کائنات ﷺ کا بستر مبارک محض چمڑے اور ٹاٹ کا بنا ہوا تھا۔ نرم و گداز بستر کو صاحبِ لولاک ﷺ نے کبھی پسند نہیں فرمایا۔

۱۔ آپ ﷺ کے بستر مبارک کے بارے میں اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

مسحاً نثنيه ثنيتين فينام عليه(۱)

''ایک ٹاٹ تھا، جسے ہم دوہرا کر کے حضور ﷺ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے، جس پر حضور ﷺ استراحت فرماتے۔''

اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شب میرے ذہن میں یہ خیال گزرا کہ اگر اس ٹاٹ کی چار تہیں کر کے حضور ﷺ کے لئے بچھا دوں تو یہ زیادہ نرم ہو جائے گا اور تاجدارِ کائنات علیہ السلام زیادہ سکون محسوس کریں گے۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہیں کر کے آپ ﷺ کے بستر پر بچھا دیا۔ حضور ﷺ نے اس پر آرام فرمایا۔ جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو پوچھا: حفصہ! رات کو تم نے میرے لئے کیسا بستر بچھایا تھا؟ عرض کی: آقا! یہ آپ ہی کا بستر تھا، مگر میں نے اس ٹاٹ کی چار تہیں کر دی تھیں تاکہ آپ کا بستر ذرا نرم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا:

ردّوه لحالتِه الأولٰى، فإنّه منعتنى و طأته صلٰوتى الليلة(۲)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۷۰، رقم: ۳۳۰
۲۔ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ۶: ۵۳
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۲، رقم: ۳۷۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۷۰، رقم: ۳۳۰
۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۵
۳۔ ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، ۶: ۵۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۸

’’بستر کو پہلی حالت پر ہی رہنے دو کیونکہ اس کی نرمی میری تہجد کی نماز میں رکاوٹ کا باعث بنی ہے۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان فراشُ رسول اللهﷺ مِن أدمٍ، و حشوه من ليف۔ (۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔‘‘

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے:

دخلتْ عليَّ إمرأةٌ مِن الأنصار فرأتْ فراشَ رسولِ اللهﷺ قطيفة مثنية فبعثتْ إليّ بفراشٍ، حشوه الصوف، فدخل عليّ رسول اللهﷺ، فقال: ما هذا يا عائشة؟ قالت: قلتُ: يا رسول الله! فلانة الأنصارية دخلتْ فرأتْ فراشَك فذهبت، فبعثتْ إليّ بهذا، فقال: ردّيه يا عائشة! فواللهِ لوشئتُ لأجرى اللهُ تعالىٰ معي جبال الذهبِ و الفضّةِ۔ (۲)

’’میرے پاس ایک انصاری عورت آئی تو اس نے نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر دیکھا جو

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح ۵: ۲۳۷۱، کتاب الرقاق، رقم ۶۰۹۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۰، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۸۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۷، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۱
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷: ۴۷، رقم: ۱۳۰۹۵
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۶

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۲: ۱۷۳، رقم: ۱۴۶۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۶۵
۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۵۳
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۶

کہ دوہری کی ہوئی مخملی چادر پر مشتمل تھا۔ (وہ انصاری عورت چلی گئی اور) اس نے میرے پاس بستر بھیجا، جس میں ریشم بھرا ہوا تھا۔ نبیٔ اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی، اس نے آپ کا بستر مبارک دیکھا تو واپس جانے کے بعد میرے پاس یہ (بستر) بھیج دیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ (بستر) واپس کر دے، اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سونے و چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلا دیتا (یعنی جہاں میں جاتا وہیں وہ جاتے۔)‘‘

۴۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان فراشُ النبي ﷺ نحوًا مما يوضع الإنسان في قبره۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک تقریباً ایسا تھا جیسے آدمی کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے۔‘‘

۵۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ’کشف الغمہ‘ میں فرماتے ہیں:

كان لرسول الله ﷺ فراشٌ مِن أدمٍ، حشوه ليف، طوله ذراعان أو نحوهما، و عرضه ذراع و شبر أو نحوه۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا بستر مبارک چمڑے کا بنا ہوا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بستر مبارک کی لمبائی دو گز یا اس کی مثل اور چوڑائی ایک گز اور ایک بالشت یا اس کی مثل تھی۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۰، ابواب النوم، رقم: ۵۰۴۴
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲: ۵۰۲
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۱، رقم: ۳۷۱
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۵۷

(۲) لجی، منتہی السول، ۱: ۵۲۲

۷۔ کتب احادیث و سیر میں حضور نبیٔ رحمت ﷺ کے استراحت فرمانے کی کیفیت کے بارے میں کئی روایات ملتی ہیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

انَّ رسول اللهﷺ كان إذا أراد أن يَرقُد وضع يده اليمنٰى تحت خده، ثم يقول: اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ، ثلاث مرات۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ رُخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو زندہ کرے گا اس دن مجھے اپنے عذاب سے بچا۔''

۸۔ حضرت براء بن عازب اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان النبيﷺ إذا أوى إلى فراشه، قال: اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوْتُ وَ أَحْيَا۔ و إذا قام قال: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَ إليهِ

---

(۱) ۱۔ابوداؤد، السنن،۴: ۳۱۰، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۴۵
۲۔ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۷۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۳۹۹
۳۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ،۱: ۲۱۶، رقم: ۲۵۵
۴۔نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۸۸، رقم:۱۰۵۸۸
۵۔احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۹۸
۶۔ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۳۳۱، رقم: ۵۵۲۲
۷۔ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۲۴، رقم: ۲۶۵۳۷
۸۔طبرانی، المعجم الاوسط، ۲: ۱۷۷، رقم: ۱۶۳۶
۹۔ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۵۸۴، رقم: ۲۳۵۰
۱۰۔صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۳
۱۱۔لجی، منتہی السول، ۲: ۲۸۷

النُّشورُ۔(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ، جب بستر مبارک پر لیٹتے تو فرماتے: ’’یا اللہ! تیرے ہی نام سے مرتا (یعنی سوتا) ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ رہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا)۔‘‘ اور جب سو کر جاگتے تو یہ دعا پڑھتے: ’’تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اُسی پاک ذات کی طرف (قیامت کے روز) لوٹنا ہے۔‘‘

۹۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أنّ النبی ﷺ کان إذا أوی إلی فراشه کل لیلة، جمع کفیه ثم نفث فیهما، فقرأ فیهما: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ثم یمسح بهما ما استطاع مِن جسدِه، یبدأُ بهما علی رأسه و وجهه و ما أقبل من جسده، یفعل ذالك ثلٰث مراتٍ ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۳۲۶، کتاب الدعوات، رقم: ۵۹۵۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۸۳، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۷۱۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۴۹
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۱۹۲، رقم: ۱۰۶۰۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۸۵
۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۵۷
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۲
۸۔ لجی، منتہی السول، ۲: ۲۸۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۹۱۶، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۴۷۲۹
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۷۳، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۰۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۱۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۵۶
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۵۸

’’روزانہ رات کو جب بھی نبیٔ اکرم ﷺ اپنے بستر پر آرام فرما ہوتے تو اپنی دونوں مبارک ہتھیلیوں کو ملا کر ان پر سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے، پھر انہیں اپنے تمام بدن پر سر سے پاؤں تک جہاں تک ہو سکتا پھیرتے۔ آپ ﷺ اپنے سر اقدس اور چہرہ مبارک سے ابتدا فرماتے اور پھر جسم انور کے سامنے کے حصے پر (پھر بقیہ بدن پر دستِ اقدس پھیرتے)۔ آپ ﷺ یہ عمل تین مرتبہ دہراتے۔‘‘

۱۱۔ دورانِ سفر معمولاتِ نبوی ﷺ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ کو سفر پر جانا ہوتا تو پیر یا جمعرات کو سفر کے لئے ترجیح دیتے۔

۱۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسولُ اللهِ ﷺ يحبّ أن يُسافرَ يوم الإثنين و الخميس۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کو سفر اختیار کرنا پسند فرماتے تھے۔‘‘

۲۔ اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان النبي ﷺ يستحب يوم الخميس أن يُسافرَ فيه۔(۲)

.....۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۵، ۱۵۶

۶۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۵۲

(۱) ابنِ جوزی، الوفا: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳، ۲۵۹، ۲۶۰، رقم: ۵۴۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۱۰، رقم: ۵۷۱

۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۳۲

۴۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۰

۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۴۶۲

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ جمعرات کے دن سفر کرنا مستحب سمجھتے تھے۔‘‘

۳۔ سفر پر روانگی سے قبل بارگاہِ ایزدی میں خیر و برکت کی دعا کرنا حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے معمولات میں شامل تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سفر کا آغاز اِس دعا کے ساتھ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الضُّبْنَةِ فِی السَّفَرِ، وَالْكَآبَةِ فِی الْمُنْقَلَبِ، اَللّٰهُمَّ اقْبِضْ لَنَا الأَرضَ، وَ هَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ۔(۱)

’’اے اللہ! تو ہی سفر میں (میرا) رفیق اور مصاحب ہے اور قائم مقام ہے میرے گھر میں۔ یا اللہ میں اپنے تمام ماتحت لوگوں کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور واپسی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں، اے اللہ! ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما دے۔‘‘

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ دعا مروی ہے:

أن النبیﷺ كان إذا كان فی سفر و أسحر يقول: سمع سامع

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۹۹، ۳۰۰
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۴۹۷، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۳۸
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۹۸
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۹، رقم: ۸۸۰۲
۵۔ مالک، الموطا، ۲: ۹۷۷، رقم: ۱۷۶۲
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۳۱، رقم: ۲۷۱۶
۷۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۲۴۱، رقم: ۲۳۵۳
۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۷۸، رقم: ۲۹۶۰۶
۹۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۲۴۱، رقم: ۹۶۹
۱۰۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۱، رقم: ۱۳۳۲

بحمد الله و حسن بلائه علينا، ربنا صاحبنا و أفضل علينا عائذاً بالله من النار۔(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب کسی سفر میں صبح اٹھتے تو یہ دعا فرماتے: سن لیں سننے والے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کی اچھی آزمائش کو، اے ہمارے رب! ہمیں اپنی رفاقت عطا فرما اور ہم پر فضل فرما، اس حال میں کہ ہم جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔''

۵۔ سفر کے دوران اگر آرام فرمانے کے لئے زیادہ وقت مل جاتا تو آپ ﷺ سو جاتے لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو پھر دستِ اقدس پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرما لیتے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن النبی ﷺ كان إذا عرّس بليل: اضطجع على شقّه الأيمن، و إذا عرّس قبيل الصبح: نصب ذراعه و وضع رأسه على كفّه۔(۲)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ سفر میں رات کو چلنے کے بعد اگر اخیرِ شب میں کچھ دیر کے لئے کسی جگہ پر پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴: ۲۰۸۶، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، رقم: ۲۷۱۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۱۹، رقم: ۲۷۰۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۲۳، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۸۶
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۵۷، رقم: ۸۸۲۸
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۸۴، رقم: ۱۳۴۰

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ: ۲۲۰، رقم: ۲۹۱
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۰۹
۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۴۸، رقم: ۲۵۵۸
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۲۵۶، رقم: ۱۰۱۲۴
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۵۸

کے قریب ٹھہرنا ہوتا تو اپنا (دایاں) بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرما لیتے۔‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک اور حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سفر سے واپسی کا ارادہ ہوتا تو رسول اکرم ﷺ یہ دعا فرماتے:

آيِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔ (۱)

’’ہمارا رجوع اپنے رب کی طرف ہے درآنحالیکہ ہم اُس کے حضور میں توبہ کرنے والے، اسی کی عبادت کرنے والے، اسی کو سجدہ اور اس کی حمد و ثناء کرنے والے ہیں۔‘‘

۷۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن رسول اللهﷺ كان لا يقدم مِن سفر إلا نهاراً، في الضحىٰ، فإذا قدم، بدأ بالمسجد، فصلّى فيه ركعتين، ثم جلس فيه۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۲: ۶۳۷، کتاب العمرہ، رقم: ۱۷۰۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۷۸، کتاب الحج، رقم: ۱۳۴۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۰۱، ابواب الدعوات، رقم: ۳۴۴۷
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۳، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۹۹
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۵۵
۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۴۱۲، رقم: ۲۶۹۵
۷۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴: ۱۴۱، رقم: ۲۵۴۲
۸۔ ابو یعلی، المسند، ۳: ۲۲۶، رقم: ۱۶۶۴
۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۶: ۷۹، رقم: ۲۹۶۱۲
۱۰۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۵، رقم: ۱۳۴۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۴۹۶، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، رقم: ۷۱۶

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ دن کو چاشت کے وقت سفر سے واپس تشریف لاتے اور آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے، اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھے رہتے (تاکہ مشتاقانِ جمال اپنی نگاہوں کو آپ ﷺ کے دیدارِ فرحت آثار سے ٹھنڈا کر سکیں)۔‘‘

۸۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اس مجلس میں لوگوں کے مسائل سنتے اور حال احوال دریافت فرماتے تھے:

كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا قدم من سفر بدأ بالمسجد، فصلّى فيه ركعتين، ثم يقعد ما قدّر له في مسائل الناس و سلامهم(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے، پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر اللہ کو منظور ہوتا، تاکہ لوگوں کے اَحوال دریافت فرمائیں اور ان کے سوالات کے جواب عنایت فرمائیں اور انہیں سلام کرنے (اور بارگاہِ اقدس میں حاضری دینے) کا موقع بخشیں۔‘‘

۱۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی سواریاں

سرکارِ دوجہاں ﷺ دورانِ سفر جن مروّجہ سواریوں کو اپنے استعمال میں لاتے

.....۲۔ بخاری، الصحیح، ۴: ۱۶۰۴، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۶
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۸۸، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۷۳
۴۔ نسائی، السنن، ۲: ۵۴، کتاب المساجد، رقم: ۷۳۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۸۶

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۸۶، رقم: ۱۳۴۵
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۴: ۳۸

رہے ان کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

(۱) گھوڑے

آقائے دو جہاں ﷺ کو سواری کے جانوروں میں سے گھوڑے بہت پسند تھے کیونکہ اس وقت جہادِ فی سبیل اللہ کے لئے گھوڑا سب سے زیادہ کارآمد اور مفید جانور تھا۔

اصحابِ سیر نے حضور نبئ اکرم ﷺ کے سات گھوڑوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ **السکب**: یہ سب سے پہلا گھوڑا ہے جو حضور نبئ اکرم ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک اعرابی سے بعوض دس (۱۰) اوقیہ خریدا تھا۔

۲۔ **المرتجز**: یہ وہ گھوڑا ہے جسے آپ ﷺ نے ایک اعرابی سے خریدا تھا، ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ اعرابی انکاری ہو گیا تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس خریداری کے متعلق آپ ﷺ کے حق میں گواہی دی حالانکہ خریداری کے وقت وہ موجود نہیں تھے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے اُن کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا۔

۳۔ **اللزاز**: شاہِ مقوقس نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔

۴۔ **الطرب**: یہ گھوڑا آپ ﷺ کو شام کے علاقے بلقاء سے فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔

۵۔ **الورد**: حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ہدیۃً پیش کیا تھا، بعد ازاں آپ ﷺ نے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا۔

۶۔ **اللحیف**: حضور ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام اللحیف تھا۔ یہ گھوڑا آپ ﷺ کو ربیعہ بن براء نے پیش کیا تھا۔

۷۔ **سبحۃ**: اس کا معنی ہے تیز دوڑنے والا۔ یہ مشہور گھوڑا تھا۔(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۹۔۴۹۰
۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۸، ۲۱۹
۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۵، رقم: ۴۲۰۷

(۲) اُونٹ

کتب تاریخ وسیر میں حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تین اونٹنیوں کا ذکر ملتا ہے:

۱۔عضباء ۲۔قصواء ۳۔ جدعا(۱)

فتحِ مکہ کے موقع پر آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے۔ عضباء کے متعلق اہل سیر نے لکھا ہے:

إنّ هذه العضباءَ لم تأكل بعد وفاةِ رسولِ اللهﷺ و لم تشربْ حتى ماتتْ۔(۲)

''یہی وہ عضباء اونٹنی ہے جس نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے وصال کے بعد

---- ۴۔طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۲۸۸، رقم: ۷۵۱۵
۵۔بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰، ۲۵، ۲۶
۶۔احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۵۶
۷۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۷۹، رقم: ۲۴۳۰
۸۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۹
۹۔حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۲۹، ۴۳۰
۱۰۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۳
۱۱۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱: ۱۵۱
۱۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۹، رقم: ۱۱۲۷
۱۳۔صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۱: ۴۱۸
۱۴۔ ابو اسمٰعیل البغدادی، ترکۃ النبی، ۱: ۹۷

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۰۵۳، کتاب الجہاد، رقم: ۲۷۱۶
۲۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۱۱۱، رقم: ۱۱۲۰۸
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۲
۴۔طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹
۵۔حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۲

(۲) ۱۔حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۳۳

(آپ کے فراق میں) کچھ کھایا نہ پیا حتی کہ وفات پا گئی۔''

(۳) خچر

آپ ﷺ کے زیر استعمال درج ذیل خچر رہے:

۱۔ **شہباء:** اسے دلدل بھی کہا جاتا ہے۔ نجاشی نے آپ ﷺ کو بطورِ ہدیہ یہ خچر پیش کیا تھا۔ آپ ﷺ مدنی زندگی میں اس پر سفر فرماتے رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسی پر سوار ہو کر خوارج کے ساتھ جنگیں لڑیں، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پر سواری کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور پھر محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو بھی آقائے دو جہاں ﷺ کی اس مبارک سواری پر سوار ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

۲۔ **فضہ:** یہ وہ خچر ہے جو فروہ بن عمرو جذامی نے حضور ﷺ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ حضور ﷺ نے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔

علاوہ ازیں کسریٰ ایران نے بھی ایک خچر خدمتِ اقدس ﷺ میں پیش کیا تھا۔ نجاشی نے بھی ایک خچر بارگاہِ نبوی ﷺ میں بھجوایا تھا جبکہ دومۃ الجندل سے بھی ایک خچر آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا۔(۱)

(۴) درازگوش

اہلِ سیر و تاریخ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے چار درازگوشوں کا ذکر کیا ہے:

۲۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۱۱: ۴۲۰

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۵۷۱

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۲

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۵: ۲۸۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۹

۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۹۹

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۱۱: ۴۱۹

پہلا .....مقوقس نے ہدیہ کیا۔

دوسرا.....فروہ بن عمرو جذامی نے پیشِ خدمت کیا۔

تیسرا.....سعد بن عبادہ نے تحفہ میں دیا۔

چوتھا .....ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ عفیر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت میں اس کا نام عفیر بیان کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

كانت الأنبياء ..... يركبون الحمير و كان لرسول اللهﷺ حمار يُقال له عفير۔ (۱)

''انبیاء کرام علیہم السلام درازگوش پر سواری کرتے رہے ہیں اور حضور ﷺ کا ایک درازگوش تھا جسے عفیر کہتے تھے۔''

روایت ہے:

عفيرٌ أهداه لهﷺ المقوقس۔ (۲)

''عفیر حضور ﷺ کو شاہ مقوقس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔''

۲۔ یعفور

دوسرا دراز گوش یعفور ہے جس کے بارے میں کتبِ حدیث و سیر میں مذکور ہے

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۴۰۵

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۱

۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹

۳۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۸

۴۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۴۰۵

کہ اس نے حضور ﷺ کے وصال کے دن فراقِ رسول کی وجہ سے کنویں میں چھلانگ لگا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔ حضرت زامل بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ فروہ بن عمرو جزامی نے آپ ﷺ کو یہ دراز گوش تحفتاً پیش کیا تھا۔(۱)

سہیلی اور دیگر متقدمین سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ 'یعفور' نے اپنے آپ کو اس دن کنویں میں گرا دیا تھا جس دن آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔(۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حماری که آنحضرت گاهی برآں سوار میشد چنداں حزن کرد که خود را در چاهے انداخت۔(۳)

''وہ دراز گوش جس پر حضور نبیٔ اکرم ﷺ کبھی کبھار سواری فرماتے تھے (فراق رسول کی وجہ سے) اتنا اداس ہوا کہ ایک کنویں میں چھلانگ لگا دی اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔''

۳۔ حمار أعطاه له سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ۔(۴)

''ایک دراز گوش حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔''

---

(۱) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۲۹۹
۲۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۱۹
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۹۱
(۲) ۱۔ سہیلی، الروض الأنف، ۳: ۱۳۶
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۲۶، رقم: ۳۸۲
۳۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۴۰۶
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۲: ۷۷۴
(۳) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۵۷۱
(۴) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۴۰۶

۴۔ **حمار أعطاه له بعض الصحابة۔(۱)**

''دراز گوش آپ ﷺ کو آپ کے کسی صحابی نے ہدیہ کیا تھا۔''

۱۳۔ خیمۂ اقدس

حضور نبیٔ اکرم ﷺ مختلف غزوات اور سفر کے دوران خیموں میں قیام فرماتے تھے، ان کی تفصیل احادیثِ مبارکہ میں اس طرح ملتی ہے:

۱۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے ایک خیمہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

أتيت النبيﷺ وهو فی قبةٍ حمراء من أدمٍ۔(۲)

''میں نبیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چمڑے کے سرخ خیمے میں تشریف فرما تھے۔''

۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

و أمر بقبةٍ من شعرٍ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۴۰۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۰، ۲۲۰۱، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۱
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۳۶۰، کتاب الصلاۃ، رقم: ۵۰۳
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۲۰، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۷۸
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۲، رقم: ۱۰۷۳
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۷۲

(۳) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۱۰، رقم: ۱۴۵۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۸۸۹، کتاب الحج، رقم: ۱۲۱۸
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۰۲۴، کتاب المناسک، رقم: ۳۰۷۴
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳: ۳۳۶، رقم: ۱۴۷۰۵
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۱۲، رقم: ۹۲۲۱

''اور آپ ﷺ نے بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔''

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

انتهيتُ إلى النبي ﷺ وهو في قبةٍ من أدمٍ (۱)

''میں بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ چمڑے کے خیمے میں تشریف فرما تھے۔''

۱۴۔ طعامِ نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اللہ کی جو بھی نعمت میسر آتی آپ ﷺ اُسے شوق سے تناول فرما لیتے۔ غذا انتہائی سادہ ہوتی، فقر و قناعت کا یہ عالم کہ ہفتوں کاشانۂ نبوت میں چولہا نہ جلتا، کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے، بسا اوقات کھجور اور پانی پر گزر اوقات ہوتی، اس کے باوجود آپ ﷺ کبھی حرفِ شکوہ زبان پر نہ لاتے۔ اہلِ خانہ بھی اپنے عظیم سربراہ کے ساتھ قناعت کی زندگی صبر و شکر کے ساتھ گزارتے تھے، اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن اسی عالمِ فقر میں زندگی کے دن بسر کرتیں، لیکن دامنِ قلب و نظر اطمینان کی دولت سے مالا مال تھا۔ سرِ نیاز بارگاہِ خداوندی میں اظہارِ تشکر سے خم رہتا، امن، سکون اور عافیت کی خوشبو سانسوں میں ہی نہیں مشامِ جاں میں بھی رچی بسی رہتی۔

حضور نبئ اکرم ﷺ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے، کھانے سے قبل ہاتھ دھوتے اور بسم اللہ کے ساتھ پہلا لقمہ اٹھاتے، ہاتھ دھو کر پونچھتے نہیں تھے۔ حضور ختمی

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۳۳۱، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۱۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۴۰۱
۳۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۹: ۲۰۵، رقم: ۵۳۰۴
۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۷۵، ۱۷۶، رقم: ۷۲۷۵
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۲۳۴
۶۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۴۵۶، رقم: ۱۸۴۴

مرتبت ﷺ کا معمول تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرماتے، کھانا کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے، کھانے کی کسی چیز میں عیب نہ نکالتے، اللہ کی کسی نعمت کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھتے، اپنے صحابہ کو بھی شریکِ طعام کر لیتے اور کھانا کھانے کے بعد اللہ کی نعمتوں پر کلمۂ تشکر ادا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ اللهﷺ يجلس على الأرض، و يأكل علَى الأرضِ۔(۱)

''حضور ﷺ زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی (دسترخوان بچھا کر) کھانا تناول فرماتے۔''

بسم اللہ کی برکت

کھانے کا آغاز بسم اللہ سے کرنے سے اس میں بہت سی برکتیں آجاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم اپنے آقا ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، اس دوران میں کھانا لایا گیا۔ کھانے کا آغاز ہوا تو اس میں بے پناہ برکت تھی لیکن اختتام پر اس میں بے برکتی آ گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حیرت کا اظہار کیا اور مخبرِ صادق ﷺ سے دریافت فرمایا: یا رسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے کہ وہ کھانا جس میں برکت ہی برکت تھی، وہ آخر اس برکت سے کیسے محروم ہو گیا۔ تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۶۷، رقم: ۱۲۴۹۴
۲۔بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۲۹۰، رقم: ۸۱۹۲
۳۔ابن جوزی، الوفا: ۶۱۵، رقم: ۱۱۹۴
۴۔سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۲۸۶، رقم: ۵۲۰
۵۔صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۷۰

لِأنّا ذکرنا اسم اللهﷻ حین أکلنا، ثم قعد بعد مَن أکل و لم یسم فأکل معه الشیطان۔ (۱)

’’وجہ یہ ہوئی کہ ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا، پھر آخر میں کوئی شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے میں شریک ہو گیا تو شیطان اس کھانے کے ساتھ شامل ہوگیا (اس لئے اس سے برکت جاتی رہی)۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ کان إذا أکل طعاماً لعق أصابعه الثلاث(۲)

’’حضور ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹ (کر صاف کر) لیا کرتے تھے۔‘‘

۳۔ اِس حدیث کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللهﷺ یأکل بأصابعه الثلٰث و یلعقهن۔(۳)

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۱۵، ۴۱۶
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۵۶، رقم: ۱۸۹
(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۰۷، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۳۴
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۵۹، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۰۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۶۵، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۸۴۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۹۰
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۲۴، رقم: ۱۳۹
۶۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۴۹
۷۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۱۷۲
(۳) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۲۴، رقم: ۱۴۲
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۵۵، رقم: ۵۲۵۱
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۷۱

''رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور (بعد میں) ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔''

۴۔ حضور ﷺ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنّی لا أکل متکئًا۔(۱)

''بیشک میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔''

۵۔ اللہ کی ہر نعمت پر کلمۂ تشکر ادا کرنا حضور ﷺ کا معمول تھا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کے سامنے سے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:

الحمد لله [حَمْدًا] کثیراً طَیّبًا مُبارَکاً فیه، غیر مَکْفِیّ ولا موَدّع و لا مستغنی عنه، ربنَا(۲)

''تمام تعریف حق تعالیٰ شانہ کے لئے مخصوص ہے، ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں، ایسی تعریف جو پاک مبارک ہے، ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے مستغنی (بے نیاز) رہا جا سکتا ہے، اے اللہ! (ہمارے شکر کو قبول فرما)۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۶۲، رقم:۵۰۸۳
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۲۴، رقم: ۱۴۰
۳۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۷۴
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۷۸، کتاب الاطعمہ، رقم:۵۱۴۲
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۶۰، رقم: ۱۹۳
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۶۶، رقم:۳۸۴۹
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۲۸۶، رقم: ۱۴۴۴۸
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۲:۴۰۰

۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور ﷺ کے لبِ اقدس پر یہ دعا مچل اُٹھتی:

الحمد للهِ الذی أطعمنا و سقانا و جَعَلَنا [مِن] المسلمين(۱)

''تمام تعریف اس ذات کے لئے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔''

پسندیدہ روٹی

آٹے کی روٹی کبھی کبھار حضور ﷺ کے غذا کا حصہ بنتی، اکثر جَو کی روٹی پر قناعت فرماتے، اگر وہ بھی دستیاب نہ ہوتی تو کھجور اور پانی پر گزر بسر کر لیتے۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ حضور ﷺ، اَزواجِ مطہرات اور اہلِ بیت کچھ کھائے پیئے بغیر ہی سو جاتے۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ اللهِ ﷺ يبيتُ الليالی المتتابعة طاوياً و أهله لايجدون عشاء، و كان أكثر خبزهم خبز الشعير۔(۲)

---

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۶۶، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۸۵۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۵۹، رقم: ۱۹۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۹۲، کتاب الأطعمۃ، رقم: ۳۲۸۳
۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶:۸۰، رقم: ۱۰۱۲۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۲
۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵:۱۳۸، رقم: ۲۴۵۰۴

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۵۸۰، أبواب الزہد، رقم: ۲۳۶۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۲۷، رقم: ۱۴۶

''حضور ﷺ اور آپ کے گھر والے کئی کئی راتیں مسلسل بھوک میں گزار دیتے تھے، اس طرح کہ رات کو کھانا کھانے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا تھا اور اکثر جَو کی روٹی اُن کی غذا ہوتی۔''

سالن میں حضور ﷺ کو سرکہ سب سے زیادہ مرغوب تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نعم الإدام الخل۔ (۱)

''سرکہ بہترین سالن ہے۔''

آپ ﷺ شہد بہت پسند فرماتے تھے، مختلف سبزیوں کے علاوہ گوشت، سرکہ، زیتون کا تیل اور مختلف اقسام کے پھل خصوصاً کھجور وغیرہ آپ ﷺ کی مرغوب غذاؤں میں شامل تھے۔

..... ۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۱۱، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۴۷

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۵۵، ۳۷۴

۵۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۸۳، رقم: ۱۶۰

۶۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱:۳۲۸، رقم: ۱۱۹۰۰

۷۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷:۳۱۲، رقم: ۱۰۴۱۹

۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۰۹

۹۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۱۶، رقم: ۱۱۹۶

۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۸۰

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۲۱، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۵۱

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۷۹، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۴۲

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۶۰، کتاب الاطعمہ، رقم: ۳۸۲۱

۴۔ نسائی، السنن، ۷:۱۴، کتاب الأیمان والنذور، رقم: ۳۷۹۶

۵۔ دارمی، السنن، ۲:۱۳۷، رقم: ۲۰۴۸

پسندیدہ سبزیاں

آپ ﷺ نے کھانے میں سبزیوں کو پسند فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحبُّ الطعامِ إلى رسول اللهﷺ البقلَ۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے نزدیک محبوب ترین کھانا سبزیاں (اور ترکاریاں) تھیں۔''

کدو کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبیٔ اکرم ﷺ کو کھانے کی دعوت دی، میں آپ ﷺ کے ساتھ اُس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں جَو کی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فرأيتُ رسولَ اللهﷺ يَتتبّع الدُّبّاء من حول الصفحة، فلم أزل أحب الدُّبّاء من يومئذٍ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۲
۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۱۷، رقم:۱۲۰۰
(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۰۷۳، کتاب الأطعمہ، رقم: ۵۱۲۳
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۱۵، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۴۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۵۰، کتاب الأطعمہ، رقم:۳۷۸۲
۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۸۴، ابواب الأطعمہ، رقم:۱۸۵۰
۵۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ﷺ، ۱:۱۳۷، رقم:۱۶۳
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۵:۱۸۴، رقم: ۸۳۲۱
۷۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۰۹، رقم:۱۲۱۳
۸۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳:۳۳۲، رقم: ۶۶۷
۹۔ ابن جوزی، الوفا:۶۱۸، رقم:۱۲۰۴
۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۲

’’میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں تو اُس دن سے مجھے کدو ہمیشہ کیلئے پسندیدہ ہوگیا۔‘‘

پسندیدہ گوشت

حضور نبیٔ اکرم ﷺ گوشت میں سے دستی (اگلی ٹانگ)، شانے اور پیٹھ کا گوشت پسند فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھی اچھی بوٹیاں چن کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أطيبُ اللحمِ لحم الظهرِ۔ (۱)

’’سب سے اچھا گوشت پیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔‘‘

۲۔ حضرت ابی عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

طبختُ للنبی ﷺ قِدرًا، وکان یعجبه الذراع۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۰۹۹، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۰۸
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۰۴، ۲۰۵
۳۔ حاکم، المستدرک، ۴:۱۲۴، رقم: ۷۰۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۱، رقم: ۱۲۱۴
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۱۵

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۹۵
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۴۱، رقم: ۱۷۰
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲:۳۳۵، رقم: ۸۴۲
۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۷:۶۵
۵۔ ابن حجر عسقلانی، الاصابہ، ۷:۲۶۹، رقم: ۱۰۲۲۴
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۱، رقم: ۱۶۱۲

''میں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے ہانڈی پکائی۔ آپ ﷺ کو دستی کا گوشت بہت ہی پسند تھا۔''

۳۔ خشک گوشت بھی آپ ﷺ نے استعمال فرمایا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أكلنا مع رسولِ اللهِ ﷺ القديد بالمدينة(۱)

''ہم نے مدینہ منورہ میں رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ خشک گوشت کھایا۔''

۴۔ آپ ﷺ کی غذا کے حوالے سے بھُنے ہوئے گوشت کے استعمال کا ذکر بھی ملتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أكلنا مع رسول اللهِ ﷺ شواء في المسجد(۲)

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔''

۵۔ آپ ﷺ مرغ کا گوشت بھی تناول فرما لیتے تھے۔ حضرت زہدم جرمی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کھانا آ گیا، جس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرینِ مجلس میں سے ایک شخص مرغ کے گوشت کو ہاتھ نہیں لگا رہا تھا۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أدن، فقد رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يأكل مِنه(۳)

''آگے بڑھو (اور کھاؤ) کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۲۷

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۲، رقم: ۱۲۱۸

۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۹۰، ۱۹۱

۲۔ ابویعلی، المسند، ۳: ۱۱۰، رقم: ۱۵۴۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۲، رقم: ۱۲۱۹

۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۸

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۰۱، کتاب الذبائح، رقم: ۵۱۹۹

تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔‘‘

ثرید سے محبت

گوشت کے شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور اُنہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا ثرید کہلاتا ہے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ ثرید بہت پسند فرماتے تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اُن کے موالی (آزاد کردہ غلام و خدام) سمیت کھانے کی دعوت پر بلایا تو اُنہوں نے حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے ثرید کی خواہش کی اور فرمایا:

كان أحبّ الطعامِ إلى رسولِ اللهِ ﷺ الثريد مِن الخبز۔(۱)

’’رسول اللہ ﷺ کا سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا ثرید ہی تھا۔‘‘

پسندیدہ پھل

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں کھجور کا بہت استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ کے دو کھانوں میں سے ایک کھجور ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ

------ ۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۲۷۰، کتاب الأیمان، رقم: ۱۶۴۹

۳۔ نسائی، السنن، ۷: ۲۰۶، کتاب الصید والذبائح، رقم: ۴۳۴۷

۴۔ دارمی، السنن، ۲: ۱۴۰، رقم: ۲۰۵۵

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۶۰، رقم: ۵۲۵۵

۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۳۲، رقم: ۵۹۲۷

۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۱۸۹

(۱) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۳۵۰، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۷۸۳

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۹۶، رقم: ۵۹۲۲

۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۳

۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۰، رقم: ۱۲۰۸

۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۹۸

۶۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۵۲، رقم: ۴۵

صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما أکل آل محمد ﷺ أکلتین فی یوم إلا إحداهما تمر۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے اہل خانہ نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگور بھی تناول فرمائے، اس طرح کہ خوشہ کے دانے یکے بعد دیگرے منہ میں ڈالتے اور اس کی شاخ پیچھے کھینچ لیتے۔ (۲)

۳۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان أحبّ التمر إلی رسول اللہ ﷺ العجوۃَ۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ کو کھجوروں میں سے عجوہ کھجور سب سے زیادہ پسند تھی۔''

۴۔ حضرت امیہ بن زید عبسی فرماتے ہیں:

أنّ رسولَ اللہ ﷺ کان یحبّ مِن الفاکھۃِ العنبِ و البطیخ۔(۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۳۷۱، کتاب الرقاق، رقم: ۶۰۹۰
۲۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۱۸، رقم: ۷۰۷۸
۳۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۵، رقم: ۱۲۲۸

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۲۶، رقم: ۱۲۳۲
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۵

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۵
۲۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۶، رقم: ۱۲۲۹
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۷، رقم: ۳۳
۴۔ حسام الدین ہندی، کنزالعمال، ۷: ۱۱۰، رقم: ۱۸۲۱۷

(۴) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۰۶
۲۔ ابن قیم، زادالمعاد، ۴: ۳۴۰

’’بیشک نبیٔ اکرم ﷺ پھلوں میں انگور اور خربوزہ پسند فرماتے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان أحبّ الفاكهةِ إلَى رسولِ اللهِ ﷺ الرطبَ و البطيخ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ پھلوں میں سب سے زیادہ پختہ تازہ کھجور اور خربوزہ پسند فرماتے تھے۔‘‘

۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان النبی ﷺ يحب القِثّاءَ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کھیرا (تر) پسند فرماتے تھے۔‘‘

پسندیدہ شیرینی

حضور ﷺ کو میٹھا بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

كان النبی اللهِ ﷺ يحبّ الحلواءَ و العسلَ۔(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۹

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۶۸، رقم:۲۰۳
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۲۷۴، رقم: ۶۹۷
۳۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۹۳، رقم: ۵۳۳
۴۔ ابن ابی دنیا، مکارم الاخلاق، ۱:۱۰۹، رقم: ۳۵۷
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۰۹

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۲۵، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۲۷۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۲:۱۱۰۱، کتاب الطلاق، رقم: ۱۴۷۴
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۷۳، ابواب الأطعمہ، رقم: ۱۸۳۱
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۳:۳۳۵، کتاب الأشربہ، رقم: ۳۷۱۵
۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۰۴، کتاب الأطعمہ، رقم: ۳۳۲۳

’’رسول اللہ ﷺ میٹھا اور شہد بہت پسند فرماتے تھے۔‘‘

۱۵۔ مشروباتِ نبوی ﷺ

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا ہر عمل اس کی معمولی جزئیات تک تاریخ کے ریکارڈ میں من وعن محفوظ ہے۔ پانی پینا روز مرہ کا ایک ایسا عمل ہے جو انسان دن میں کئی بار دہراتا ہے۔ آپ ﷺ کے پانی نوش فرمانے کا معمول کیا تھا اس کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

إنّ النبی ﷺ کان یتنفّسُ فی الإناءِ ثلاثًا إذا شرب، و یقول: ھو أمرءو أروی۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ پانی نوش فرمانے کے دوران تین مرتبہ سانس لیا کرتے اور فرماتے: یہ طریقہ زیادہ خوشگوار ہے، اور یہ خوب سیراب کرنے والا ہے۔‘‘

۲۔ عام پانی بیٹھ کر پینے کا حکم ہے لیکن آبِ زم زم جو حضور ﷺ کے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نقوشِ پا کا فیضان ہے، اسے کھڑے ہوکر نوش فرمانے کی ہدایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أنّ رسول اللہ ﷺ شرب مِن زمزم و ھو قائمٌ۔(۲)

۶۔ دارمی، السنن، ۲:۱۴۶، رقم: ۲۰۷۵

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۸:۸۵

۸۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۲۵، رقم: ۱۲۲۷

۹۔ ابویعلی، المسند، ۸:۱۸۶، رقم: ۴۷۴۱

۱۰۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۹۷، رقم: ۵۹۲۹

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۴۷، رقم: ۲۱۱

۲۔ بزار، المسند، ۵:۱۶۰، رقم: ۱۷۵۲

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۸۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۰۲، کتاب الأشربہ، رقم: ۲۰۲۷

’’حضور ﷺ نے زم زم کا پانی کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔‘‘

۳۔ حضور ﷺ نے آبِ زمزم کے علاوہ بھی بعض خاص مواقع پر کھڑے ہوکر پانی نوش فرمایا، لیکن یہ آپ ﷺ معمول نہیں تھا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

رأیتُ رسولَ اللہ ﷺ یشرب قائماً و قاعدًا۔(۱)

’’میں نے حضور ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پانی پیتے دیکھا۔‘‘

پسندیدہ مشروبات

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

کان أحبّ الشراب إلَی رسولِ اللہ ﷺ الحلو البارد۔(۲)

.....۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۰۱، ابواب الأشربہ، رقم: ۱۸۸۲
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۷۲، رقم: ۲۰۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۲۱۴
۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵:۱۹۳

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۰۱، ابواب الأشربہ، رقم: ۱۸۸۳
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۷۲، رقم: ۲۰۸
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۱۷۴
۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۲:۵۶۸، رقم: ۴۴۹۰
۵۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۳۹، رقم: ۷۸۹۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۳۰۷، ابواب الاشربہ، رقم: ۱۸۹۵
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۴:۱۹۰، رقم: ۶۸۴۴

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت پسند تھا۔''

۲۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جملہ مشروبات میں دودھ کو بہت پسند فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحب الشراب إلى رسولِ اللهﷺ اللبن۔(۱)

''رسول اللہ ﷺ کا تمام مشروبات میں سے زیادہ پسندیدہ مشروب دودھ تھا۔''

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ستو، شہد اور پنیر بھی استعمال فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كنت أسقي لرسول اللهﷺ في هذا القدح اللبن، و العسل، و السويق، و النبيذ، و الماء البارد۔(۲)

''میں حبیبِ خُدا ﷺ کو اس پیالہ میں دودھ، شہد، ستو، نبیذ اور ٹھنڈا پانی پلایا کرتا تھا۔''

۱۶۔ ظروف مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی نسبتِ سے لوہے، پیتل، چاندی اور مٹی کے وہ برتن بھی

.....۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۸

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۵۳، رقم: ۷۲۰۰

۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۱۸

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۳۷، رقم: ۱۲۶۱

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۲۹۸، رقم: ۶۴۸

۳۔ حسام الدین ہندی، کنز العمال، ۷: ۱۱۱، رقم: ۱۸۲۲۳

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۳۷، رقم: ۱۲۶۴

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۳: ۳۹۴، رقم: ۷۰۰

۳۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۱۶

مقدس ہو گئے جو ہادیٔ کونین ﷺ کے زیرِ استعمال رہے اور جنہیں حضور ﷺ کے لبِ اقدس مَس کرنے کا اعزاز حاصل ہوا، حضور ﷺ کی مبارک اُنگلیوں کو بوسہ دینے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان برتنوں کے بھی مخصوص نام تھے، مثلاً آپ ﷺ کے کھانے پینے کا جو پیالہ تھا، اُس کا نام ''ریان'' تھا۔ ایک دوسرے پیالے کا نام ''مغیث'' تھا۔ ایک ایسا پیالہ بھی حضور ﷺ کے زیرِ استعمال رہا جس پر تین جگہ چاندی کی پتریاں لگی ہوئی تھیں۔ چوتھا پیالہ جس میں حضور ﷺ پانی یا دودھ نوش فرمایا کرتے تھے، شیشے کا تھا۔ حضور ﷺ کے پانچویں پیالے کا نام ''عیدان'' تھا۔ ایک پتھر کے پیالے کا نام ''مخضب'' تھا۔(۱)

۲۔ ناپنے کے لئے حضور ﷺ کے پاس ایک صاع اور مُد بھی تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كان لرسول الله ﷺ مقراض يسمى الجامع والسواك و صاع و مُدّ۔(۲)

''حضور ﷺ کے پاس ایک قینچی تھی جسے جامع کہتے تھے، نیز مسواک، صاع اور مُدّ بھی تھے۔''

۳۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأيتُ قدحَ رسولِ اللهِ ﷺ عند أنس بن مالك رضی اللہ عنہ، و كان قد انصدع، فسلسله بفضة، قال: و هو قدح عريض من فخّارٍ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۱۷۶
۲۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۲: ۷۶۷، ۷۶۸
(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۶۱
(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۳۵، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۳۱۵
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۰، رقم: ۱۱۴
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۳۲

’’میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا مبارک پیالہ دیکھا جو کہ ٹوٹا ہوا تھا، اُسے چاندی کے پتر یا تار سے جوڑا گیا تھا۔ (راوی کہتے ہیں) یہ پکی مٹی سے بنا ہوا بڑا پیالہ تھا۔‘‘

حضرت عیسیٰ بن طہمان فرماتے ہیں:

أخرج إلينا أنس بن مالك قدح خشب غليظاً مضبّباً بحديدٍ، فقال: يا ثابت! هذا قدحُ رسولِ اللهِ ﷺ۔(۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لکڑی کا بنا ہوا ایک پیالہ ہمیں دکھایا، جس پر مضبوطی کے ساتھ لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا، اور فرمایا: اے ثابت! یہ رسول اللہ ﷺ کا پیالہ ہے‘‘۔

۵۔ حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إسم قدحِ رسولِ اللهِ ﷺ القُمر۔(۲)

’’رسول اللہ ﷺ کے ایک پیالے کا نام قُمر تھا‘‘

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

أهدى المقوقسُ إلى رسولِ اللهِ ﷺ قدح قوارير، فكان يشرب منه۔(۳)

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۶۲، رقم: ۱۹۶
۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۱۵۵، رقم: ۲۵۸۳
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۲
(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۳
(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۳۲
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۳۶، کتاب الأشربہ، رقم: ۳۴۳۵
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴:۱۵۳

’’شاہِ مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو شیشے کا ایک پیالہ تحفتاً دیا تھا، جس میں آپ ﷺ پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔‘‘

۱۷۔ حضور ﷺ کے مبارک ملبوسات

ہادیٔ کونین حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا پہنا ہوا لباس سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔ کپڑوں میں کرتہ آپ ﷺ کا پسندیدہ پہناوا تھا۔ آپ ﷺ نے لنگی، چادر، ٹوپی، عمامہ اور جبہ بھی زیبِ تن فرمایا۔

حضور ﷺ سفید کپڑا پسند فرماتے، سبز چادر بھی آپ ﷺ نے استعمال فرمائی۔ سُرخ اور منقش لباس پہننا بھی احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔

حضور ﷺ کی عادتِ شریفہ تھی کہ اللہ کی بے پایاں رحمت پر احسان مندی کا اظہار فرماتے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا استجد ثوبًا سمّاه بإسمه عمامةً أو قميصاً أو رداءً، ثم يقول: اللّٰهم لك الحمد، أنت كسوتنيه أسألك خيرَه، وخيرَ ما صُنع له، و أعوذ بك مِن شرِه، و شرِ ما صُنع له۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جب کوئی کپڑا زیبِ تن فرماتے تو اظہارِ مسرت کرتے ہوئے اس کا نام لیتے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا ہے، ایسے ہی عمامہ، چادر وغیرہ۔ پھر یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۹، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۶۷
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۱، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۰
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۷۱، رقم: ۶۱
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۵۰
۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۲۱۳، رقم: ۷۴۰۸

اور کپڑے کے پہنانے پر تیرا ہی شکر ہے، تجھی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں (کہ خراب یا ضائع نہ ہو) اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان (مقاصد) کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔‘‘

کپڑے کے مقاصد سے مراد ہے موسمی اثرات سے بچاؤ، زینت اور ستر وغیرہ کا ڈھانپنا۔ کپڑے کی بھلائی یہ ہے کہ یہ اللہ کی رضا یا اس کی عبادت کے لئے استعمال ہو اور اس کی بُرائی یہ ہے کہ انسان یہ کپڑا پہن کر اللہ کی نافرمانی کرے یا اُس کے اندر غرور وتکبر پیدا ہوجائے اور وہ دوسرے لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگے، یا یہ لباس عُریانی اور فحاشی پھیلانے کے لئے استعمال ہو اور اُس کا پہننا انسانی اعضاء ڈھانپنے کی بجائے اُن کی نمائش کا سبب بنے۔

قمیص مبارک

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو سفید قمیص پسند تھی۔ آپ ﷺ سفید رنگ کی قمیص شوق سے زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسولُ اللهِ ﷺ: إلبسوا البياض فإنها أطهر۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ ہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۱۷، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۰
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۰۵، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۲۲
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۸۱، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۶۷
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۷۵، رقم: ۶۹
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۰

۲۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان أحبُّ الثياب إلى النبي ﷺ القميصَ۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھی۔''

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان لرسول الله ﷺ قميص قطني، قصير الطول قصير الكُمّيّن۔(۲)

''حضور ﷺ کے زیرِ استعمال ایک سوتی قمیص تھی جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور اس قمیص کی آستینیں چھوٹی تھیں۔''

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

كان النبيُّ ﷺ يلبس قميصًا فوق الكعبين مستوى الكمين بأطرافِ أصابعه۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ ایسی قمیص زیبِ تن فرماتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی اور

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۳
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۴۳، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۲۵
۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۲، رقم: ۹۶۶۸
۴۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۴۷، رقم: ۳۴
۵۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۴

(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۵
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۵۴، رقم: ۶۱۶۸
۳۔ ابن حجر عسقلانی، المطالب العالیہ، ۱۰: ۳۰۶، رقم: ۲۲۲۱
۴۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویہ، ۴: ۱۳۵
۵۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۳۷

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۶
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۶۵، رقم: ۶۹۶

اُس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔‘‘

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما اتخذ لرسولِ اللہ ﷺ قمیص له زرّ۔(۱)

’’نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے بٹنوں والی قمیص نہیں بنائی گئی۔‘‘

۵۔ حضرت اُسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان کُمّ ید رسولِ اللہ ﷺ إلی الرسغِ۔(۲)

’’نبی اکرم ﷺ کی قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھی۔‘‘

جبہ مبارک

حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جبہ میدانِ جنگ میں دشمن کے خلاف صف آرا ہوتے وقت پہنا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں تین جبے استعمال فرمائے۔ اس ضمن میں متعدد روایات مذکور ہیں:

۱۔ اِمام اِبنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ سے راویت کرتے ہیں:

أخرَجتْ لنا أسماء جبة مزرورة بالديباج، فقالت: فی هٰذه کان یلقی رسولُ اللہ ﷺ العدوّ۔(۳)

---

(۱) ابن جوزی، الوفا: ۵۷۵، رقم: ۱۰۷۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۵
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۸۱، رقم: ۹۶۶۶
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۹، رقم: ۵۸

(۳) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۲
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۴۸

’’حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ہمیں حضور رحمتِ عالم ﷺ کا جبہ مبارک نکال کر اس کی زیارت کا شرف بخشا۔ جبہ مبارک کے بٹن اور تکملے ریشم کے بنے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ یہ وہ تاریخی جبہ مبارک ہے جسے حضور ﷺ پہن کر دشمن کے خلاف میدانِ جنگ میں اُترا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إنّ رسولَ اللهِ ﷺ غسل وجهه، ثم ذهب يحسر عن ذراعيه وعليه جبة شامية ضيّقة الكمين، فأخرج يده من تحتها(۱)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنا منہ مبارک دھویا، پھر اپنی کلائیوں سے شامی جبہ کی آستینیں الگ کرنے اور اوپر چڑھانے کی کوشش فرمائی جو کہ تنگ سروں والی تھیں۔ (جب وہ تنگی کی وجہ سے اوپر نہ ہوسکیں تو) آپ ﷺ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لئے اور انہیں دھویا۔‘‘

۳۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے حضور ﷺ کو شام کا جبہ تحفتاً پیش کیا۔(۲)

------ ۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۴۵۶، رقم: ۱۵۷۶

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴:۹۹، رقم: ۲۶۶

۵۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ: ۲۵۴

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۱

۲۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۲۹، کتاب الطہارت، رقم: ۲۷۴

۳۔ نسائی، السنن، ۱:۶۳، کتاب الطہارت، رقم: ۸۲

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳:۷۲، رقم: ۱۶۴۵

۵۔ ابو نعیم، مسند أبی حنیفہ، ۱:۲۵۶

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷:۲۹۷

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۱۲، رقم: ۲۶۱

۳۔ ابن جوزی، الوفا، ۵۷۶: رقم: ۱۰۸۳

۴۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خرج علينا رسولُ اللهِ ﷺ ذات يوم و عليه جبة من صوفٍ رومية ضيقة الكمين، فصلّى بنا فيها ليس عليه شئ غيرها(۱)

''ایک دن حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے درآنحالیکہ آپ ﷺ نے تنگ آستینوں والا اُون سے بنا ہوا رومی جبہ زیبِ تن کیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیں اسی جبے میں نماز پڑھائی، آپ ﷺ کے جسمِ اطہر پر اس جبے کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ تھا۔''

۵۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن النبی ﷺ لبس جبةً روميةً ضيقةَ الكمين(۲)

''نبیٔ اکرم ﷺ نے ایک رومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔''

۶۔ حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ رسولَ الله ﷺ بسوقِ ذی المجاز و عليه جبةٌ حمراء۔(۳)

---

(۱) ۱۔ابن ماجہ، السنن،۲:۱۱۸۰، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۶۳
۲۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲:۴۲۰، رقم: ۳۹۸۸
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۵۲، رقم: ۶۱۵۳
۴۔ کنانی، مصباح الزجاجہ، ۴:۸۳، رقم: ۱۲۵۲
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۹۷

(۲) ۱۔ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۳۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۶۸
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۷، رقم: ۴۱
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۵:۶۰۴، رقم: ۲۲۲۵

(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۹۸
۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴:۵۱۸، رقم: ۶۵۶۲

''میں نے حضور ﷺ کو سرخ جبہ زیبِ تن کئے ہوئے ذوالمجاز بازار میں دیکھا۔''

۷۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خُيِّطتْ لرسولِ اللهﷺ جبةً مِن صوف أنمار فلبسها، فما أُعجب بثوبٍ ما أعجب بها، فجعل يمسها بيده، و يقول: ''انظروا ما أحسنها''۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ کے لئے ایک سیاہ دھاری دار اُونی جبہ تیار کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا۔ جتنا اس جبہ سے خوش ہوئے اتنا اور کسی کپڑے سے نہیں ہوئے، آپ ﷺ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے: ''دیکھو، یہ کتنا خوبصورت ہے!''

کملی مبارک

حضور ﷺ نے بردِ یمانی (یمن کی چادر) پسند فرمائی۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان أحَبّ الثيابِ النبى ﷺ أن يلبسها يلبسه الحِبرة(۲)

------ ۳۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۸۲، رقم: ۱۵۹

۴۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۸، رقم: ۴۲۱۹

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶:۴۲

(۱) ابن جوزی، الوفا: ۵۷۶، رقم: ۱۰۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۸۹، کتاب اللباس، رقم: ۵۴۷۶

۲۔ مسلم، الصحیح، ۳:۱۶۴۸، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۷۹

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۴۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۸۷

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۵۱، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۶۰

۵۔ نسائی، السنن، ۸:۲۰۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۳۱۵

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو تمام کپڑوں میں یمن کی سبز رنگ کی چادر اوڑھنا بہت پسند تھا۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ خرج، و هو متکئ علی أسامة بن زید، علیه ثوب قطری قد توشح به، فصلی بهم۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ (اپنے کاشانۂ اقدس سے) باہر تشریف لائے تو اس حالت میں تھے کہ آپ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ قطری چادر میں ملبوس تھے، جس پر کڑھائی کی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے (اسی حالت میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔''

۳۔ یمن کی سُرخ دھاری دار چادر بھی آپ ﷺ کو پسند تھی۔ عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے راویت کرتے ہیں:

رأیتُ النبی ﷺ وعلیه حلة حمراء کأنّی أنظر إلی بریق ساقیه، قال سُفیان: أراها حبرة۔(۲)

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۸۴

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۰۶، رقم: ۶۳۹۶

۸۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۳۹، رقم: ۸۵۴۴

۹۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۴۵، رقم: ۵۷۶۴

۱۰۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۳۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۷۰، رقم: ۶۰

۲۔ ہیثمی، موارد الظمان، ۱: ۱۰۵، رقم: ۳۴۹

۳۔ ابن حبان، اَخلاق النبی ﷺ، ۲: ۱۸۱، رقم: ۲۹۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۳۷، رقم: ۶۴

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۳۷۶، ابواب الصلوٰۃ، رقم: ۱۹۷

''میں نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ سُرخ جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ گویا میں اب بھی (تصور میں) نبیٔ اکرم ﷺ کی دونوں نورانی پنڈلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ سفیان فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں سُرخ جوڑا بردِ یمانی تھا۔''

اِس حوالے سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمرادُ بالحُلّةِ الحمراء بردان يمانيان منسوجان بخطوط حمر مع سود كسائر البرود اليمنية۔(۱)

'حلۃ الحمراء' سے مراد دو منقش یمنی چادریں ہیں، جو سیاہ مائل سرخ دھاریوں والی ہوتی ہیں، جیسا کہ عام طور پر یمنی چادریں ہوا کرتی ہیں۔

۴۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كان النبی ﷺ مربوعاً، و قد رأيتُه فی حلّةٍ حمراء، ما رأيتُ شيئاً أحسن منه۔(۲)

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۳۰۸

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۱

۵۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵:۱۶۸

(۱) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۱۴۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵:۲۱۹۸، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۱۰

۲۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۸، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۳۷

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۱۹، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۲۴

۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۲

۵۔ نسائی، السنن، ۸:۱۳۳، کتاب الزینہ، رقم: ۵۰۶۰

۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۱۱۹۰، کتاب اللباس، رقم: ۳۵۹۹

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۹۵

''نبیٔ اکرم ﷺ میانہ قد تھے اور میں نے آپ ﷺ کو سرخ حلّہ میں ملبوس دیکھا تو مجھے کوئی صورت آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین نظر نہ آئی۔''

۵۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے سیاہ چادر بھی زیب تن فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أنّ النبیﷺ لبس بردةً سوداء، فقالت عائشةُ: ما أحسنها عليك يا رسول الله، يشوب بياضك سوادها، و يشوب سوادها بياضك ۔(۱)

''رسولِ خداﷺ نے سیاہ چادر زیبِ تن فرمائی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے جسمِ اطہر پر کیا خوب سج رہی ہے۔ آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی کو اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی کو حسین بنا رہی ہے۔''

۶۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

خرج النبیﷺ ذاتَ غداةٍ، و عليه مرط مرحل من شعر أسود۔(۲)

۸۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۱۹۵، رقم: ۶۲۸۴
۹۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۴۲
۱۰۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۰۰

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۰۵، رقم: ۶۳۹۵
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ، ۲: ۱۷۰، رقم: ۲۹۱
۳۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۳: ۹۸۷، رقم: ۱۷۱۲
۴۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۹، رقم: ۱۰۹۳
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۰۵

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۴۹، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۸۱
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۱۹، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۳

''ایک دن رسول اللہ ﷺ کالے بالوں کا بنا ہوا کمبل اوڑھ کر باہر آئے، جس پر پالان کا ڈیزائن بنا ہوا تھا۔''

۷۔ حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأیتُ رسول اللہ ﷺ و علیه بردان أخضران۔(۱)

''میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔''

ازار مبارک

آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں لنگی استعمال فرمائی۔ پائجامہ، شلوار اگرچہ زیبِ تن نہیں فرمائے مگر انہیں پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کی لنگی مبارک موٹی ہوتی تھی۔

۱۔ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أخرجتْ إلینا عائشةُ رضی اللہ عنہا کساءً ملبداً و إزاراً غلیظاً، فقالت:

..... ۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۶، رقم: ۷۰
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۴۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۳۲
۵۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۲۸، رقم: ۲۶۸
۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۷۷، رقم: ۱۰۸۷
۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۴۴۶

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۱۹، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۱۲
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۸۶، کتاب الترجل، رقم: ۴۲۰۶
۳۔ نسائی، السنن، ۳:۱۸۵، کتاب صلاۃ العیدین، رقم: ۱۵۷۲
۴۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۷۴، رقم: ۶۶
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲:۲۲۸
۶۔ حاکم، المستدرک، ۲:۶۶۴، رقم: ۴۲۰۳

قُبِضَ روحُ رسولِ اللهِ ﷺ فی هٰذین۔(۱)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں پیوند لگی ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا، پھر فرمایا: ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔''

۲۔ حضرت یزید بن ابی حبیب بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسولُ اللّٰهِ ﷺ یرخی إزارَه مِن بین یدیه و یرفعه مِن ورائِه۔(۲)

''نبیٔ اکرم ﷺ اپنے تہبند کو آگے سے ڈھیلا رکھتے تھے اور پیچھے سے اوپر کو اٹھا ہوا رکھتے تھے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

و إزار مِن نسج عمان، طوله أربعة أذرع و شبر فی ذراعین و شبر۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ کی عمان کی بنی ہوئی لنگی مبارک چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی۔''

---

(۱) ۱۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۰۸، رقم: ۱۲۰
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۴۵، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۳۶
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۴۰، ۱۴۱
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶:۸
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۰۴

(۲) لحجی، منتہی السؤل، ۱:۴۸۷

(۳) ۱۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۲۵۰
۲۔حلبی، انسان العیون، ۳:۴۵۱
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۳۷

عمامہ شریف

حضور نبیٔ اکرم ﷺ سَر ڈھانپنے کے لئے عام طور پر عمامہ شریف استعمال فرماتے۔ اس حوالے سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نبود عمامه شريف آنحضرت ﷺ بسيار بزرگ و گران كه ازان بر سر مبارك باری بود، و نه صغير كه قاصر بود از و قا به سر از خرد برد آمده است كه از چهارده ذراع زياده نبود و گاهی هفت ذراع بودی۔(۱)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا عمامہ شریف نہ تو بہت بڑا اور بھاری ہوتا کہ سرِ اقدس پر بوجھ ہو اور نہ اس قدر چھوٹا کہ سر پر تنگ ہو بلکہ اعتدال کے ساتھ، شرعی چودہ گز سے زیادہ نہ ہوتا اور کبھی سات گز ہوتا تھا۔''

۱۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھتے ہوئے ایک کنارہ دونوں کندھوں کے درمیاں لٹکاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان النبی ﷺ إذا اعتمّ سدل عمامته بين كتفيه(۲)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب عمامہ شریف باندھتے تو اس کا شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑا رکھتے تھے۔''

۲۔ حضرت عَمرو بن حریث رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

كأنّی أنظر إلی رسولِ الله ﷺ علی المنبر و عليه عمامةٌ سوداءُ

---

(۱) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱:۵۴۵، باب یازدہم

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۲۲۵، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۳۶
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۱۷۳، رقم: ۶۲۵۱
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۶

قد أرخیٰ طرفیها بین کتفیه۔(۱)

''گویا میں (تصور میں) حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو منبر شریف پر دیکھ رہا ہوں، کہ آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ شریف باندھا ہوا ہے اور اس کے دونوں شملوں کو اپنے دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔''

ائمہ و محدثینِ کرام نے آپ ﷺ کے مبارک شملہ کی مقدار کا تعین بھی فرمایا ہے۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و گفته اند که ادنی مقدار عذبه چهار انگشت است و اکثر آں تانصف ظهر و زیاده برآں داخل اسبال است که حرام و مکروه است۔(۲)

''علمائے کرام کے نزدیک شملہ کی لمبائی کم از کم چار انگلیوں کے برابر ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک، اس سے زیادہ لمبائی اسبال (غیر موزوں اور غیر مناسب لمبائی) میں شمار ہے جو حرام اور مکروہ ہے۔''

۳۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھنے میں گولائی کا انداز اختیار فرماتے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کان یُدیر العمامةِ علی رأسِه و یغرزها من ورائه، و یرسل لها زؤابة بین کتفیه۔(۳)

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ عمامہ شریف باندھتے ہوئے اُسے گولائی میں سرِ اقدس کے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۹۰، کتاب الحج، رقم: ۱۳۵۹
۲۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۷
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۲۱۱، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۳۴۶
۴۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۳۵۱، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، رقم: ۱۱۰۴
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۲۴۶، رقم: ۵۷۷۱
(۲) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوہ، ۱: ۵۴۶
(۳) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۴، رقم: ۶۲۵۲

گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشتِ اقدس کی جانب اس میں اڑا لیتے اور ایک کنارہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکائے رکھتے۔‘‘

آقائے دوجہاں علیہ السلام کا پگڑی باندھنا سنتِ متواترہ سے ثابت ہے۔ اربابِ سیر نے کثرت سے تاجدارِ کائنات ﷺ کی سیاہ پگڑی کا ذکر کیا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أنَّ رسول اللهﷺ دخل يوم فتح مكة و عليه عمامةٌ سوداء (۱)

..... ۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۰۲، رقم: ۵۵۵

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۰، رقم: ۱۰۹۸

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲:۹۹۰، کتاب الحج، رقم: ۱۳۵۸

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴:۱۹۶، ابواب الجہاد، رقم: ۱۶۷۹

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴:۵۴، کتاب اللباس، رقم: ۴۰۷۶

۴۔ نسائی، السنن، ۵:۲۰۱، کتاب مناسک الحج، رقم: ۲۸۶۹

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۲:۹۴۲، کتاب الجہاد، رقم: ۲۸۲۲

۶۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۰۵، رقم: ۱۱۵

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۳۶۳

۸۔ دارمی، السنن، ۲:۱۰۱، رقم: ۱۹۳۹

۹۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۳۷، رقم: ۳۷۲۲

۱۰۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۲:۲۵۸

۱۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷:۴۰۵، رقم: ۳۶۹۱۸

۱۲۔ ابویعلیٰ، المسند، ۴:۱۱۰، رقم: ۲۱۴۶

۱۳۔ طیالسی، المسند، ۱:۲۴۱، رقم: ۱۷۴۹

۱۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴:۳۷۱، رقم: ۴۴۶۳

۱۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۵:۱۷۷، رقم: ۹۶۲۲

۱۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲:۱۴۰

۱۷۔ ابن جوزی، الوفا، ۵۸۰، رقم: ۱۰۹۷

''حضور نبیٔ اکرم ﷺ فتحِ مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سرِ اَنور پر سیاہ پگڑی بندھی ہوئی تھی۔''

۴۔ آپ ﷺ نے بعض موقعوں پر سیاہ رنگ کے علاوہ سفید، زرد اور زعفرانی رنگ کا عمامہ بھی باندھا۔

حضرت عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنه بلغه أنّ الملائكةَ نزلتْ يومَ بدرٍ عليهم عمائم، صفر و جاء النبی ﷺ و عليه عمامة صفراء(۱)

''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ غزوۂ بدر کے دن فرشتوں کے سروں پر زرد رنگ کے عمامے تھے اور جب نبیٔ اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بھی زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

خرج علينا رسول الله ﷺ و عليه قميص أصفر، و رداء أصفر و عمامة صفراء۔(۲)

''رسول اکرم ﷺ باہر تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ زرد رنگ کی قمیص، چادر اور عمامہ پہنے ہوئے تھے۔''

۶۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

دخلتُ على رسولِ الله ﷺ في مرضِه الذی توفی فيه، و على رأسِه عصابة صفراء، فسلمتُ عليه، فقال: يا فضل! قلتُ: لبيك

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

(۲) ۱۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

یا رسولَ اللہ، قال: اشدد بهذه العصابة رأسی، قال: ففعلت، ثم قعد۔(۱)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے مرض کے آخری ایام میں حاضرِ خدمت ہوا تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر زرد رنگ کا عمامہ تھا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: فضل! میں نے عرض کیا: لبیک یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: اس پگڑی سے میرا سر باندھو، پس میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے۔‘‘

حافظ ابو الخیر سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رأیتُ من نسب لعائشة رضی اللہ عنہا أنّ عمامةَ رسولِ اللہ ﷺ فی السفر کانتْ بیضاء، و فی الحضرِ کانتْ سوداء۔(۲)

’’میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ روایت پڑھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر سفید اور جب گھر میں ہوتے تو کالے رنگ کا عمامہ شریف استعمال فرمایا کرتے تھے۔‘‘

حضرت یحییٰ بن عبداللہ بن مالک فرماتے ہیں:

کان رسولُ اللہ ﷺ یصبغ ثیابه کلها بالزعفران: قمیصه و رداء و عمامته۔(۳)

’’رسولِ اکرم ﷺ اپنے تمام کپڑوں قمیض، چادر اور عمامہ کو زعفران سے رنگا

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۳:۱۲۲
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۲
(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۶
(۳) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲
۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳:۴۵۲

کرتے تھے۔‘‘

۴۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسولُ اللهﷺ يصبغ ثيابَه كلَّها بالزعفران، حتى العمامة۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ اپنے تمام کپڑوں حتیٰ کہ عمامہ کو بھی زعفران سے رنگا کرتے تھے۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ على النبیﷺ ثوبين، مصبوغين بزعفران و رداء و عمامة۔(۲)

’’میں نے رسولِ خدا ﷺ کے جسمِ اطہر پر دو کپڑے، چادر اور عمامہ دیکھے، جو زعفران میں رنگے ہوئے تھے۔‘‘

۶۔ امام عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

و لبس عمامةً بيضاءً تارةً و سوداء أُخرىٰ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲

۳۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

(۲) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳:۶۵۶، رقم: ۶۴۱۵

۲۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹:۱۴۸، رقم: ۱۲۷

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۱۵۷، رقم: ۶۰۱

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۵۲

۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۷۳

(۳) مناوی، فیض القدیر، ۱:۱۸۹

’’آپ ﷺ نے کبھی سفید اور کبھی سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا۔‘‘

۷۔ آپ ﷺ کی ایک پگڑی کا نام سحاب تھا۔ جیسا کہ درج ذیل روایت میں مذکور ہے:

و اعلم أنهﷺ كانتْ له عمامةٌ تسمّى السحابُ وكان يلبس تحتها القلانس۔(۱)

’’اور جان لیجئے کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کا ایک عمامہ شریف تھا جس کو **السحاب** کا نام دیا گیا تھا، اور حضور ﷺ اس کے نیچے ٹوپیاں پہنتے تھے۔‘‘

ٹوپی شریف

کتبِ احادیث و سیر میں دستارِ اقدس کے علاوہ حضور رحمتِ عالم ﷺ کی تین اقسام کی ٹوپیوں کا ذکر ملتا ہے۔ ابن جوزی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا:

كان لرسولِ اللهﷺ ثلاث قلانس: قلنسوة بيضاء مِصريّة، و قلنسوة بُرد حبرة، و قلنسوة ذاتِ آذانٍ يلبسها فی السَّفَرِ۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں: ایک سفید رنگ کی مصری ٹوپی تھی،

---

(۱) ۱۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱:۲۰۴
۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۳۰۲، رقم: ۵۵۵
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۱۹۷، رقم: ۳۰۷
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۳۵
۵۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۴۵۲

(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۲۸۴
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۲:۲۱۱، رقم: ۳۱۵
۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۵۸۱، رقم: ۱۱۰۳

دوسری ٹوپی یمنی چادروں کے کپڑے کی بنی ہوئی تھی اور تیسری کانوں والی ٹوپی تھی، جو عموماً حضور ﷺ سفر کے دوران پہنا کرتے تھے۔‘‘

عمامے کے بغیر صرف ٹوپی پہننا بھی سُنت ہے

سر ڈھانپنے کے باب میں حضور علیہ السلام سے تین طرح کی سنتیں ثابت ہیں، جن میں سے کسی ایک پر بھی عمل ہو جائے تو یہ عمل مسنون ہوگا:

۱۔ ٹوپی اور عمامہ: آپ ﷺ نے ٹوپی کے اُوپر عمامہ باندھا۔

۲۔ بغیر ٹوپی کے عمامہ: آپ ﷺ نے بسا اوقات بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ باندھا۔

۳۔ بغیر عمامہ کے ٹوپی: اسی طرح یہ بھی آپ ﷺ کی سُنت ہے کہ آپ ﷺ نے خالی ٹوپی پہنی جس پر عمامہ نہ تھا۔

ابن عساکر کے حوالے سے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے اس معمول مبارک کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے:

کان ﷺ یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم، ویلبس العمائم بغیر القلانس۔(۱)

’’آپ ﷺ عمامہ کے نیچے ٹوپی استعمال فرماتے اور کبھی ٹوپی بغیر عمامہ کے اور کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے استعمال فرماتے۔‘‘

اس سے ثابت ہوا کہ صرف ٹوپی پہن کر نماز ادا کرنا بھی اسی طرح سُنت ہے جس طرح عمامہ پہن کر سُنت ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے عمامہ شریف اکثر استعمال فرمایا اس لئے اس کی فضیلت میں کسی کو اختلاف نہیں، لیکن اُسے لازم قرار دینا یا اس کے بغیر امام کی

(۱) ۱۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۳۶۷، رقم: ۶۹۹
۲۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۵۲
۳۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۲۸۵

اقتداء میں نماز ادا کرتے ہوئے کراہت محسوس کرنا ہرگز جائز نہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ننگے سر نماز ادا کرنا خلافِ سُنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی ننگے سر نماز ادا نہیں کی۔ (۱)

نعلینِ مقدسہ

احادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے۔ اربابِ سیر نے بھی بصد احترام آپ ﷺ کے نعلینِ مقدسہ کا ذکر کیا ہے۔ متعدد احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے کہ ایک وقت میں حضور ﷺ کے پاس پاپوش مبارک کا ایک ہی جوڑا ہوتا، آپ ﷺ کے نعلینِ مبارکہ کے تبرکات آج بھی عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کا عظیم سرمایہ ہیں، جن کی زیارت سے وہ مشامِ روح کی تسکین کا سامان کرتے ہیں:

۱۔ ابو الشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كان رسولُ الله ﷺ إذا لبس نعليه بدأ باليمنىٰ و إذا خلع خلع اليسرىٰ۔(۲)

''نبی اکرم ﷺ جب نعلین پہنتے تو دائیں پاؤں سے شروع فرماتے اور جب اُتارتے تو بائیں پاؤں سے آغاز کرتے۔''

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان النبی ﷺ يعجبه التيمن فی تنعّلِه و ترجّلِه و طهوره فی شأنِه كلِّه۔(۳)

''نبیٔ اکرم ﷺ نعلین پہننے میں، کنگھی کرنے اور طہارت میں الغرض اپنے ہر کام میں دائیں جانب (سے شروع کرنے) کو پسند فرماتے تھے۔''

(۱) شعرانی، کشف الغمہ، ۱:۱۰۷
(۲) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال:۱۱۸
(۳) مقری، فتح المتعال فی مدح النعال:۱۲۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كان رسولُ اللهﷺ إذا لبس نعلَيه بدأ باليمينِ، و إذا خَلَعَ خَلَعَ باليُسرىٰ۔(۱)

''نبیٔ اکرم ﷺ جب جوتا مبارک پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب اُتارتے تو بائیں جانب سے شروع کرتے تھے۔''

حضور ﷺ کی سادگی اور فقر کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے پاپوش مبارک خود اپنے دستِ اقدس سے گانٹھ لیا کرتے تھے۔ حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے نعلینِ پاک کی ہیئت زبان کی طرح تھی، یعنی زبان کی طرح نوکدار، درمیان میں پتلی اور ایڑی چوڑی تھی اور اس کے دو زمام (تسمے) ہوتے تھے۔

نعلینِ مقدسہ کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

۱۔ حدثنا عيسىٰ بن طهمان، قال: أخرج إلينا أنس نَعلَين جرداوَين، لهما قبالان، فحدّثني ثابت البُناني بعد عن أنس: أنهما نعلا النبيﷺ(۲)

''حضرت عیسیٰ بن طہمان سے مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے پاپوش مبارک کی زیارت کروائی۔ دونوں کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ یہ پاپوش مبارک حضور علیہ السلام کے زیرِ استعمال رہے ہیں۔''

(۱) صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۱، کتاب الجہاد، رقم: ۲۹۴۰
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۸۳، رقم: ۷۸
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۷۷، رقم: ۶۲۷۰
۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۶
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۸

۲۔ حضرت اسماعیل بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

كانتْ نعلُ رسولِ اللهِ ﷺ مخصرةً معقبةً، لها قبالان، سبيتة(۱)

''رسول اللہ ﷺ کے مبارک نعلین مبارکہ مخصرہ (باریک پہلو والی) چوڑی ایڑی والے تھے، جن کے دو تسمے تھے اور وہ رنگے ہوئے چمڑے کے تھے۔''

۳۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ رسولَ اللهِ ﷺ يصلّى فى نعلين مخصوفتين مِن جلودِ البقر۔(۲)

''میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا در آنحالیکہ آپ نے گائے کے چمڑے سے بنے ہوئے پیوند لگے جوتے پہنے ہوئے تھے۔''

۴۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن محمد بن على أخرج لهم نعلى رسولِ اللهِ ﷺ، فأرانى معقبة مثل الحضرمية، لها قبالان۔(۳)

''محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کے نعلین پاک نکال کر ہمیں دکھائے، ان کی ایڑیاں چوڑی، درمیان میں پتلی اور دو تسمے تھے۔''

۵۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں:

عندنا نعل رسول اللهِ ﷺ معقبة مخصرة ملسنة(۴)

---

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۲) صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۲۰

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۸

۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۱۹

(۴) ۱۔ مقری، فتح المتعال: ۱۴۵

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۸

’’ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے ایسے نعلین پاک ہیں، جن کی ایڑی چوڑی، درمیان میں پتلی اور اگلا حصہ نوکدار ہے۔‘‘

موزے

حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک موقع پر حضور ﷺ کی بارگاہ میں تحفہ کے طور پر دو سیاہ رنگ کے موزے بھجوائے۔ حضور ﷺ نے یہ دونوں پہن لئے اور وضو کر کے اُن پر مسح فرمایا۔ (۱)

۲۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور نبیٔ اکرم ﷺ کو تحفتاً دو موزے پیش کئے۔ آپ ﷺ اُنہیں پہنتے رہے یہاں تک کہ وہ استعمال کرتے کرتے پھٹ گئے۔ (۲)

۱۸۔ حضور ﷺ کا بال بنوانا

حضور نبیٔ اکرم ﷺ کا ہر عمل نفاست پسندی کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ آپ ﷺ اپنے سر مبارک کے بال کٹواتے تھے اور کبھی کبھار کٹوانا چھوڑ بھی دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۱۲۴، ابواب الأدب، رقم: ۲۸۲۰
۲۔ ابوداؤد، ۱:۳۹، کتاب الطہارۃ، رقم: ۱۵۵
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۱۸۲، کتاب الطہارۃ وسننھا، رقم: ۵۴۹
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۵۲
۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱:۱۶۲، رقم: ۱۸۶۲
۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱:۲۸۲، رقم: ۱۲۵۶
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۸۲
۸۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۱۷
(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷:۳۱۷
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۸۱، رقم: ۵۷
۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵:۱۳۹

آپ ﷺ کی مبارک زلفیں کبھی کندھوں کو چھو رہی ہوتیں اور کبھی کانوں کی لَو کے برابر ہوتیں۔

۱۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: جب حضور ﷺ بال کٹوانے کی طرف اِلتفات نہ فرماتے تو وہ کندھوں تک بڑھ جاتے اور جب حضور ﷺ کٹواتے تو یہ کانوں کے نصف حصے تک پہنچ جاتے، پس بالوں کا لمبا اور چھوٹا ہونا اس سبب سے تھا۔(۱)

۲۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حج وعمرہ کے علاوہ کبھی سر مبارک کا حلق نہیں کروایا یعنی بال نہیں منڈوائے۔ راوی بیان کرتا ہے:

و لم یرو أنہ ﷺ حلق رأسَہ الشریف فی غیرِ نسک حج أو عمرة فیما علمتُہ، فتبقیةُ الشعرِ فی الرأسِ سنةٌ و مُنکرھا مع علمه یجب تأدیبه، و مَن لم یستطع التبقیة فیباح له إزالته(۲)

''میں کوئی ایسی روایت نہیں جانتا جس میں مناسکِ حج اور عمرہ کے علاوہ حضور ﷺ نے سر مبارک کا حلق کروایا ہو۔ پس سر پر بال رکھنا سنت ہے، اور جو یہ جانتے ہوئے اس کا انکار کرے اسے تادیباً سزا دی جائے اور جو (کسی عذر کی وجہ سے) بال نہیں رکھ سکتا اُس کے لئے بال اتروانا جائز ہے۔''

۳۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حج کے روز رمی، جمرہ اور قربانی کے بعد حلق کروایا۔ وہ آگے بیان کرتے ہیں:

ناول الحالق شقّه الأیمن فحلقه، ثم دعا أبا طلحة الأنصاری، فأعطاه أیاه، ثم ناوله الشق الأیسر، فقال: احلق۔ فحلقه، فأعطأه أبا طلحةَ، فقال: أقسمه بین الناس۔(۳)

(۱) قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۲۹۷

(۲) ۱۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۳۰۱

۲۔ نبہانی، الانوار المحمدیہ، ۲۱۴

(۳) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۹۴۷، کتاب الحج، رقم: ۱۳۰۵

’’حضور ﷺ نے سر مبارک کا دایاں حصہ حجام کی طرف کیا جس کو اس نے مونڈھا۔ پھر حضور ﷺ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ بال اُنہیں عطا کئے۔ پھر حضور ﷺ نے بایاں حصہ حجام کی طرف کیا اور حجام سے فرمایا: اسے کاٹو۔ پس حجام نے بائیں طرف کے بال اُتارے تو حضور ﷺ نے وہ بھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عنایت کر دیے اور فرمایا: انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔‘‘

۴۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لقد رأیتُ رسولَ اللہ ﷺ والحلّاق یحلقه، و أطافَ به أصحابُه، فما یریدون أنْ تقعَ شعرة إلا فی یدِ رجل۔(۱)

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۳:۲۵۵، ابواب الحج، رقم: ۹۱۲
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲:۲۰۳، کتاب المناسک، رقم: ۱۹۸۱
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۱۹۱، رقم: ۳۸۷۹
۵۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۴:۲۹۹، رقم: ۲۹۲۸
۶۔ حاکم، المستدرک، ۱:۶۴۷، رقم: ۱۷۴۳
۷۔ حمیدی، المسند، ۲:۵۱۲، رقم: ۱۲۲۰
۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۶۷، رقم: ۱۳۱۸۷
۹۔ ابن قدامہ، المغنی، ۳:۲۲۲

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۴:۱۸۱۲، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۲۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۱۳۳
۳۔ عبد بن حمید، المسند، ۱:۳۸۰، رقم: ۱۲۷۳
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۶۸، رقم: ۱۳۱۸۹
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۰، ۲:۱۸۱
۶۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۵:۱۸۹
۷۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوہ، ۱:۱۸۸
۸۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲:۳۰۰

''میں نے حضور ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کے بال اُتار رہا ہے اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام آپ ﷺ کے اردگرد ہالہ بنائے ہوئے ہیں اور ہر کوئی آرزومند ہے کہ حضور ﷺ کا ہر موئے مبارک اسی کے ہاتھ لگے۔''

۵۔ حضور ﷺ کی ریش مبارک اور مونچھیں بھی اعتدال اور توازن کی ایک دلآویز مثال تھیں۔

حضرت عَمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ کان یأخذُ مِن لحیتِه مِن عرضِها و طولِها۔(۱)

''حضور ﷺ اپنی داڑھی مبارک طولاً و عرضاً کٹواتے تھے۔''

۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ یقصّ أو یأخذ مِن شاربِه۔(۲)

''حضور ﷺ اپنی مونچھیں مبارک کٹواتے تھے۔''

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبداللہ اور حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

..... ۹۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳:۳۲۹

۱۰۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱:۱۲۵، رقم: ۷۷

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۹۴، ابواب الادب، رقم: ۲۷۶۲

۲۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱:۲۶۳، رقم: ۴۶۴

۳۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۱:۱۴۲

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۹۳، ابواب الادب، رقم: ۲۷۶۰

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱:۳۰۱

۳۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵:۱۰۴، رقم: ۲۷۱۵

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۲۲، رقم: ۶۴۴۳

۵۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴:۲۳۰

أنّ رسولَ اللهِ ﷺ كان يقلم أظفاره و يقصّ شاربَهيوم الجمعة قبلَ أنْ يروح إلى الصلوة۔(۱)

''رسولِ اکرم ﷺ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جانے سے پہلے اپنے ناخن مبارک تراشتے تھے اور اپنی مونچھیں کٹواتے تھے۔''

۸۔ حضرت میل بن مشرح اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رأيتُ أبی قلم أظفاره ثم دفنهاو قال: أی بنية هكذا رأيتُ رسولَ الله ﷺ يفعل۔(۲)

''میں نے اپنے والد گرامی کو اپنے ناخن تراشتے اور پھر انہیں دفن کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اے بیٹی! میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا۔''

۹۔ حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان رسولُ الله ﷺ يستحبّ أن يأخذَ من شاربه و أظفاره يومَ الجمعة۔(۳)

---

(۱) ۱۔طبرانی، المعجم الاوسط، ۱:۲۵۷، رقم:۸۴۲
۲۔بیہقی، شعب الایمان، ۳:۲۴، رقم:۲۷۶۳
۳۔ بغوی، شرح السنہ، ۱۲:۱۱۳، رقم:۳۱۹۷
۴۔ ابن جوزی، الوفاء: ۶۰۹، رقم: ۱۱۷۸
۵۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۸
(۲) ۱۔طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰:۳۲۲، رقم: ۷۶۲
۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸:۴۵، رقم: ۲۰۹۴
۳۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷:۳۴۹
(۳) ۱۔بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳:۲۴۴، رقم: ۵۸۵۷
۲۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۴۸

’’حضور ﷺ جمعہ کے دن اپنے ناخن اور مونچھیں چھوٹی کرنا پسند فرماتے تھے۔‘‘

۱۹۔ حضور ﷺ کا خضاب لگانا

حضور ﷺ کے خضاب لگانے کے بارے میں دو طرح کی روایات ملتی ہیں: ایک وہ جن میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے خضاب لگانے کا ذکر ہے اور دوسرے وہ جن میں خضاب لگانے کی نفی کی گئی ہے۔ ہم دونوں قسم کی روایات میں سے چند ایک کا ذکر کرنے کے بعد ذیل میں ان کی تطبیق پیش کریں گے تاکہ صحیح صورتحال واضح ہو سکے:

۱۔ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

دَخَلْتُ على أمّ سلمةَ، فأخرجتْ إلينا شعراً مِن شعرِ النبيِّ ﷺ، مخضوبًا۔(۱)

’’میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، تو وہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک لائیں جو خضاب سے رنگے ہوئے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رأيتُ شعر رسولِ اللهِ ﷺ مخضوباً۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۰، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۵۸
۲۔ ابن ماجہ، السنن، ۲: ۱۱۹۶، کتاب اللباس، رقم: ۳۶۲۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۹۶
۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۱۸۲، رقم: ۲۵۰۰۹
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۳: ۳۳۲، رقم: ۷۶۴
۶۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۱۳، رقم: ۶۴۰۰
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۷
۸۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۳

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۲، رقم: ۴۸

’’میں نے حضور ﷺ کے رنگے ہوئے موئے مبارک دیکھے۔‘‘

۳۔ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل نے فرمایا:

رأیتُ شعر رسولِ اللہ ﷺ عند أنسِ بن مالك مخضوباً ۔(۱)

’’میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے رنگے ہوئے بال مبارک دیکھے۔‘‘

۴۔ عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

ھل خضب رسولُ اللہ ﷺ؟ قال: نعم ۔(۲)

’’کیا رسول اللہ ﷺ خضاب لگاتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔‘‘

۵۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قیل لہ: ھل خضب رسولُ اللہ ﷺ؟ قال: نعم ۔(۳)

’’ان سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب لگایا تھا؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔‘‘

مذکورہ بالا روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں خضاب استعمال فرمایا تھا جبکہ بعض روایات میں آپ ﷺ کے خضاب استعمال

..... ۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۶

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۶، رقم: ۳۳۰

(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۲، رقم: ۴۹

۲۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱:۱۷۶

۳۔ لحجی، منتھی السول، ۱: ۳۳۵

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۶۰، رقم: ۴۶

۲۔ لحجی، منتہی السول علی وسائل الوصول: ۱:۳۲۹، ۳۳۰

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۸

نہ کرنے کا ذکر ہے۔ ایسی روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو خضاب لگانے کی نوبت ہی پیش نہ آئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک میں گنتی کے چند بال سفید نظر آتے تھے جنہیں بآسانی شمار کیا جا سکتا تھا، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی تعداد ۱۷ بتائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض روایات میں آپ ﷺ کے خضاب نہ لگانے کا ذکر ہے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئل أنسٌ عَنْ خضاب النبی ﷺ، فقال: انه لَمْ یبلغ ما یخضب لَوْ شئْتُ أنْ أعد شمطاتهٖ فی لحیتهٖ.(۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبیٔ اکرم ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا: آپ ﷺ خضاب کی عمر کو پہنچے ہی نہیں تھے (اس لئے خضاب لگانے کی نوبت ہی نہ آتی تھی)، اگر میں چاہتا تو آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے سفید بالوں کو گن سکتا تھا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۱۰، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۵۶
۲۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۴۰، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۰۸۶
۳۔ ترمذی، شمائل المحمدیہ، ۱: ۵۵، رقم: ۳۷
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۷
۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۲۸۱، رقم: ۲۱۰۰
۶۔ ابویعلیٰ، المسند، ۵: ۲۷۵، رقم: ۲۸۹۳
۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۳۱
۸۔ ابن عساکر، السیرۃ النبویۃ، ۴: ۱۱۲
۹۔ طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۲۲۳
۱۰۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶: ۲۰

مذکورہ روایات میں تطبیق

حضور ختمی مرتبت ﷺ کے خضاب لگانے یا نہ لگانے کے حوالے سے جو روایات درج کی گئی ہیں، وہ بظاہر ایک دوسرے سے متعارض دکھائی دیتی ہیں، مگر ائمہ و محدثین اور شارحین نے ان کی تطبیق کی ہے اور مسئلہ سلجھانے کی سعی فرمائی ہے۔

حضرت علامہ محمد عاقل لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'حلاوۃ المتعلمین' میں مختلف روایات کی تطبیق ان الفاظ میں کی ہے:

رسولِ خدا درودِ خدا بر و سلامتے در بعضے اوقات صداع، حنا را بسرِمبارکِ خود می مالید، بنابرآں موئے مبارکِ اُو ملّون می شد و مردم گماں می بردند که خضاب کرده است، و در حقیقت خضابِ متعارف نبود، و احتمال است که نفی و اثبات براختلافِ اوقات باشد، یک وقتے کرده باشد و اکثر اوقات نکرده، پس رعایتِ هر یکے بر وفق معاینه اوست۔ (۱)

''بعض اوقات حضور ﷺ سرِ اقدس میں درد کی وجہ سے مہندی لگاتے، اس سے حضور ﷺ کے بالوں کا رنگ بدل جاتا تو دیکھنے والے گمان کرتے کہ حضور ﷺ نے خضاب لگایا ہے جبکہ درحقیقت وہ خضاب نہیں ہوتا تھا نیز اس امر کا بھی احتمال ہے کہ اختلاف اوقات کی بناء پر روایات میں نفی و اثبات ہوا ہو۔ ممکن ہے کسی ایک وقت میں خضاب لگایا ہو اور اکثر اوقات ایسا نہ کیا ہو، لہٰذا جس نے جیسا دیکھا ویسے ہی بتا دیا۔''

۲۰۔ کنگھی فرمانے کا معمول

حضور ﷺ کے کنگھی فرمانے کا معمول بیان کرتے ہوئے ایک صحابی روایت

(۱) امیر شاہ گیلانی، انوارِ غوثیہ شرح الشمائل النبویہ: ۷۷، ۷۸

کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک دن چھوڑ کر اپنے بالوں میں کنگھی فرمایا کرتے تھے۔(۱)

۱۔ حضور ﷺ کا بالوں میں کنگھی فرمانے کا کیا طریقہ تھا اور آپ ﷺ کس قدر نفاست ملحوظ رکھتے تھے، اس حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول اللهﷺ ليحبّ التيمّن فی طهورِه إذا تطهّر، و فی ترجّله إذا ترجّل، و فی انتعاله إذا انتعل۔(۲)

''حضور ﷺ وضو کرتے وقت دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے اور جب بالوں میں کنگھی فرماتے تو دائیں جانب سے (شروع) کرتے تھے اور پاپوش مبارک بھی دائیں جانب سے پہنتے تھے۔''

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من كان له شعرٌ فليكرمْه۔(۳)

''جس شخص نے بال رکھے ہوں اسے چاہیے کہ انہیں سنوار کر رکھے۔''

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں روایت بیان فرماتے ہیں:

---

(۱) ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۵۴، رقم: ۳۶

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱:۲۲۶، کتاب الطہارت، رقم: ۲۶۸
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۲:۵۰۶، ابواب السفر، رقم: ۶۰۸
۳۔ ابن ماجہ، السنن، ۱:۱۴۱، کتاب الطہارت وسنتہا، رقم: ۴۰۱
۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱:۱۲۲، رقم: ۲۴۴
۵۔ ابوعوانہ، المسند، ۱:۱۸۹، رقم: ۵۹۹

(۳) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۷۶، کتاب الترجل، رقم: ۴۱۶۳
۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸:۲۳۰، رقم: ۸۴۸۵
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵:۲۲۴، رقم: ۶۴۵۵

كان رسولُ الله إذا أخذ مضجعه مِن الليلِ ووضع له سواكه و طهوره و مشطه، فإذا أهبه الله مِن الليل استاك و توضأ و امتشط۔(۱)

''نبی اکرم ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ ﷺ کی مسواک، پانی اور کنگھی آپ ﷺ کے پاس رکھے جاتے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بیدار فرماتا تو آپ ﷺ مسواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک اور روایت میں ہے:

كان رسول الله ﷺ يكثر تسريح لحيته و رأسه بالماء۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال تر فرما کر کنگھی فرماتے۔''

۲۱۔ خوشبو استعمال کرنے کا معمول

حضور ﷺ کو خوشبو بے حد پسند تھی، آپ ﷺ کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے۔ اگر خوشبو کا استعمال نہ بھی کرتے تب بھی جسمِ اطہر سے پیدا ہونے والی قدرتی خوشبو سے راستے تک مہک اُٹھتے اور جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ پہچان لیتے کہ حضور ﷺ اس راستے سے گزرے ہیں۔ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر کی خوشبو کا مقابلہ کوئی دوسری خوشبو نہ کر سکتی تھی۔

---

(۱) ۱۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۷، رقم: ۱۱۶۸
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۹۰، رقم: ۵۲۸
۳۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۹۲، رقم: ۵۲۹
(۲) ۱۔ ابن جوزی، الوفا، ۶۰۷، رقم ۱۱۶۷
۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی، ۳: ۱۰۱، رقم: ۵۳۵
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۴

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كانت للنبيﷺ سكةٌ يتطيّبُ منها(۱)

''حضور رحمتِ عالم ﷺ کے پاس سکہ (عطر دان یا مرکب خوشبو) تھا، جس میں سے آپ ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔''

۲۔ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو کا تعاقب کرتے کرتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ تک پہنچ جایا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:

كان رسول اللهﷺ إذا مرّ في طريق من طرق المدينة و جد منه رائحة المسك، قالوا: مرّ رسولُ اللهﷺ في هذا الطريق۔(۲)

''رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے کسی راستے سے گزرتے تو اُس راستے میں (آپ ﷺ کے جسمِ اطہر کی) خوشبو پھیل جاتی اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پکار اٹھتے کہ حضور ﷺ کا گزر اس راستے سے ہوا ہے۔''

۳۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہدیہ میں بھیجی ہوئی خوشبو واپس نہیں کیا کرتے تھے بلکہ فرماتے تھے:

---

(۱) ۱۔ابوداؤد، السنن، ۴:۱۷۸، کتاب الترجل، رقم:۴۱۶۲
۲۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱:۱۷۸، رقم:۲۱۷
۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۷:۲۲۹، رقم: ۲۶۶۹
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۸
۵۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴: ۲۷۹

(۲) ۱۔ابو یعلی، المسند، ۵:۴۳۳، رقم: ۳۱۲۵
۲۔ہیثمی، مجمع الزوائد، ۸:۲۸۲
۳۔ ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۲:۲

أنّ النبیﷺ کان لا یرّد الطیب۔(۱)

''حضورﷺ خوشبو (کا ہدیہ) رد نہ فرمایا کرتے تھے، (تو میں ایسا کیوں کروں؟)''

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثلٰث لا تردّ: الوسائد، و الدھن، واللبن۔(۲)

''(تحفے میں دی گئی) تین چیزیں واپس نہ کی جائیں: تکیہ، تیل (خوشبو) اور دودھ۔''

۵۔ محمد بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: اے اُم المومنین! کیا حضورﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا:

نعم، بذکارۃ الطیب۔ قلتُ: و ما ذکارۃ الطیب؟ قالتْ: المسک و العنبر۔(۳)

''ہاں آپ ﷺ 'ذکارۃ الطیب' لگاتے تھے۔ میں نے کہا: 'ذکارۃ الطیب' کیا چیز

---

(۱) ۱۔ترمذی، الجامع الصحیح ۵: ۱۰۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۸۹
۲۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ ۱: ۱۷۸، رقم: ۲۱۸
۳۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۹
۴۔ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۷

(۲) ۱۔ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۱۰۸، ابواب الأدب، رقم: ۲۷۹۰
۲۔ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۱۷۹، رقم: ۲۱۹
۳۔ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۷۷

(۳) ۱۔ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۹۹
۲۔نسائی، السنن، ۸: ۱۵۰، کتاب الزینہ، رقم: ۵۱۱۶
۳۔نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۲۷، رقم: ۹۴۰۷

ہے؟ اُنہوں نے جواباً فرمایا: مشک وعنبر۔‘‘

۲۲۔ آئینہ دیکھنے کا معمول

حضور نبیٔ اکرم ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو اپنے پروردگار کا شکر بجالاتے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو دعا فرماتے:

اللّٰهم كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِی فَحَسِّنْ خُلُقِی۔(۱)

’’اے اللہ! جس طرح تو نے میری تخلیق کو حسین کیا ہے ایسے ہی میرے خُلق کو بھی حسین بنا دے۔‘‘

۲۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

كان رسولُ الله إذا نظر فی المرآةِ، قال: الحمد للهِ الذی حسن خلقی و خلقی، و زان منی ما شان من غیری۔(۲)

’’رسولِ اکرم ﷺ جب آئینہ میں اپنا چہرۂ اقدس دیکھتے تو فرماتے: اس اللہ رب

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۳۷۷

۲۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ وآدابہ، ۳: ۸۸، رقم: ۵۲۷

۳۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۸، رقم: ۱۱۷۳

۴۔ ابن سنی، عمل الیوم واللیلۃ: ۵۷، رقم: ۱۶۰

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴: ۱۱۱، رقم: ۴۴۵۹

۲۔ ابویعلی، المسند، ۴: ۴۷۸، رقم: ۲۶۱۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۳۱۴، رقم: ۱۰۷۶۶

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۷۰

۵۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ وآدابہ، ۳: ۹۵، رقم: ۵۳۱

۶۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۸، رقم: ۱۱۷۱

العزت کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے میری تخلیق کو حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اَخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں ایسے اُمور پیدا فرمائے جو موجبِ زینت و زیبائش ہیں جبکہ دوسروں میں موجبِ عیب اُمور پیدا فرمائے۔‘‘

۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے:

كنتُ أزود رسولَ اللهِ ﷺ في غزاة له، أزوده دهناً، و مشطاً، و المِرآة، و مقصين، و مكحلةً، و سواكاً۔(۱)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے لئے غزوات کے موقع پر سامانِ سفر تیار کرتی تھی اور آپ ﷺ کے لئے تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک مہیا کرتی تھی۔‘‘

۲۳۔ انگوٹھی پہننے کا معمول

حضور ختمیٔ مرتبت ﷺ جو انگوٹھی پہنتے اس پر ’محمد رسول اللہ‘ کا نقش کندہ تھا۔ آپ ﷺ یہ انگوٹھی دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔ آپ ﷺ اس منقش انگوٹھی کو اپنی مہر کے طور پر بھی استعمال میں لاتے تھے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أنّ نبي اللهِ ﷺ كان أراد أن يكتبَ إلى العجمِ، فقيل له: إنّ العجم لا يقبلون إلا كتاباً عليه خاتم، فاصطنع خاتماً من فضة، قال: كأني أنظر إلى بياضه في يده۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے جب امرائے عجم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، ۳: ۹۳، رقم: ۵۳۰

۲۔ ابن جوزی، الوفا: ۶۰۹، رقم: ۱۱۷۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۷، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۹۲

گیا: یا رسول اللہ! امرائے عجم وہ خطوط قبول نہیں کرتے جن پر مہر نہ لگی ہو۔ پس اُس موقع پر حضور ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں (چشم تصور سے) اب بھی اس کی سفیدی حضور ﷺ کے مبارک ہاتھ میں جھلکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔''

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت ہے:

فاتخذ النبی ﷺ خاتماً مِن فضةٍ، نقشُه " محمدٌ رسولُ الله" فكأنی ببصيص الخاتم فی أصبع النبی ﷺ أو فی كفه(۱)

''رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر 'محمد رسول اللہ' نقش کرایا۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے یوں لگتا ہے) گویا میں اب بھی اس کی چمک دمک دیکھ رہا ہوں۔''

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی مروی ہے:

كان نقشُ الخاتمِ ثلاثة أسطرٍ، محمد سطرٌ، و رسول سطرٌ، و الله سطرٌ۔(۲)

..... ۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۵:۶۹، ابواب الاستئذان، رقم: ۲۷۱۸
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۴: ۲۷۵، رقم: ۶۷۴۳
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۵: ۳۶۴، رقم: ۳۰۰۹
۵۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۱۴۶، رقم: ۹۲۵

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۴، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۴
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۷، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۲
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۷۵
۴۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۳: ۱۱۳۱، کتاب الخمس، رقم: ۲۹۳۹

’’نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی مبارک کا نقش تین سطروں میں تھا: **محمد** (نچلی) سطر، **رسول** (درمیانی) سطر اور **اللہ** (اُوپر والی) سطر میں کندہ تھا۔‘‘

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں:

أنّ النبی ﷺ کان یتختّم فی یمینه(۱)

’’نبی آخر الزماں ﷺ اپنے داہنے ہاتھ مبارک میں انگوٹھی پہنتے تھے۔‘‘

آپ ﷺ کا زیادہ تر معمول یہی رہا لیکن بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایت بھی ملتی ہے:

۵۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ کان یتختم فی یساره و کان فصه فی باطن کفه۔(۲)

------ ۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۲۶۱، رقم: ۱۴۱۴
۳۔ طحاوی، شرح معانی الاثار، ۴: ۲۶۴
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۳: ۴۹، رقم: ۲۴۳۸
۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۵
۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۹
(۱) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۹۲، رقم: ۹۸
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۵: ۴۲۷، رقم: ۳۱۱۹
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱: ۳۰۵، رقم: ۱۱۸۱۵
(۲) ۱۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۹۱، رقم: ۴۲۲۶

’’حضور ﷺ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک کی طرف ہوتا تھا۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان خاتمه مِن فضةٍ و كان فصه منه۔(۱)

’’حضور ﷺ کی انگوٹھی مبارکہ چاندی کی تھی، اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔‘‘

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إتخذ رسول اللهﷺ خاتما من ورق، و كان فی يدهِ، ثم كان بعد فی يد أبی بكر، ثم كان بعد فی يدِ عمر، ثم كان فی يدِ عثمان، حتی وقع بعد فی بئرِ أريس۔(۲)

------ ۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۱۹۶، رقم: ۴۲۲۷
۳۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۲۰۲، رقم: ۶۳۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۳، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۲
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۲۷، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۴۰
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۸، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۱۷
۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۳، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۱۹۸
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۴، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۵
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۶، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۱
۳۔ ابوداؤد، السنن، ۴: ۸۸، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۱۸
۴۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۹۵، کتاب الزینۃ، رقم: ۵۲۹۳
۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۴۲، رقم: ۷۳۵۵
۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۲، ۴۷۳
۷۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۱

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جو آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں آ گئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی، یہاں تک کہ اریس والے کنویں میں گر گئی‘‘۔

۸۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أنّ رسول اللهﷺ لبس خاتم فضةً في يمينه، فيه فص حبشي، كان يجعل فصه مما يلي كفه.(۱)

’’بے شک نبیٔ اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ اُس میں نگینہ حبشہ (ایتھوپیا) کے پتھر کا تھا اور آپ ﷺ اس کا نگینہ مبارک ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔‘‘

حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے انگوٹھی کا وزن مثقال سے کم ہی پسند فرمایا جبکہ چاندی کے علاوہ دیگر دھات مثلاً لوہا، پیتل کی انگوٹھی کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور سونا چونکہ جنتی لوگوں کے لئے ہے اس لئے دنیا میں مردوں کے لئے اُسے بھی ناجائز قرار دیا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل إلى النبيﷺ و عليه خاتم من حديد، فقالﷺ: ما لي

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۸، کتاب اللباس والزینۃ، رقم: ۲۰۹۴
۲۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۴۵۰، رقم: ۹۵۱۴
۳۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۵۷، رقم: ۸۶۳۶
۴۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۲۴۲، رقم: ۳۵۳۶
۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵: ۳۷۲، رقم: ۵۲۹۵
۶۔ قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ۲: ۴۵۱
۷۔ صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۸

أریٰ علیك حلیة أهل النار؟ ثم جاءه و علیه خاتم من صُفْر، فقال: ما لی أجد منك ریح الأصنام؟ ثم أتاه و علیه خاتم من ذهب فقال: ارم عنك حلیة أهل الجنة. قال: من أیّ شئ اتخذه؟ قال: من ورقٍ و لا تتمه مثقالاً۔(۱)

''ایک شخص نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہیں اہل جہنم کا لباس پہنے ہوئے دیکھتا ہوں؟ پھر وہ دوبارہ آیا تو اس نے پیتل کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے مجھے تم سے بتوں کی بو آتی ہے؟ پھر تیسری مرتبہ حاضر ہوا تو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا: اپنے ہاتھ سے جنتیوں کا زیور اُتار پھینکو۔ اس شخص نے عرض کیا: (یا رسول اللہ) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی اور اسے بھی مثقال بھر سے کم رکھو۔''

مردوں پر سونا حرام ہونے سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے لئے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ ﷺ اسے اپنے داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے، آپ ﷺ کے اتباع میں صحابہ کرام ﷺ نے بھی اسی طرح انگوٹھیاں بنوائیں، بعد ازاں آپ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ میں آئندہ کبھی بھی سونے کی انگوٹھی نہیں پہنوں گا، صحابہ کرام ﷺ نے بھی بعد میں اتباعِ رسول ﷺ میں سونے کی انگوٹھیاں اتار پھینکیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں جبکہ دیگر کتبِ حدیث کی روایت میں الفاظ کی کمی بیشی ہے:

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۴۸، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۸۵
۲۔ ابو داؤد، السنن، ۴: ۹۰، کتاب الخاتم، رقم: ۴۲۲۳
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۲، رقم: ۹۱۹۵
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۲: ۲۹۹، ۳۰۰، رقم: ۵۴۸۸
۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۵: ۱۹۹، رقم: ۶۳۵۰

وہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ يلبس خاتما من ذهب، فنبذه، فقال: لا ألبسه أبداً، فنبذ الناس خواتيمهم(۱)

''رسول اللہ ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے، پھر پھینک دی اور فرمایا کہ اسے میں اب کبھی نہیں پہنوں گا، تو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''

یہی وہ انگوٹھی ہے جو آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ مبارک میں پہنی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب تھا۔

انگوٹھی مبارک کو دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات کی تطبیق کرنے کے باب میں امام صالحی نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

يجمع بين الأحاديث بأنّ الذى لبسه فى يمينهِ هو خاتم الذهبِ كما صرّح به فى حديثِ ابن عمر، والذى لبسه فى يساره هو خاتم الفضةِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۵: ۲۲۰۳، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۲۹
۲۔ مسلم، الصحیح، ۳: ۱۶۵۵، کتاب اللباس والزینہ، رقم: ۲۰۹۱
۳۔ نسائی، السنن، ۸: ۱۷۸، کتاب الزینہ، رقم: ۵۲۱۴
۴۔ مالک، الموطا، ۲: ۹۳۶، رقم: ۱۶۷۵
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۷۲
۶۔ ابوعوانہ، المسند، ۵: ۲۵۳، رقم: ۸۶۱۴
۷۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۴۲، رقم: ۷۳۵۳
۸۔ ابو یعلی، المسند، ۱۰، ۲۰۴، ۲۰۵، رقم: ۵۸۳۵
۹۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۴: ۲۶۲
۱۰۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۷۰
(۲) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷: ۳۲۶

’’انگوٹھی مبارک کے دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہنے جانے والی احادیثوں کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو انگوٹھی آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ میں پہنی وہ سونے کی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے واضح ہے اور جو انگوٹھی آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ میں پہنی وہ چاندی کی تھی۔‘‘

اس حوالے سے امام صالحی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول بھی نقل کیا ہے:

و یظهر لی أنّ ذالك یختلف بإختلافِ الفعلِ، فإن کان اللبس للتزیین فالیمین أفضل، و إن کان للختمِ فالیسارُ أولیٰ(۱)

’’مجھ پر یہ بات آشکار ہوئی ہے کہ انگوٹھی کا دائیں یا بائیں ہاتھ میں پہننے میں اختلافِ روایات محض اختلافِ فعل کی وجہ ہے، یعنی اگر انگوٹھی پہننا زینت کیلئے ہو تو پھر دایاں ہاتھ بہتر ہے اور اگر مہر لگانے کی غرض سے ہو تو پھر بائیں ہاتھ میں بہتر ہے۔‘‘

۲۴۔ چشمانِ مقدسہ میں سرمہ ڈالنے کا معمول

ہادیٔ برحق ﷺ آنکھوں میں ’اِثمِد‘ سرمہ ڈالنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ آنکھوں میں سرمہ ڈالا کرو کہ یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان النبی ﷺ یکتحل قبل أن ینام بالإثمِد ثلاثًا فی کل عین۔(۲)

(۱) صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد، ۷:۳۲۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ ۱:۶۴، رقم: ۵۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۴:۴۵۲، رقم: ۸۲۴۹

۳۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۴۹

’’حضور رحمتِ عالم ﷺ سونے سے قبل ہر آنکھ مبارک میں اِثمِد سرمہ کی تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كان لرسول اللهﷺ كحلٌ أسودٌ، إذا أوى إلى فراشه اكتحل فى ذى العين ثلاثًا و فى ذى العين ثلاثًا۔(۱)

’’رسولِ اکرم ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کا سرمہ ہوتا تھا، جب آپ ﷺ بستر مبارک پر تشریف لے جاتے تو آنکھوں میں سرمے کی تین تین سلائیاں ڈالتے۔‘‘

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كان لرسول الله مكحلةٌ، يكتحل بها عند النوم ثلاثاً فى كل عين۔(۲)

’’حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس سرمہ دانی ہوتی تھی، جس سے آپ ﷺ سوتے وقت دونوں آنکھوں میں تین تین سلائیاں ڈالتے تھے۔‘‘

۴۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضورا کے سرمہ لگانے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۴۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷
(۲) ۱۔ صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۴۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷
۳۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۴، رقم: ۵۱
۴۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۱: ۱۳۲
۵۔ حلبی، انسان العیون، ۳: ۴۴۹

كان يكتحلُ في اليمينِ اثنتين، و في اليسرى اثنتين، و واحدٌ بينهما۔(۱)

''حضور ﷺ سرمہ کی دو سلائیاں دائیں آنکھ میں، دو بائیں آنکھ میں اور ایک (مشترکہ) دونوں میں ڈالتے تھے۔''

۵۔ احادیثِ مبارکہ میں ایک سے زیادہ بار اِثمِد (اصفہانی سرمہ) آنکھوں میں لگانے کی ترغیب ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

۶۔ **عليكم بالإثمدِ عند النوم، فإنّه يجلو البصرَ، و ينبتُ الشعرَ(۲)**

''سونے سے قبل ''إثمِد'' کا سرمہ ڈالا کرو، یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا اور بال اگاتا ہے۔''

۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کا ارشادِ گرامی مروی ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

إكتحلوا بالإثمدِ، فإنّه يجلو البصر، وينبتُ الشعرَ(۳)

---

(۱) صالحی، سبل الہدی والرشاد، ۷: ۳۴۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۴، رقم: ۵۲
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۸۴، ۴۸۵
۳۔ ابن قیم، زاد المعاد، ۴: ۲۸۱
۴۔ حلبی، السیرۃ الحلبیہ، ۳: ۴۴۹

(۳) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۴: ۲۳۴، ابواب اللباس، رقم: ۱۷۵۷
۲۔ ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ۱: ۶۳، رقم: ۵۰
۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۲۶، رقم: ۱۷۳۳
۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۲۶۲، رقم: ۸۰۴۸

’’اِثمِد کا سرمہ ڈالا کرو، یہ آنکھوں کی روشنی کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔‘‘

۲۵۔ مسواک فرمانے کا معمول

حضور رحمتِ عالم ﷺ نظافت و نفاست کا پیکرِ اتم تھے۔ بدنِ اقدس کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھتے۔ مسواک دانت صاف رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے اس لئے مسواک کرنے میں مداومت اختیار فرمائی۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

أُمِرتُ بالسّواكِ حتی ظننتُ أوحسبتُ أن سينزل فيه قرآن ۔(۱)

’’مجھے مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ دیا گیا کہ میں نے گمان کیا اس کے متعلق (مجھ پر) قرآنِ مجید کی سورت میں احکام نازل ہوں گے۔‘‘

۲۔ حضور ﷺ دانتوں کی صفائی کا کتنا خیال رکھا کرتے تھے، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسولُ اللهِ ﷺ إذا قام ليتهجد يشوص فاه بالسواك ۔(۲)

’’نبیٔ اکرم ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تو اپنا منہ مبارک مسواک سے

---

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۷

۲۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۲۱۸، رقم: ۲۳۳۰

۳۔ مقدسی، الاحادیث المختارہ، ۹: ۴۹۵، رقم: ۴۸۱

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۰، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲۵۵

۲۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۸۲، ابواب التہجد، رقم: ۱۰۸۵

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۵، کتاب الطہارۃ، رقم: ۵۵

۴۔ نسائی، السنن، ۱: ۹، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲

۵۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۰۵، کتاب الطہارۃ وسنتہا، رقم: ۲۸۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۰۷

صاف فرماتے تھے۔‘‘

۳۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لو لا أن أشقّ علٰی أمتی، لأمرتُهم بالسوّاكِ مع كلِ صلوةٍ ۔(۱)

’’اگر مجھے اپنی اُمت پر بوجھ کا احساس نہ ہوتا تو میں ان پر حکماً ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض قرار دے دیتا۔‘‘

------ ۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۵۴، رقم: ۱۰۷۲
۸۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۱: ۷۰، رقم: ۱۳۶
۹۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۸۵، رقم: ۶۸۵
۱۰۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۹۳
۱۱۔ حمیدی، المسند، ۱: ۲۱۰، رقم: ۴۴۱
۱۲۔ طیالسی، المسند، ۱: ۵۵، رقم: ۴۰۹
۱۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱: ۱۵۵، رقم: ۱۷۸۳
۱۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۸۱، رقم: ۵۸۵۸
۱۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۸، رقم: ۱۶۲

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ۱: ۳۰۳، کتاب الجمعہ، رقم: ۸۴۷
۲۔ مسلم، الصحیح، ۱: ۲۲۰، کتاب الطہارۃ، رقم: ۲۵۲
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ۱: ۳۴، ابواب الطہارۃ، رقم: ۲۲
۴۔ ابوداؤد، السنن، ۱: ۱۲، کتاب الطہارۃ، رقم: ۴۷
۵۔ نسائی، السنن، ۱: ۱۲، کتاب الطہارۃ، رقم: ۷
۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۱: ۱۰۵، کتاب الطہارۃ، وسننہا، رقم: ۲۸۷
۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۵۱، رقم: ۱۰۶۸
۸۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۱۴، رقم: ۱۴۸۴
۹۔ ابوعوانہ، المسند، ۱: ۱۶۳، رقم: ۴۷۴
۱۰۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱: ۳۷، رقم: ۱۵۴